HOW GOD INSPIRED THE BIBLE.

No.........

بیبل کا الہام

جس میں بیبل کے الہام کی حقیقت پر نہایت
معقول طور پر بحث کی گئی ہے جس سے
بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو جاتی ہیں۔

مصنفہ
ڈاکٹر پیٹرسن سمائتھ صاحب

پنجاب رلیجس بک سوسائٹی
انارکلی - لاہور
۱۹۰۵ء

بار اول

P. A. B. S., LAHORE

۱۰۰۰ جلد

بائبل کا الہام

بائبل کا الہام

فہرست کتب جدید

مسیح کی تعلیم:- پادری ڈاکٹر جیمس رابرٹسن صاحب کی تصنیف ہے کتاب چاروں انجیلوں بلکہ دین عیسوی کی کنجی ہے۔ اور اس کتاب کے پڑھنے والوں کو عیسوی مذہب کے سمجھنے اور بنیادی باتیں جاننے اور روحانی قوت اور ایمان کی ترقی کرنے اور دلوں کو مسیح کی طرف زیادہ مائل کرنے میں۔ واعظوں اور منادوں کے لئے ایک عمدہ کتاب ہے۔ قیمت ۴ر

یادِ محبوب صبح و شام کے لئے:- پادری میکڈف صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں مہینے بھر کے لئے صبح و شام کے واسطے خاص خاص تفکرات و مراقبات درج ہیں۔ اُن کے ذریعہ عاشق اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں مشغول ہو کر راز و نیاز اور دُعا و مناجات کے پیرایہ میں اپنی دلی آرزوؤں کو ظاہر کرتا ہے۔ قیمت ۴ر۔ سٹف ۶ر۔ مجلد ۱ر

بزرگانِ بائبل کے حالات۔ یہ ایک نئی طرز کے رسالے ہیں۔ ان میں بزرگانِ بائبل کے حالات۔ اُن ہی کی زبان سے بیان کی گئی ہیں جن سے بائبل کے قصص اور اُن کے متعلق روحانی اور اخلاقی اسباق ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ **آدم و حوّا** ا ر۔ **ابراہیم** ا ر۔ **رابقہ** ا ر

تاریخ بائبل مصنفہ ڈاکٹر بلیکی صاحب جس میں بائبل کے مفصل اور تاریخی حالات اور دیگر اقوام کی تاریخیں جن کا ان میں ذکر آیا ہے۔ دی گئی ہیں صفحہ ۵۰۰۔ قیمت ۸ر +

الہام بائبل:- از ڈاکٹر پیٹرسن سمائتھ جس میں الہام بائبل کی ماہیت او حیثیت پر مفصل مدلل اور دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

فہرست مضامین

مفید عام سٹیم پریس لاہور

صفحہ	مضمون

بائبل کا الہام

باب اوّل

موجودہ بے چینی اور اس کا علاج

پہلی فصل

بے چینی

آجکل کا عقدۂ حل طلب

جس مسئلے پر ہم بحث کرنے بیٹھے ہیں اُسے اگر عقدہ کہیں تو بجا ہے۔ نہ صرف مذہبی اخباروں اور رسالوں میں بلکہ اُن میں بھی جن کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نہ صرف دیندار اور مذہبی لوگوں بلکہ لامذہب اور غیر مذہب اور ہر قسم کے اشخاص کے درمیان اس مسئلے پر بحث چھڑی ہوئی ہے اور ہر ایک اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس عقدہ کو حل کرنیکی کوشش کر رہا ہے۔ ہر ملک میں بیشمار اشخاص یہ سوال کر رہے ہیں۔ گو اُن میں سے اکثر زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ کہ بائبل کے دعوے کیا ہیں؟ اِس کا الہام کیا ہے؟ اس کا منبع کہانتک انسان میں ہے؟ کہانتک خدا میں؟ وہ کس حد تک سہو و خطا سے مبرا ہے؟ کیا وہ فقط "زمانۂ قدیم کے پاک لوگوں" کا کلام ہے؟ یا کیا وہ لفظ بلفظ "خدا کا کلام" ہے؟

اِس سے پہلے شائد ہی کبھی ان سوالات کے متعلق سوچنے والے اور اہل رائے اشخاص کے درمیان اسقدر تحقیقات۔ بلکہ ایک صورت سے کہہ سکتے ہیں

یہ گذر رجھگڑے اور دلسوزی سے پر ہوگا۔ اور مذہب کی آئندہ حالت کی نسبت طرح طرح کے شک و شبہ اور خوف و اندیشے پیدا ہونگے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ آخری نتیجہ یہی ہوگا کہ بائبل کو مسیحیوں کے دل میں پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط اور دیرپا جگہ حاصل ہو جائیگی ۔

ایسے نازک وقت خدا کی طرف سے سمجھنے چاہئیں۔ یہ اُس طریق و انتظام کا حصہ ہیں۔ جو اُس نے دنیا کی ترقی و بہبودی کیلئے ٹھہرا رکھا ہے۔ جب کبھی کوئی سچائی انقضائے زمانہ سے غلطی سے مخلوط ہو جاتی ہے۔ تو اسی طور سے لوگوں کے اعتقادات کے ہلانے اور مضطرب کرنے سے اُس بدی کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ اور اب "پھر ایک بار" خدا اُن عام تصوّرات کو جو لوگوں میں بائبل کی نسبت مُروّج ہیں ہلا رہا ہے" اور یہ عبارت کہ پھر ایک بار اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ ہلی ہوئی چیزیں مخلوق ہونے کے باعث ٹل جائیں گی۔ تاکہ بے ہلی چیزیں قائم رہیں۔ (عبرانیوں ۱۲: ۲۷)

ہمیں چاہیئے کہ اُس سلسلے کو جو ہمارے اردگرد جاری ہے غور سے نگاہ رکھیں۔ اور اُن تمام باتوں کو جن میں سے اکثر خدا کی اُس منشاء کو جو وہ بائبل کی نسبت رکھتا ہے بلا جانے پورا کر رہی ہیں جانچتے رہیں ۔

ا

بے چین سمجھدار دیندار آدمی

ہم یہاں اس امر کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس کتاب کے لکھنے

اس قدر بے چینی پیدا ہوئی ہوگی۔ جو جواب گذشتہ زمانہ میں دئے جاتے تھے اُن سے لوگوں کی تشفی نہیں ہوتی۔ اور اسوقت اگر کوئی یہ بھی کہہ بیٹھے کہ اس قسم کے سؤالات پر عام طور پر بحث کرنا خلافِ عقل اور پُرخطر بات ہے۔ تو وہ احمق سمجھا جائیگا۔ اگر اس قسم کے سؤالوں سے بے اعتنائی کرنا درست بھی ہوتا تو بھی اب انہیں نظرانداز کرنا ممکن نہیں۔ یہہ سؤال اب فقط نکتہ چینوں یا عالمانِ علم الٰہی کا حِصّہ نہیں رہے۔ اور نہ ایسی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ جن کا سمجھنا یا دستیاب ہونا مشکل ہو۔ ہمارے کثیرالاشاعت رسالوں اور مذہبی اخباروں میں برابر ان کا ذِکر پایا جاتا ہے۔ اور اہل علم عوام النّاس کو نہ صرف یہ باتیں بتاتے ہیں۔ بلکہ عموماً جو کچھ خود علما کو اِن اُمور میں واقفیت ہوتی ہے۔ عوام کو سب کا سب بتا دینے سے دریغ نہیں کرتے +

جب کبھی لوگوں نے ان عقدوں کو جو بائبل کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو عموماً ہر زمانہ میں اس قسم کے سؤالات لوگوں کے سامنے پیش ہوتے رہے ہیں۔ مگر اکثر ان کے حل کرنے سے پہلوتہی کی جاتی تھی۔ اور ان کو یا تو عقدۂ لاینحل سمجھکر یا یہ کہکر کہ ان کو حل کرنے کی کوشش کرنا بے ادبی ہے ٹال دیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس قسم کے بہانوں کا موقعہ نہیں رہا۔ آجکل یہ سؤالات اس قسم کی آزادی اور بیباکی سے کئے جاتے ہیں۔ کہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا کوئی نہ کوئی معقول جواب دینا چاہیئے۔ بائبل کی تاریخ میں ایک ایسا اہم زمانہ آپہنچا ہے جس میں سے ہماری موجودہ نسل کو گذرنا ضرور ہے۔ اور اگرچہ

واطمینان کے لئے جو اُس سے حاصل ہوتا ہے اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اگر بالفرض یہ الزامات سچ بھی ہوں تو بھی وہ کتاب دُنیا بھر میں ایک نہائت عجیب و غریب کتاب ہے۔ مگر تو بھی میرا دل مضمحل اور بے چین ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کس کس بات پر یقین کروں۔ اسکی نسبت اب میرا وہ کامل یقین باقی نہیں رہا جس کی وجہ سے اُس کے اوراق ایسے اعلےٰ تسلی و اطمینان سے پُر معلوم ہوا کرتے تھے +

۲

بے دینی

درحال میں میری مشکلات اور بھی سخت اور واضح ہو گئی ہیں۔ میں بے دینوں کی کوششوں کو جس کا اثر ہر طرف پایا جاتا ہے دیکھتا ہوں۔ میں ہر روز ایسے آدمیوں سے بھی ملتا ہوں جو بالکل بیدین اور ملحد ہیں اور ہر طرح کے مذہب کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر اُن کے درمیان بھی ایسے اشخاص ہیں۔ جو سچے اور پُر جلال دل سے مگر بلا خوف خالص سچّائی کی تلاش میں ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ اُن کی سب سے بڑی مذہبی مشکلات بیئبل کی وجہ سے ہیں۔ خواہ میں اُنکی کتابوں کو پڑھوں یا اُن کے لکچروں کو سُنوں یا زبانی گفتگو کروں میں دیکھتا ہوں کہ اُن کے حملوں کا سب سے بڑا النشانہ بیئبل ہی ہے۔ وہ صرف طعنے اور طنزیں نہیں کرتے۔ بلکہ مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اکثر اوقات نہائت مضبوط دلائل بھی اُن مشکلات کے خلاف

میں ہمارا روئے کلام کن اصحاب کی طرف ہے۔ ہم اُن سوچ بچار کرنے والے دیندار آدمیوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ جن کے دل بئبل کی طرف سے اِس وجہ سے بے چین ہو رہے ہیں کہ انہیں روائتی اعتقاد کو مجبوراً چھوڑنا پڑا ہے اور ابھی تک کوئی دوسری معقول وجہ دستیاب نہیں ہوئی جس کی بنا پر اُن کا اعتقاد قائم ہو۔ مگر ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ ہر ایک سچے اور نیک شخص کے دل میں جب خدا اس قسم کی بے چینی اور بے اطمینانی پیدا کرتا ہے۔ تو اس سے اُس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص کو ایک اعلےٰ سچائی کی طرف رہنمائی کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف قسم کے خیالات جن سے اُسے سابقہ پڑتا ہے ایسے شخص کے ذہن اور عقل پر کس طرح اپنا اثر ڈالتے ہیں ؛

وہ کہتا ہے کہ " میں نہ تو بئبل کو رد کرتا ہوں۔ نہ اُس کی طرف سے بے اعتقاد ہوں۔ ہرگز نہیں۔ مگر اُس کی طرف سے میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔ میرا یقین ہل گیا ہے۔ مجھے اس کتاب میں اُس کے الہامی مصنفوں کے ایسے اقوال ملتے ہیں۔ جو اُس مقیاس سے جو مسیح نے مقرر کیا ہے۔ پورے نہیں اُترتے۔ میں سنتا ہوں کہ اُس کے تاریخی بیانات میں نقص پائے جاتے ہیں۔ بہت سے امور علوم کے مصدقہ نتائج سے مختلف ہیں۔ اُس کے ابتدائی زمانہ کی اخلاقی تعلیم بالکل بے ڈھنگی اور ناکامل ہے۔ اور اس کتاب میں جسے میں یہ سمجھتا تھا کہ براہ راست خدا کی اُنگلیوں کی لکھی ہوئی ہے مختلف اوقات میں تالیف و ترتیب و اصلاح و ترمیم واقع ہونے کے نشان پائے جاتے ہیں۔ میں اب بھی اُس روحانی تسلی

اعتقادی اُمور پر پڑ رہا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سی باتیں جو بیئبل کے متعلق میرے کئی ایک خیالات کے اُلٹا دینے والی ہیں ایسے اشخاص کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں جو نہ تو بے اعتقاد ہیں نہ مذہب کے دشمن ہیں۔ نہ اُس کی توہین روا رکھنے والے ہیں۔ بلکہ وہ بڑے ادب و لحاظ سے سالہاسال تک اُس کے متعلقہ اُمور کی تحقیقات میں مشغول رہے ہیں۔ اُن میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر۔ کلیسیا کے بشپ اور اعلیٰ عہدہ دار اور ایسے ایسے اصحاب شامل ہیں جن کی اعلیٰ علمیت اور دینداری اور خداپرستی میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نہ صرف ایک جماعت سے بلکہ مختلف کلیسیاؤں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف سلسلہ خیالات کے پابند ہیں۔ اُنکی باتوں سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اب بئبل کی نسبت وہی خیالات نہیں رکھتے جیسے کہ اُنہیں بچپن میں تعلیم دی گئی تھی۔ یا جیسا کہ عوام النّاس میں سے ہزاروں دیندار مرد و عورت آجکل بھی مانتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اُس میں بہت کچھ انسانی عنصر پایا جاتا ہے۔ اگرچہ باقاعدہ غور کرنے سے الٰہی عنصر بھی کچھ کم نہیں نظر آتا۔ اُن کا یہ خیال ہے کہ بئبل بہت سی باتوں میں دیگر کتب کی مانند ہے۔ خاصکر عہد عتیق کے نوشتوں کے لحاظ سے اور وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ممکن ہے کہ قدیم مُصنّفوں نے بعض علمی اور تواریخی باتوں کی نسبت بیانات کر دئے ہوں جو غیر صحیح اور بے ڈھنگے ہیں۔ وہ یہ بھی دکھلاتے ہیں کہ عہد عتیق میں اخلاقی تعلیم بمقابلہ عہد جدید کے بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اور وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان کتابوں کی تالیف و ترتیب

پیش کی جاتی ہیں۔ جو بائبل کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اِن میں بہت سی مشکلات تو ایسی ہیں جو خود میرے دِل میں بھی خواہ مخواہ پیدا ہُوا کرتی تھیں۔ اور میں یا تو اُن پر سے بے مطالعہ کئے گذر جاتا تھا۔ یا اُنہیں فراموش کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ میں نے اُنہیں سلانے کی کوشش کی مگر اب وہ سونے سے انکار کرتی ہیں۔ کیونکہ ان بائبل کے حملہ آوروں نے اُنہیں بالکل بیدار کر دیا ہے۔ اکثر لوگ ہنس ہنس کر کہتے ہیں کہ "دیکھو یہ مسیحی بھی کیسے سریع الاعتقاد ہیں کہ ایسی ایسی بیہودہ باتوں پر یقین کرتے ہیں کہ خدا نے سارے عالم کی گردش کو ٹھیرا دیا "تاکہ یوشع کنعانیوں پر اپنی فتح کی تکمیل کر سکے"۔ وہ بڑے تمسخر کے ساتھ اُس "محبت بھری خدا کی کلام" کو نقل کرتے ہیں کہ "اے بابل کی بیٹی۔ مبارک وہ جو تیرے لڑکوں کو پکڑ کے پتھروں سے پٹک دے!"

"میرا کلیجہ مُنہ کو آتا ہے جب میں بڑی فصاحت اور زور کے ساتھ اس قسم کے الفاظ عام اہلِ حرفہ کی جماعتوں کے سامنے بیان ہوتے سنتا ہوں۔ جن کو بچپن میں میری ہی طرح بائبل پر یقین رکھنے کی تعلیم دی گئی تھی۔ نہیں بلکہ خود وہ لکچرار بھی بچپن میں ایسا ہی یقین رکھتا تھا۔ اور میرے خیال میں نہیں آتا کہ کم سے کم اُن کے پہلو سے کس طرح اس قسم کی مشکلات کا جواب دینا ممکن ہے"۔

۳

بائبل کا عالم

"لیکن ایک دوسرے پہلو سے بھی ایک۔ اَور اثر میرے

ایمان کی آزمائش ہے۔ اُسے چاہیئے کہ بڑی مضبوطی سے اپنے خیالات کو اِن باتوں کیطرف سے ہٹائے رکھے اور اپنے گھٹنوں پر یعنی دُعا کے ذریعہ اس قسم کے شبہات سے جنگ کرے۔ اور اگرچہ وہ کسی طرح سے اُسکی تسکین نہیں کر سکتے مگر اُن کے اس سادہ ایمان سے اُس کو کسی قدر تسلّی ملتی اور کچھ کچھ اُمید پیدا ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اُن کے کلام میں منطق و دلیل تو نہیں۔ مگر تو بھی اِس میں شک نہیں کہ بائیبل نے اُن کی زندگیوں پر قوی اثر کیا ہے۔ اور وہ ایک اعلےٰ مقام میں خدا کے ساتھ سکونت کرتے ہیں۔ جہاں اُس کے ایسے شک و شبہات اُنکو بے چین نہیں کر سکتے۔ اور اس طور سے اُن کے ذریعہ سے اُس کے اعتقاد کو ایک مخفی قوّت و امداد حاصل ہوتی ہے +

اُن میں سے بہت سے اشخاص جن میں سے کئی ایک سے مَیں خود بھی واقف ہوں۔ غور و فکر کرنے والے۔ اہل الرائے اور خدا پرست آدمی ہیں جو اُن سوالات کو جو بائیبل کے متعلّق پیدا ہوتے ہیں پڑھتے اور اُن میں دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر اس سے اُن کے دل میں کسی قسم کے شبہات یا بے چینی پیدا نہیں ہوتی۔ اسکی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ ان کا مزاج ہی ایسا مطمئن واقع ہوا ہے۔ کچھ یہ کہ اُنہیں پاک نوشتوں میں ایسی ایسی پاک اور خوبصورت باتیں ملی ہیں کہ وہ مشکلات کی طرف توجّہ ہی نہیں کرتے۔ اور کچھ یہ کہ وہ بہت سے آدمیوں کی طرح منطق کے ایسے پابند نہیں اور نہ اپنے مقدّمات کے صحیح نتائج کی پروا کرتے ہیں۔ بلکہ سرسری طور پر کشف و الہام کے قدیمی خیال کو لئے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی کوئی مشکل دامنگیر ہوتی ہے۔ تو بجُز وہ پیشانی وہاں سے کھسک جاتے ہیں مگر ایسے

میں بہت کچھ آزادی برتی گئی ہے - یہ باتیں میرے مسلّمہ تصورات کو جو بائبل کی حیثیت کی نسبت رکھتا ہوں بالکل تباہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں +

" ان سب امور کی موجودگی میں میرے لئے اُن خیالات کا پابند رہنا جو بچپن میں مجھے سکھائے گئے تھے - بالکل ناممکن ہے - مگر ساتھ ہی اس کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان خیالات کو ترک کرنا پاک نوشتوں کے الٰہی اختیار و سند کو ترک کرنے کے برابر ہے " +

۴

کٹّا دیندار

اب ہم اس شخص کے تجربہ کا اور زیادہ کھوج لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس بےچینی کی حالت میں اُسے اپنے مذہبی دوستوں سے کیا امداد ملتی ہے - عموماً اس کی یہ صورت پائی جاتی ہے - اِن لوگوں میں سے بعض تو سیدھے سادے مسیحی ہیں - جو زیادہ تر خدا کی رفاقت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں - اور بائبل کو اپنی اس رُوحانی تسلّی اور قوّت کا منبع سمجھتے ہیں - اور اس آزادانہ اور بے لحاظ نکتہ چینی کو سُنکر جو آجکل اُس پر کی جاتی ہے - اُن کے دِل کانپ کر ہٹ جاتے ہیں - وہ اپنے دوست کی اس بےچینی کو شیطان کی آزمائش خیال کرتے ہیں - اور اپنے تجربہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اسی طرح ایک زمانہ میں اُن کے دل میں بھی گھسکر اُنہیں طرح طرح کے وسوسوں اور توہمات کا شکار بناتا رہا ہے - یہ اُس کے

کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ وہی حق جو اشخاص کو خدا کی منشا کے خلاف غمگین اور پریشان کرتے ہیں۔ وہ اپنی روایتوں سے خدا کے کلام کو باطل کرتے ہیں۔ اور آدمیوں کے احکام کو بطور مسائل مذہبی کے سکھلاتے ہیں ؎

اِس قسم کے اشخاص ہیں جن سے ایک حق جو آدمی کو مذہبی دنیا میں سابقہ پڑتا ہے۔ وہ اپنی مشکلات کا اپنے خادم الدین سے بہت کم ذکر کرتا ہے۔ اور بہت کم اُسے ایسے اصحاب سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ جو اس قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرکے آخرکار آرام و اطمینان کی مضبوط چٹان پر پہنچ گئے ہیں ؎

اِس لئے یہ بے اطمینانی پھیلتی جاتی ہے۔ اگرچہ عام طور پر لوگ اسکا ذکر تذکرہ کرتے نہیں سُنے جاتے بعض تو بہت جلد اس کی طرف سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں مگر بعض ایسے اشخاص بھی ہیں جنہیں اُسکے تیر ہمیشہ چبھتے اور ستاتے رہتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی ذات میں اسکا تجربہ کیا ہے وہی کچھ اُس درد و تکلیف کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ جو ایک حق جو انسان کو بیشتر اس کے کہ حق کی روشنی میں پہنچ جائے برداشت کرنی پڑتی ہے۔ راقم کو اپنی مشکلات خوب یاد ہیں۔ نیز جب سے آدمی بہت سے اشخاص کی مشکلات سے واقف ہو گیا ہے۔ یونیورسٹی کے ایک نوجوان طالبعلم کے الفاظ جس کا ایمان بائیبل پر سے اُٹھتا چلا جاتا ہے اسوقت اُس کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "میرے جیسے سینکڑوں نوجوان ہیں جو بائبل کو اپنے ہاتھ سے دینا نہیں چاہتے مگر ہم ہرگز اسکی نسبت اُسی قسم کا خیال نہیں رکھ سکتے جیسا کہ ہم کو بچپن میں سکھایا گیا تھا۔ اگر کوئی ایسا طریق ہے۔ جس سے ہم اب بھی اُسے بیش قیمت خزانہ سمجھکر اپنے قبضہ میں رکھ سکیں تو کیا ہمارے مُعلّم اُس سے واقف ہیں؟ اور اگر وہ واقف ہیں تو ہمیں بتاتے کیوں نہیں؟"

اشخاص شک و شبہات کے گرفتار آدمی کو کچھ مدد نہیں دے سکتے +

پھر ایسے آدمی بھی ہیں جنہیں اپنی ہر ایک بات کی بابت ایسا کامل یقین اور بھروسہ ہے کہ وہ کبھی اپنے فیصلوں کو معرض التواء میں ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ اس کتاب کے ناظرین اکثر ایسے اشخاص سے واقف ہونگے۔ جنہوں نے حقیقی غور و فکر کرنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کی۔ جن کے دل میں نہ تو کبھی شبہات کو دخل ہے۔ اور نہ تحقیقات کے شائق ہیں۔ جو مذہب کو ایک طرح سے اپنے ہی تصورات الہام کا پابند سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح سے صحیح یقین و اعتقاد کو جو بئیبل کے متعلق رکھنا چاہیئے اُسکو معرض خطر میں ڈالتے ہیں۔ الہام کا ایسا خیال جو الٰہی عظمت و آزادی اور جلال کے مطابق ہو اُنکی عقل و فکر میں بھی سما نہیں سکتا۔ اُنکا تصور الہام کے بارہ میں اس قسم کی سخت پابندی کا خواہاں ہے جس سے تاریخ بئیبل کے ہر ایک واقعہ اور بیان کی صحت و درستی شرطی ہو۔ اُس کے بیانات متعلقہ سائینس انیسویں صدی کی تحقیقاتوں اور دریافتوں کے ساتھ بالکل ٹکر کھائیں۔ اور اُس کی اخلاقی تعلیم ہر ایک زمانہ میں کامل پائی جائے۔ اُنکی بابت میں اس امر میں کسی قسم کا شبہ کرنا مذہب کی بنیادوں کو ہلا ڈالنا ہے ایسی قسم کے آدمی ہیں جو سب سے بڑھکر اس بے چینی کے باعث ہیں اور یہی لوگ بئیبل کو اغیار کے اعتراضوں اور حملوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ اپنے نامعقول اور من گھڑت خیالات کی سچائی کو ثابت کرنے میں خدا کے الہام بلکہ مسیحی دین کو بھی مشکلوں میں پھنسا دیتے ہیں یہی لوگ ملحدوں کو مسیحی مذہب پر بڑی بڑی فتوحات حاصل

وہ جانتے ہیں کہ جن غلط خیالوں نے لوگوں کے دِل میں جڑ پکڑ لی ہے تکلیف ونقصان کے سوا اُنکا اُکھڑنا مشکل ہو۔ مگر وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر بیٔبل کو آزاد ہو کر دنیا میں اپنے کام کو سرانجام کرنا ہے۔ تو یہ ضرور ہے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہو اُسے ان غلط تصوّرات سے آزاد کر دیا جائے +

ہو سکتا ہے کہ یہ رہائی کسی حدتک اس بےچینی کے ذریعہ سے انجام کو پہنچے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعض دلپسند اعتقادات کی بیخکنی بہتر تعلیم کے لئے ضروری تیاری کا کام دے۔ ہو سکتا ہے کہ علما اور ملحدین اور مومنین بیٔبل کے حق میں خدا کی اصلی منشا کو پورا کرتے رہے ہوں۔ تاکہ اُس کی سچائی کی نسبت ہمارے تصوّرات زیادہ وسیع اور صاف ہو جائیں +

۵

اس بے چینی کے ہمارے زمانہ میں پھیلنے کی کیا وجہ ہے

مگر یہ سب شک و شبہ کا طومار ہماری گردن پر کیوں لادا گیا ہے؟ کچھ تو یہ وجہ ہے کہ آجکل عقلی بحث و مباحثہ کی بہت بھرمار ہو رہی ہے۔ مگر بڑی وجہ یہ ہے کہ کسی گذشتہ زمانہ کی نسبت ہمارے زمانہ میں بہت ہی بڑھکر حق تعالےٰ بنی انسان کو اپنی سچائی کے نئے نئے الہام اور مکاشفے عطا کر رہا ہے۔ تاریخ اور علوم طبعی مقابلہ مذاہب۔ اور خود بائبل کی نکتہ چینی اور عمیق مطالعہ میں عجیب عجیب باتیں دریافت ہو رہی ہیں۔ اس قسم کے مکاشفے اگرچہ پاک نوشتوں کے صحیح تصور سے مختلف نہیں ہیں۔ تو بھی اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ بعض بناوٹی تصورات کے جو لوگ اُنکی نسبت رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ضرور مخالف ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ گذشتہ چند صدیوں میں لوگ بائبل کو خواہ مخواہ وہ رتبہ دینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ جو اُس کی سند و اختیار کے لئے خوفناک ہے اور جس کی خود اُس کے اپنے بیانات سے کچھ تصدیق نہیں ہوتی۔ بلکہ برخلاف اس کے اُس کا حقیقی زور اور خوبصورتی تاریکی میں پڑ جاتی ہے۔ زمانہ حال کی تحقیقات کی تیز روشنی میں یہہ امر دن بدن زیادہ نمایاں ہوتا جاتا ہے کہ اس قسم کے خیال ثابت نہیں رہ سکتے۔ اور اس سے سیدھے سادے آدمی بے چین ہو گئے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خود بائبل معرضِ خوف و خطر میں ہے۔ حالانکہ جو لوگ ان معاملات کو سمجھتے ہیں وہ بڑی اُمید کے ساتھ۔ اگرچہ اُس میں فکرمندی بھی ملی ہوئی ہے۔ زمانہ آئندہ پر نظر کر رہے ہیں۔

ایمان کا جہاز شکستہ ہو جائے۔ پاک نوشتوں کے متعلق تحقیقات کرنا شروع کریں مگر مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ آدمی اس غیر ضروری تکلیف و بےچینی سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔ اور اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اس مقام پر تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر کر اپنے ایسے دوست کی خاطرجمع کروں۔ اور اسے یقین دلاؤں کہ اُس کے اس خوف و اندیشہ کیلئے کہ مبادا اُس کا ایمان و اعتقاد الہام پر سے اُٹھ جائے مجھے کوئی معقول سبب نظر نہیں آتا +

میں یہاں الہام و وحی کی ضرورت کے متعلق دلائل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کتاب کا حجم بہت بڑھ جائیگا۔ اور اس کے علاوہ پڑھنے والے کے خیالات اصل مقصد سے جو اس وقت مدنظر ہے آوارہ ہو جائیں گے۔ یہ کتاب ان ملحدوں کے لئے نہیں لکھی گئی جو صرف ہی سے الہام و مکاشفہ کے منکر ہیں۔ بلکہ اُن مسیحیوں کے لئے جو بائبل کو خدا کی الہامی کتاب مانتے ہیں۔ مگر بعض ایسی باتوں کو دیکھکر جو اس کے خلاف نظر آتی ہیں۔ شک و شبہ میں گرفتار ہیں۔ میں ایسے ہی لوگوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ اس کتاب کے نام ہی سے یہ ظاہر ہے کہ اس کتاب میں بائبل کا الہامی ہونا پہلے ہی سے تسلیم کر لیا گیا ہے +

مگر تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر یہ سوال کہ خدا نے بائبل کو کس طرح الہام کیا" ایک دوسرے سوال تک کہ "کیا فی الحقیقت خدا نے بائبل کو الہام کیا" لیجاتا ہے؟ کیا زمانہ حال کی بےچینی میں یہ امر اکثر نہیں دیکھا جاتا؟ اور اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تحقیقات کے شروع ہی میں لوگوں کو اُن دلائل سے مطلع کر دیا جائے جو اس بےچینی کے زمانہ میں دوسروں کی تقویت کا باعث رہے ہیں۔ اور اُنہیں یہ یقین دلائیں کہ وہ تمام باتیں

دُوسری فصل

یقین کی بحالی

۱

کیا بائیبل اِن خطرات سے محفوظ ہے؟

میرے نزدیک ان شکوک اور بےچینیوں کا عمدہ علاج سوائے اِسکے اَور کوئی نہیں کہ آدمی دلیری سے ان مشکلات کا جو اُسے بےچین کئے دیتی ہیں مقابلہ کرے۔ اُسے اپنے دل میں یہ ٹھان لینا چاہیئے کہ اُس کی تحقیقات اور تفتیش کا مدّعا فقط سچّائی کو حاصل کرنا ہے۔ اور وہ کبھی اُن شرائط پر صلح منظور نہیں کریگا جن کا مدار ایسی بنیادوں پر ہو جنہیں وہ پرکھتے ہوئے خوف کھائے کہ کہیں بودی نہ نکلیں[1]۔

لیکن ہم سب ایسے دلیر اور جری پہلوان نہیں ہیں۔ اور اگرچہ خدا کے انتظام میں بعض لوگوں کے لئے یہی بہتر ہو کہ وہ ایک بےچینی اور اضطراب کی حالت میں اور اس خوف کے ساتھ کہ مبادا ایسا کرنے سے اُن کے

---

[1] "میں سارے سچائی کے بھید بائیبل میں پاتا ہوں۔ سب جو کچھ میں جانتا ہوں میں نے اُسی سے حاصل کیا ہے لیکن تو بھی میں ہر شخص سے یہی کہونگا کہ بائیبل پر مت یقین کرو اگر تم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ وہ سچی ہے۔ آزادی اور دلیری کے ساتھ اس کے ساتھ برتاؤ کرو۔ وہ تمہارا دوست ہے دشمن نہیں ہے اگر تم سچائی اور صاف دلی کے ساتھ اس سے سلوک نہیں کروگے تو وہ ہرگز تمہارے کام نہ آئیگی" (جیمس ہنٹن صاحب)

کے درمیان سینکڑوں برس کا عرصہ گذر جاتا تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک مختلف
مزاج و خصلت کے آدمی نے مختلف قسم کے لوگوں کیلئے لکھا تھا اور اُس کے
زمانہ کے حالات بھی دوسروں سے مختلف تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کئی ایک
صحیفوں کی بابت ہم ابھی نہیں جانتے کہ اُن کے لکھنے والے کون تھے۔
اور انھوں نے کس طرح موجودہ صورت اختیار کر لی لیکن باوجود اس کے
بعد کی تاریخ میں کوئی زمانہ ایسا نظر نہیں آتا جبکہ اُن کی ایسی ہی قدر و
منزلت نہیں ہوتی تھی۔ اور لوگ انہیں کسی نہ کسی عظیم الشان سے
بالا ہستی کی جانب سے آئی ہوئی کتاب نہیں سمجھتے تھے۔ وہ بطور ایک تجربے کے معلوم
ہوتی ہیں جس کا ایک سرا تو نامعلوم قدیم زمانے میں جا پہنچتا ہے اور
دوسرا سرا مسیح کے پاؤں کے پاس آکر ٹھہرتا ہے۔

اور یہ بات بھی اس امر کو بھی مدنظر رکھو کہ وہ صحیفے کسی خاص
معجزے کے ذریعہ منتخب نہیں کئے گئے تھے۔ اور اُن کا انحصار کسی جزئی
صاحب اختیار جماعت کے باقاعدہ فیصلہ پر نہیں ہے۔ نہ وہ کسی کلیسیا کے
یا کونسل کے۔ نہ کسی پوپ کے یا مقدس ولی کے۔ نہیں بلکہ وہ خود ہمارے
مبارک خداوند کے فیصلہ پر بھی مبنی نہیں ہیں۔ کیونکہ اُسکے آنے سے بہت
عرصہ پہلے صدہا سال سے وہ برابر اُس کے حق میں شہادت دیتے۔ اور ایک
آسمانی پیغام کی طرح "جو مختلف زبانوں میں اور مختلف طور سے"
دیا گیا۔ اُس کے آنے کی خبر کو لوگوں کے دلوں میں تروتازہ رکھتے اور
اُس کا اُمیدوار بناتے چلے آتے تھے۔ اُنکی ساری تاریخ کو مطالعہ کر جاؤ۔
اور تمہیں کہیں کبھی یہ پتہ نہیں ملیگا کہ وہ کتابیں کسی بیرونی صاحب اختیار
شخص یا جماعت کے حکم سے قبول کی گئیں۔ پیشتر اس کے کہ وہ ایک جلد

جن کے لئے ہم فی الحقیقت بائبل کی قدر کرتے ہیں۔ ان حملوں سے بالکل محفوظ ہیں۔ بلکہ ایسے بلند و بالا ہیں کہ زمانہ حال کے تمام مخالفین وہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتے +

۳

گواہوں کی ایک بڑی جماعت

اے پڑھنے والے۔ اگر کبھی تیرے دل میں اس قسم کا خوف و اندیشہ پیدا ہو کہ ممکن ہے کہ بائبل۔ اگرچہ لوگ تین ہزار سال سے خدا کی سچی الہامی کتاب مانتے چلے آئے ہیں۔ مگر آج کل کے بحث مباحثہ اور دلیل و حجت کی بنا پر اس کے حق میں ایسے خیال غلط ثابت ہو جائیں۔ تو تھوڑی دیر کے لئے ذرا اس خیال کے پورے زور و طاقت کو محسوس کرنے کی کوشش کرو کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ قدیم نوشتے جو ہمیشہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے رکھے جس سے اُنکی نکتہ چینی اور امتحان ہونا ممکن تھا۔ ہزارہا سال تک تو الٰہی الاصل مانے جائیں۔ اور لوگ انہیں اپنی زندگی کے دستور العمل کے مانند لیں بلکہ ایسے احکام کو بھی جو بالکل اُن کے ناپسند ہوں تسلیم کر لیں اور پھر یہ قبول کرنیوالے اور اطاعت کرنیوالے وہ لوگ ہوں جو دُنیا کی عقیل اور اعلےٰ درجہ کی شائستہ قوموں میں سے ہیں۔ اور زماناً بعد زماناً نہ صرف ایسا ہی ہوتا رہے بلکہ اُس میں ترقی بھی ہوتی جائے۔ اور پھر آدر کسی زمانے میں ایسی عجیب و غریب ترقی نہ دیکھی جائے۔ جیسے اِس انیسویں صدی میں جو شائستگی علمی روشنی اور عقلی تحقیقات میں سب زمانوں پر سبقت رکھتی ہے +

پاک نوشتوں کو یہ قوت و اختیار کہاں سے حاصل ہُوا؟ یہ یاد رکھو کہ یہ تمام صحیفے الگ الگ تھے۔ اور بعض اوقات ایک ایک کی تصنیف و تحریر

اپنی ہی قدرت سے حاصل کیا تھا۔ اور انسان کی اخلاقی حِسّ اور عقل نے اُس کے قائم کرنے میں اتفاق کیا۔ وہ اپنی ہی باطنی قدر و قیمت کے لحاظ سے اِنسان کی خداداد اخلاقی قوّت و ملکہ کو پسند آتے ہیں۔ اور یہی پسندیدگی اور قبولیت درحقیقت بائبل کی موجودہ حیثیت و مرتبہ کی بنیاد ہے +

عہدِ عتیق کے صحیفوں پر نظر کرو۔ اگر اِس زمانہ میں ہم سے سؤال کیا جائے کہ ہم اُنہیں الہامی کیوں مانتے ہیں۔ تو ہم عموماً یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ ہم اُنہیں اپنے خداوند اور اُسکے رسولوں کی سند پر الہامی مانتے ہیں۔ اُنہوں نے اُسے کلام اللہ قبول کیا۔ اور گویا اپنے دستخط کے نیچے اُسے اس حیثیت میں ہمارے حوالے کر دیا۔ لیکن اُنکے زمانہ سے پہلے بغیر کسی اِس قسم کی منظوری کے وہ کیوں مانے جاتے تھے؟ یہ کس طرح ہُوا کہ لوگ موسیٰ ۔ یسعیاہ ۔ یرمیاہ ۔ ہوسیع ۔ یوئیل ۔ عاموس ۔ میکاہ وغیرہ وغیرہ نبیوں کے کلام کو خدا کا الہام کیا ہُوا ماننے اور اُس پر عمل کرنے لگ گئے ۔ موسیٰ کے سوا۔ اَور کسی کے حق میں ایسے معجزے یا نشان نازل نہیں ہوئے تھے ۔ اور نہ آسمان سے کوئی اس قسم کی صدا اُسنائی دی جو لوگوں کو اُنکی اطاعت کا حکم دیتی تھی۔ اور نہ اُن کا الٰہی الاصل ہونا کسی بیرونی اختیار کے ذریعہ سے قائم کیا گیا۔ تو پھر کس وجہ سے اُن کے اقوال قبول کئے گئے ؟

یہ ظاہر ہے کہ اس کا فقط ایک ہی جواب ہوسکتا ہے "یہ بزرگی اُنہوں نے اپنے ہی اندرونی دعووں کے لحاظ سے حاصل کی۔ انسانوں کو مجبوراً یہ اقبال کرنا پڑا کہ اُن انبیا کا یہ دعویٰ کہ خداوند کا کلام اُن پر نازل ہُوا ہے" سچا ہے ۔ ان انبیاء کے پیغاموں میں اَور

میں جمع کی گئیں بہت صدیوں سے بہت سی نسلیں اُنہیں بطور الہٰی الاصل مانتی چلی آتی تھیں۔ لوتھر کا قول ہے کہ "کلیسیا کسی کتاب کو اُس سے زیادہ قدرت یا اختیار نہیں دے سکتی۔ جسقدر کہ وہ اپنے میں رکھتی ہے۔ ایک کونسل اُس کتاب کو پاک نوشتوں کی فہرست میں داخل نہیں کر سکتی جو اپنی ذات میں پاک نوشتہ نہیں ہے"۔

لوگ کہتے ہیں کہ بڑی مجلس[^1] یا اُنکے جانشینوں نے عہد عتیق کے مسلمہ صحیفوں کو جمع کیا۔ ہاں۔ مگر کب؟ خداوند مسیح کے زمانہ کے قریب قریب۔ جبکہ وہ کتابیں صدیوں سے خدا کی کتابیں مانی جا چکی تھیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مسیحی کلیسیا نے عہد جدید کے صحیفے جو بیبل میں ہیں جمع کئے۔ ہاں مگر کب؟ اِسکے بعد کہ وہ تین سو سال تک کلیسیا کی ہدایت کے لئے خداداد رہنما تسلیم ہو چکے تھے۔ اُنکا بیبل میں جمع کیا جانا اُنہیں با اختیار یا قابل سند نہیں بنا دیتا بلکہ اُنکا قابل سند ہونا تھا۔ جس کے سبب سے اُنہیں بیبل میں جگہ ملی +

ہم پھر وہی سوال کرتے ہیں کہ اُنکو یہ اختیار کہاں سے حاصل ہُوا؟ اور اِسکا فقط یہی جواب ہو سکتا ہے کہ یہ سند و اختیار اُن کے اندر ذاتی طور پر موجود تھا۔ یہ رتبہ جو اُنہیں حاصل ہُوا۔ اُنہوں نے

[^1]: بڑی مجلس۔ ایک یہودی مجلس کا نام تھا جسکے بانی روایت کے بموجب خود حضرت عزرا یا عزیر بیان کئے جاتے ہیں۔ اور جو مذہبی اُمور کے متعلق ۴۵۰ سے ۲۵۰ قبل مسیح تک یہودی قوم پر حکمرانی کرتے رہے اِسکے شرکا کی تعداد ۱۲۰ اور بعض اوقات ۸۵ بتائی جاتی ہے۔ سب سے بڑا کام جو اِس مجلس کیطرف منسوب کیا جاتا ہے سو یہ ہے کہ اُس نے پاک نوشتوں کے قانون یعنے عہد عتیق کے شمولہ کتب کی ترتیب و تدوین کی۔ مگر بعض علما اس مجلس کے وجود کے منکر ہیں + (ا ۔ ا)

کریگا۔ اور اُس کام میں جس کیلئے میں نے اُسے بھیجا مؤثر ہوگا۔(یسعیاہ ۵۵:۱۱) اور حقیقت میں بھی ایسا ہی تھا کہ آدمی ایک آواز سُنتے تھے اور اُنہیں اس امر کا فیصلہ کرنا ہوتا تھا کہ وہ آواز کس کی طرف سے آئی ہے۔ کیا وہ ہیبت ناک اور دل میں چُبھنے والے یرمیاہ کے اقوال فقط ایک ایسے آدمی ہی کے اقوال سمجھنے چاہئیں جو اپنے ہم جنسوں سے ذرا زیادہ دانا اور بہتر تھا؟ یا کیا وہ سچ مچ جیسا کہ نبی کہتا تھا اُس خدائے قادر کا کلام تھا۔ جو دلوں کو جانچتا ہے۔ جو ہمارے راہوں کو دیکھتا ہے۔ اور ہمارے بستر کے پاس ہوتا ہے۔ اور ہماری تمام روشوں کو معلوم کر لیتا ہے؟ اس آواز کا کوئی نہ کوئی مصنّف تو ضرور ٹھہرانا چاہئے۔ اور جس قدر زیادہ وہ اسکو سُنتے تھے اُسی قدر اُن کے شبہ کم ہوتے جاتے تھے کہ وہ ضرور خدا ہی کی آواز ہے۔ جب ایک دفعہ یہ بات تسلیم کر لی گئی تو نبی کے ہر ایک قول کو جو یہ پیغام لیکر آیا تھا۔ لوگ خواہ مخواہ قیمتی سمجھنے لگ جاتے تھے اور بڑی عزّت و توقیر کی نظر سے دیکھتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اور اِس طور وہ پاک نوشتوں کا مجموعہ بنتا گیا۔ جو ہمارے خداوند کے زمانہ میں خدا کی الہام کی ہوئی کتاب مانا جاتا تھا ؞

"مسیحیوں کے درمیان عہد جدید کے صحیفے اُسی طرح جیسے کہ عہد عتیق کے صحیفے یہودیوں کے درمیان۔ اُن کی اندرونی قدر و قیمت کے سبب تسلیم کر لئے گئے تھے۔ بعض گواہ اُٹھے اور اُنہوں نے خداوند کی تعلیم کو لکھدیا۔ یا بعض پیغامات سُنا دیئے جن کے سُنانے کا اُنہیں اختیار ملا تھا۔ یا اُنہیں لوگوں تک پہنچانے کیلئے روح کی ہدائت ملی تھی۔ لوگوں کو اس امر کا فیصلہ کہ آیا وہ اِن دعوؤں کو قبول کرینگے یا نہیں اپنے طور پر کرنا ہوتا تھا۔

اُس شہادت میں جو اُن کے شامل حال تھی ایک ایسی بات تھی جو خواہ مخواہ یقین پر مجبور کرتی تھی۔ جب کوئی نبی ظاہر ہوتا تھا تو اُس کے دعوے پر اکثر جھگڑا ہؤا کرتا تھا۔ اور اکثر یہ جھگڑا بڑے جوش وخروش کے ساتھ ہوتا تھا.... لیکن تو بھی نبی کی آواز۔ اور جو پیغام وہ خداوند کی طرف سے لاتا تھا۔ اُسکے اپنے ہی زمانہ میں چند ایماندار لوگ قبول کر لیتے تھے۔ اور رفتہ رفتہ مگر یقینی طور اسکے دوسرے ہم قوموں کو ماننا ہی پڑتا تھا +

"عبرانی نوشتوں کی اس تاریخ میں تمہیں صاف صاف اور قطعی شہادت اِس امر کی ملتی ہے کہ پاک نوشتوں کی اس اختیار وسند کی اصلی بُنیاد کیا ہے کوئی بیرونی صاحبِ اختیار شخص یا جماعت نہ تھی جن سے اِس بارہ میں اپیل کی جاتی۔ معجزوں کی شہادت بھی ہمیشہ موجود نہیں ہوتی تھی اور اگر ہوتی بھی تو وہ بجائے خود ایک قطعی ثبوت نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ نبیوں کا پیغام 'خداوند کا کلام' تھا۔ اور وہ اس سے بڑھکر اور کوئی سند اُس کے ثبوت میں پیش نہ کر سکتے تھے۔ مگر جلدی یا دیر کے بعد وہ کلام خودبخود لوگوں کو اُسکی قبولیت پر مجبور کرتا تھا۔ اور جوں جوں یہودی قوم کی عمر زیادہ ہوتی گئی۔ اور جس قدر اِن پاک کتابوں کو لوگوں کے دِلوں پر اپنا اثر ڈالنے کا زیادہ موقعہ ملا۔ اُسی قدر زیادہ کامل طور پر اور بغیر دلیل وحجت کے لوگوں نے اُنکا الہی الاصل اور قابلِ سند ہونا تسلیم کر لیا .... خدا کے کلام نے اپنا رُتبہ آپ ثابت کر دیا۔ سخت دِل اور سرکش لوگ اُس کی نسبت جھگڑا کرتے رہے۔ لیکن وہ قائم رہا اور آخر کار اُس نے اپنی راہ نکال لی۔ اُس نے نبیوں کے اس یقین کی بھی تصدیق کر دی کہ میرا کلام میرے پاس بے انجام نہ پھریگا۔ بلکہ جو کچھ میری خواہش ہوگی وہ اُسے پورا

کی دائمی تعلیم و تربیت کیلئے چن لیا۔ مگر ہمیں اِس امر پر بھی زور دینا چاہیئے کہ اُس کا طریق عمل یہ تھا کہ انسانی ارواح کو زندگی بخشنے۔ اور اُنکی رہنمائی کرے کہ وہ اُس چیز کو جو اُن کی مذہبی زندگی کیلئے ممد و معاون اور تحریک کرنیوالی تھی۔ انتخاب کریں۔ اور ادب و عزت کے ساتھ اُسے استعمال میں لائیں۔ اور اسی الٰہی تمیز کے ذریعہ سے لوگوں نے آخرکار بتدریج (گو اِس امر کو جانے بغیر) چند تحریرات کے مجموعے کو مستند کتابیں تسلیم کرلیا۔ اِس طور سے گویا بائبل نے خود اپنے آپ کو اُس الٰہی طاقت کے وسیلے سے جو اُس میں فطرتاً موجود تھی۔ بنا لیا۔ اُس نے خود اپنا راستہ تیار کیا۔ اور خود ہی اپنے لئے تخت مہیا کیا۔ اور انسانی شعور میں جو نیکی کا مادہ ودیعت کیا ہوا ہے اُس نے اِس امر کو تسلیم کرلیا کہ بائبل فی الحقیقت اس لائق ہے کہ ہمارا حاکم و رہنما ہو +

یہی امر ہے جسے میں خاص طور پر ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ بائبل نے اپنی الٰہی طاقت کا ثبوت اس امر سے دیا ہے۔ اور اپنے موجودہ رتبہ کو اِسی وجہ سے پہنچا ہے کہ اُس نے انسان کی بہت سی نسلوں پر اُنکی قوت شعور اور ضمیر پر اپنا سکہ بٹھا کر اُنکو اپنا گرویدہ کرلیا ہے۔ اور اِسی بنا پر وہ آج کل بھی حکمرانی کر رہا ہے۔ مَیں خاصکر تمہیں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ بائبل کی موجودہ حیثیت کسی معجزہ یا کسی کلیسیا یا کونسل کی سند پر منحصر نہیں ہے بلکہ اُس اختیار اور تاثیر پر جو وہ لوگوں کی ضمیر اور ذہن پر کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ تم کسی معجزہ کی نسبت شک کرو۔ بلکہ اپنی فطرتی تمیز پر بھی شک کرنے لگ جاؤ۔ اور شاید کسی جماعت کے اختیار کو ماننے میں بھی تمہیں تامل ہو۔ مگر تم سینکڑوں نسلوں کے یقین و اعتماد پر آسانی سے

اِس میں کچھ شک نہیں کہ بہت سی حالتوں میں۔ گو ہمیشہ نہیں۔ رسولوں کے
کلام کی تائید معجزوں سے بھی ہوئی تھی۔ لیکن گو یہ معجزات کچھ دیر کیلئے
شاہد کا کام دیتے مگر وہ بذاتِ خود اور تن تنہا اس تمام مُقدمہ کے تصفیہ
کیلئے قطعی شہادت تسلیم کئے جانے کی قابلیّت نہیں رکھتے۔ یہ سب محسوس
کرتے تھے کہ کوئی ظاہری معجزہ بجائے خود کسی الٰہی پیغام کی تصدیق نہیں
کرسکتا۔ اگر اُس کے ساتھ ہی اُس پیغام میں اندرونی گواہی اس قسم
کی موجود نہ ہو کہ وہ درحقیقت خدا ہی کی طرف سے آیا ہے۔ قصہ
مختصر ابتدائی کلیسیا میں بھی۔ جیسا کہ خود ہمارے خداوند کے زمانہ میں۔
اِنسان کے دِل اور ضمیر ہی کو حَکم یا جج مُقرّر کیا جاتا تھا۔ مسیح خود بھی لوگوں
کے دلوں اور ضمیروں کو اپنا گواہ ٹھہراتا تھا۔ اور آدمی اُس قابلیّت کے
مطابق اُسے قبول کرتے یا ردّ کرتے تھے۔ جو اُس کی الٰہی خصلت کے پہچاننے
کے لئے اُن کی فطرت میں رکھی گئی تھی +

"اِس طور سے شروع سے آخر تک پاک نوشتوں کی سند و اختیار اُس
سند و اختیار کے ہم پلہ تھی۔ جو وہ لوگوں کو اس امر کا یقین دِلانے کے متعلق
کہ وہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہیں اپنی ذات میں رکھتے تھے [1] +

اب کیا یہ شہادت اِن کتابوں کے الہامی ہونے کے بارے میں قابلِ
لحاظ ہے کہ نہیں؟ ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ سب خدا ہی کا کام ہے۔
بائبل کو محض کلیسیا ہی نے چن نہیں لیا تھا بائبل نے بھی کلیسیا کی طرح
اُسی روحِ قدس کے عمل سے صورت پکڑی جو دونوں کی جان ہے"
یہ روح القدس ہی کا الٰہی عمل تھا جس نے خاص خاص کتابوں کو کلیسیا

[1] یہ عبارت کینن ورکس صاحب کے ایک وعظ میں سے لی گئی ہے +

اِسلئے بائبل کا مدار کسی ایسی بنیاد پر نہیں ہے۔ جسے کوئی آدمی اُکھاڑ سکے۔ اُس کا اختیار و سند آج کے دِن اسی امر پر موقوف ہے کہ وہ اِس موجودہ نسل کے دِل اور ضمیر کو اپیل کرتا ہے۔ اور یہ اپیل اُس اپیل کے نتیجہ سے اور بھی زیادہ قوی ہو گئی ہے۔ جو وہ گذشتہ نسلوں کے دِل و دماغ کو کرتا رہا ہے۔ تمام زمانوں میں سب سے بہتر اور پاک لوگ۔ اور جو اس وجہ سے ایک مذہبی کتاب کے متعلق رائے دینے کی زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اِس کتاب کے حق میں گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔ اور اِس گواہی نے جمع ہوتے ہوتے ایک بہت بڑے انبار کی صورت اختیار کر لی ہے +

اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے تامل کر کے اِن واقعات کی عظمت پر نگاہ کرو۔ اور اُس تصدیق کی قوّت کو بھی محسوس کرو۔ جو خود تمہاری ضمیر کی شہادت کو مضبوط کرتی ہے۔ اِس بات پر خوب لحاظ کرو کہ اس کتاب کی قدرت پہلے کی نسبت اب اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ اِس بات پر بھی لحاظ کرو کہ جو عقلی یا اخلاقی مشکلات لوگوں کو آج کل اُس میں نظر آتی ہیں۔ وہ ہمیشہ سے اُس میں موجود تھیں اور ہمیشہ لوگوں کی نظروں کے سامنے رہی ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ وہ باوجود اُن سخت اور شدید حملوں کے جو گذشتہ صدیوں میں برابر اُس پر ہوتے رہے ہیں۔ اپنے اختیار و عظمت کے رُتبہ پر ثابت و قائم رہی ہے۔ ملحدین بیشمار دفعہ اپنی طرف سے اُس کا قلع قمع کر چکے ہیں مگر اُس کا نتیجہ یہی ہوتا رہا کہ بجائے برباد ہونے کے اُس کی طاقت دِن بدن بڑھتی گئی ہے۔ یہانتک کہ آج کے دن اِنسانی زندگی میں سے

شبہ نہیں کر سکتے۔ اُنہوں نے اِس کتاب سے نور و ہدایت۔ اُمید و اطمینان حاصل کیا۔ اُنہوں نے اِسی کتاب سے نیک بننے کی قوت حاصل کی۔ اور اُنہیں یقین ہو گیا کہ وہ درحقیقت خدا کی طرف سے آئی ہے[۱] +

[۱] میں جانتا ہوں کہ اِس موقعہ پر لوگ کہینگے کہ اِس دلیل کی بنا پر تو قرآن اور ہندوستان کی دیگر مقدس کتابوں کا مقبول عام ہونا بھی اسی نتیجہ کو چاہیگا۔ اور اِس طور سے یہ دلیل کمزور ہو جائیگی۔ لیکن مجھے اِس امر کی قبولیت میں کچھ بھی تامّل نہیں کہ اِن کتابوں میں بھی کسی قدر اُنکی قبولیت کی وجہ یہی ہے کہ وہ لوگوں کی ضمیر کو اپیل کرتی ہیں۔ کیونکہ اُن میں بھی "اُس نور کی جو ہر ایک آدمی کو جو دنیا میں آتا ہے۔ روشن کرتا ہے" شکستہ شعاعیں پائی جاتی ہیں۔ مجھے یہ سُنکر سخت افسوس ہوگا اگر کوئی کہے کہ مسیحی دین اپنے پیروؤں سے اِس قسم کے یقین کا خواہاں ہے کہ سارے عالم کے خدا اور باپ نے ساری غیر مسیحی دنیا کو اپنی طرف سے کسی قسم کی روشنی دئے بغیر اکیلا چھوڑ دیا۔ مگر تو بھی یقیناً بئیبل اور ان کتابوں کی حیثیت میں بڑا فرق ہے۔ جو اچھی باتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں وہ پہلے ہی مسیحی اور یہودی ادیان میں موجود تھیں۔ اور وہ فقط اُنہیں میں سے اخذ کیا گیا ہے۔ اور اسکے علاوہ وہ فقط محمد صاحب کے اختیار و سند پر جاری کیا گیا تھا۔ اور یہ دعویٰ اکثر تلوار کے ذریعہ سے منوایا جاتا تھا۔ ہندوستان کی کتب مُقدسہ اگرچہ اُن میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے درمیان روحانی سچائیوں کے موتی بھی کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ یقیناً اس دلیل کے مطابق بئیبل کے مقابلہ میں پیش کئے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اُن کا ادنیٰ اور جاہل اقوام کے درمیان جن میں سے بہت کم لوگ اُن کے مضامین سے پوری واقفیت رکھتے ہیں مانا جانا ایک بالکل دوسری بات ہے۔ بئیبل کو دنیا کی اعلےٰ اقوام کے درمیان۔ قبولیت حاصل ہے۔ جہاں اکثر لوگ اس کے مضامین سے واقف ہیں اور اس کی تحقیقات و جستجو میں مشغول ہیں۔ اور جن کے لئے اُس کی قبولیت پاروئیہ اہم اور گران قدر امر رہے +

اور یہ معلوم کرنیکی کوشش کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ یہ تمام زمانوں میں ایسے
با اختیار طور پر لوگوں کو اپنا گردیدہ بناتی رہی ہے۔ بیرونی شہادت جس نے
ابتدائی کلیسیا کے دِلوں پر اثر ڈالا۔ ہم اسوقت اُس کا ٹھیک ٹھیک کھوج
نہیں لگا سکتے۔ اِس امر میں ہم فقط اُن کی شہادت ہی کو قبول کر سکتے ہیں
اندرونی شہادت۔ جس سے اُس کی وہ تاثیر مراد ہے جو وہ انسان
کے دِل اور ضمیر پر کرتا ہے۔ اُس کی نِسبت "ہر ایک آدمی جو خدا کی
مرضی بجا لانا چاہتا ہے" اب بھی اُس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اب ہم
مختصر طور پر کتاب پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور دیانت داری سے اُسکو جانچنے
کی کوشش کرتے ہیں۔ اِسلئے ہمیں وہ باتیں جو نقص یا قصور معلوم
ہوں نظر انداز نہیں کرنی چاہئیں۔ گو کہ وہ اگلے زمانوں میں ایسی
نہ معلوم دی ہوں۔ اب ہم اُس کی بڑی بڑی خصوصیات کو دریافت
کرنے کی کوشش کریں گے ÷

سب سے پہلے ہمیں یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ دنیا
اور اُس کے تمام تفکّرات اور کاروبار کے درمیان یہ کتاب دنیا داروں
کی طرح دنیا پرست نہیں معلوم ہوتی۔ وہ رُوح کے عالم بالا سے واسطہ
رکھتی ہے۔ وہ کم و بیش فصاحت کے ساتھ لوگوں کو خدا اور فرض
اور راستباز زندگی کی برابر تعلیم دیتی رہی ہے۔ ہمیں اُس میں ایسے
خیالات کا سامنا ہوتا ہے۔ جو اِس دنیا کے علم سے بالا ہیں۔ یہ خدا
کی محبّت۔ خدا کی اَبوّیت (یعنی باپ ہونے) خدا کی معافی
کے متعلّق خیالات ہیں۔ اور وہ ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہمارا فرض
ہے کہ ہم اپنی زندگی اُسی کو تسلیم کر دیں۔ اور پھر اُسی کے لئے اور

بائبل کو اُکھاڑ پھینکنا ایسا ہی مشکل ہو گا۔ جیسا سورج کو آسمان میں سے نکال پھینکنا
صرف ایک واقعہ کو بطور مثال کے لیجئے۔ سَو سال کا عرصہ ہُوا
والٹیئر فرانس کے ایک مشہور عالم دہریئے نے اپنے نزدیک اُسکی کامل تردید کردی۔ اور لکھا کہ "ایک صدی کے عرصہ میں بائبل و مسیحی دین گذشتہ زمانہ کی باتیں سمجھی جائینگی"۔ مگر دیکھو کہ اُس کی پیشین گوئی کس طرح پوری ہوئی؟ اُس کے زمانہ سے پیشتر ساری دنیا میں شروع سے لیکر مشکل سے ساٹھ لاکھ بائبل کے نسخہ تیار کئے گئے ہونگے۔ مگر اُس کے زمانہ سے لیکر ایک ہی صدی کے عرصہ میں ۲ ارب سے زیادہ بائبل اور بائبل کے صحیفے چھاپہ خانہ سے نکلے۔ اور وہ بھی ایسی صدی میں جو علم و دانش اور نکتہ چینی اور سچائی کی جانچ پڑتال کے لحاظ سے سب پر سبقت رکھتی ہے۔ اور اس وقت اسی مختلف بائبل سوسائٹیاں اِنسان کی ہر ایک معلومہ زبان میں اور دنیا کے ہر حِصّہ میں اُسی کتاب کو تقسیم کر رہی ہیں +

اگر یہ کتاب الہیٰ لا اصل ہو تو واقعی یہ ایک نہایت ہی عجیب غریب بات ہو گی! ملحدوں میں اگر کچھ حوصلہ ہے تو اِن واقعات کی کوئی اور اطمینان بخش تشریح کر دکھائیں جس مسیحی کے دِل میں کسی قسم کی بے چینی پیدا ہو رہی ہے اُسے چاہیئے کہ اِس بات سے ہمت پکڑے۔ اور یہ کبھی نہ بھولے کہ خواہ انسان کے

خیالات بائبل کے متعلق کتنے ہی تبدیل کیوں نہ ہو جائیں مگر یہ واقعات ہرگز حل نہیں سکتے +

۳

خود کتاب کی شہادت

اب ہم خود کتاب کی طرف متوجّہ ہو کر اس کا امتحان کرتے ہیں۔

نہ اور کسی قوم کو اِس قسم کی تاریخ نویسی کا ڈھنگ آیا +

۲ - ہم برابر گویا ایک قسم کی خفیہ آواز اِس تاریخ کے سلسلہ میں سُننے آتے ہیں - جو لوگوں کو دھمکاتی - ہمت دلاتی - اور جب کبھی وہ نارضامند ہوتے ہیں - تو اُنکی منت کرتی پائی جاتی ہے - اس کتاب میں نبی یا مُورّخ یا مُصنّف کا فقط یہی فرض معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کے لئے ملامت کرے - پاکیزگی و تقدّس کی ترغیب تحریص دے - اور لوگوں کو (جیسا کہ کہیں کہیں گو ایسی صفائی کے ساتھ نہیں - نظر آتا ہے) ایک شریف اور خوبصورت زندگی کے نمونہ کی طرف متوجّہ کرے - یقیناً اِس قسم کی بات اور قوموں کی تاریخ میں مشکل سے ملیگی !

کیا کوئی شخص یہ کہیگا کہ یہ امر یہودی قوم کی اخلاقی میلان کے طبعی نشوونما کا نتیجہ تھا ؟ لیکن کیا یہ سچ ہے ؟ مگر وہ قوم تو خود اپنی زبان سے یہ اقرار کرتی ہے کہ اُنکا طبعی میلان زیادہ تر بُت پرستی اور حرامکاری کی طرف تھا - اِس بات کو یاد کرو کہ کیسی نارضامندی کے ساتھ وہ تعلیم کو قبول کرتے تھے - اور کس قدر کم اُس پر کاربند ہوتے تھے - وہ کس طرح اپنے انبیا کو جو اُن کے پاس پیغام لیکر آتے تھے قتل کر دیتے تھے - اور وہ بالکل اِس قول کے مصداق تھے جیسا کہ ستفنس نے اُنہیں خطاب کرکے کہا تھا کہ "اے سرکشو اور دل اور کان کے نامختونو - تم ہر وقت رُوح القدس کی مخالفت کرتے ہو" نہیں - بنی اسرائیل کے طبعی میلان اور خود آگاہی سے اِس قسم کی آواز کا نکلنا ہرگز ممکن نہ تھا +

۳ - پھر اِس قوم کی قومی نظموں و سگیتوں پر نظر کرو - میرے نزدیک تو یہ سارے عالم کی تاریخ میں ایک عجیب و غریب معجزہ معلوم ہوتا ہے

اُسی کی خدمت میں زندگی بسر کریں۔ کیا اس قسم کے خیالات محض انسانی دل سے بلا کسی بالائی امداد کے پیدا ہو سکتے تھے ؟

ا۔ ہم اُس میں یہودیوں کی قومی تاریخ پاتے ہیں

یقیناً قومی تاریخ کبھی ایسے عجیب طور پر نہیں لکھی گئی ہوگی۔ اُس میں ہر چیز الٰہی پہلو سے دیکھی جاتی ہے کہ اُس کا اُس کے ساتھ کیا لگاؤ ہے دوسری قوموں کے تحریری واقعات میں یہ درج ہے کہ اِس یا اُس عظیم الشان بادشاہ نے کیا کیا کارنمایاں کئے۔ کس طرح اُس قوم نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی یا اُن سے مفتوح ہوگئی۔ مگر یہودیوں کی تاریخ میں ہر ایک بات خدا کی طرف منسوب ہے۔ یہ خدا تھا جس سے فتح پائی۔ یہ خدا ہی تھا جس نے رہائی دلائی۔ خدا ہی تھا جس نے سزا دی خدا ہی تھا جو تعلیم دیتا ہے۔ اُس میں قومی شان و شوکت یا حشمت وجلال کی نسبت کوئی فخر نہیں پایا جاتا۔ اور نہ خودسرائی کر کے قوم کو شیخی بگھارنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ بلکہ اُن کے بڑے سے بڑے گناہ اور ذلتیں اور سزائیں ایسے ہی پورے طور پر بے کم و کاست بیان کر دی ہیں۔ جیسے اُنکی خوشیاں اور فتوحات +

دوسری اقوام میں اُنکی قدرت اور مرفہ الحالی۔ آسائش اور مال و دولت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ مگر ان عجیب تحریروں میں فقط نیکی ہی ایک قابلِ لحاظ چیز سمجھی جاتی ہے۔ نیکی کرنا اور راستی پر کاربند ہونا۔ ثروت یا دولت یا دنیاوی کامیابی کی نسبت بہت زیادہ قابل قدر اور قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہم اس قسم کی تاریخ نویسی کو محض ایک زمینی بات سمجھیں۔ تو یہ ایک عجیب بات ہوگی۔ مگر افسوس ہے کہ نہ تو ہمیں وہ

مجھے اپنے حضور سے مت نکال۔ اور اپنی پاک روح مجھ سے مت لیلے ...... خدا کی قربانیاں شکستہ دِل ہیں۔ شکستہ اور خستہ دِل کو اے خدا تو ناچیز نہ سمجھیگا[۵] ...."

"اے میری جان یہوواہ کو مبارک کہہ۔ اور جو کچھ مجھ میں ہے اُس کے مُقدّس نام کو مبارک کہے۔ اے میری جان یہوواہ کو مبارک کہہ اور اُس کے کسی احسان کو مت بھول۔ جو تیری ساری بدکاریوں کو معاف کرتا ہے۔ جو تجھے ساری بیماریوں سے شفا بخشتا ہے۔ جو تیری زندگی کو نیستی سے چھُڑاتا ہے۔ جو رحمت اور کرم سے تجھے گھیرتا ہے ...... یہوواہ رحیم و کریم ہے۔ غصّہ میں دِھیما اور رحمت میں بڑھکر۔ وہ تا ابد ملامت کرتا نہ رہیگا۔ وہ تا ابد غصّہ نہ رہیگا۔ اُس نے ہماری خطاؤں کے موافق ہم سے سلوک نہ کیا۔ اُس نے ہماری بدکاریوں کے مطابق ہمیں بدلہ نہ دیا۔ کیونکہ دیکھو۔ آسمان زمین سے کس قدر بلند ہے! اُسی قدر اُس کی رحمت اُس سے ڈرنیوالوں پر بڑی ہے۔ دیکھو۔ پورب پچھم سے کتنا دُور ہے! اُتنے ہی دور ہم سے اُس نے ہمارے گناہ ڈالدیئے۔ ہاں۔ جیسے باپ اپنے بچوں پر ترس کھاتا ہے۔ ایسے ہی یہوواہ اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں۔ رحم کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری حقیقت جانتا ہے۔ وہ یاد رکھتا ہے کہ ہم خاک ہی تو ہیں[۲] ......"

"یہوواہ میرا چوپان ہے مجھے کچھ کمی نہیں۔ وہ مجھے ہری چراگاہوں میں بٹھاتا ہے۔ وہ مجھے راحت کے پانی کی طرف لے چلتا ہے۔ وہ میری جان ٹھکانے پر لے آتا ہے۔ وہ اپنے نام کی خاطر صداقت کی راہوں پر میری

---

۵۱ زبور ۵۱ - ۵۲ زبور ۱۰۳ +

ایسا معجزہ کہ جان برائیٹ انگلستان کا مشہور فصیح و بلیغ مقرر یہ کہا کرتا تھا
کہ فقط یہی ایک بات بائیبل کو الہامی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ مَیں نہیں
خیال کرسکتا کہ کوئی ذی ہوش اور راستی پسند بیدین شخص بھی اِنکو اچھی طرح
سے مطالعہ کرے۔ اور پھر بھی یہ کہے کہ یہ معمولی انسانی دماغ کی پیداوار ہے*

جب میں اُس زمانہ کی دنیاوی تاریخ پر نظر کرتا ہوں۔ جبکہ زبور
لِکھی گئی (اور اِس امر کے لئے میں آخری سے آخری تاریخ لونگا جو کہ آجکل کے
علماء نے بہت سی نکتہ چینی اور چھان بین کے بعد ٹھہرائی ہے) اور جب
مَیں اُس زمانہ کی غلاظت اور حرامکاری۔ بُت پرستی۔ اور باطل پرستی۔
اور خدا اور فرض کی نسبت اُن کے ادنےٰ اور ذلیل خیالوں کو دیکھتا ہوں
اور جب میں اُس تاریخ کو اپنی بائیبل کے مقابلہ میں رکھکر زبور کی کتاب پر نظر
ڈالتا ہوں۔ تو مجھے یقین ہوتا ہے۔ کہ سخت سے سخت اور کٹا ملحد بھی ان
دونوں کے باہمی اختلاف کو دیکھکر اِس امر کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگا۔

"اے خدا اپنی رحمت کے مطابق مجھ پر ترس کھا۔ اور اپنے رحم کی کثرت
کے موافق میرے گناہ مٹا ڈے۔ مجھے میری بدکاری سے خوب دھو۔
اور میری خطا سے مجھے پاک کر۔ کیونکہ میں اپنے گناہ مان لیتا ہوں
اور میری خطا ہمیشہ میرے سامنے ہے۔ مَیں نے فقط تیری ہی خطا کی
ہے۔ اور جو تیری نظر میں بُرا ہے۔ سو میں نے کیا۔ تاکہ تُو اپنی باتوں میں صادق
ٹھہرے اور اپنے انصاف میں ٹھیک نکلے ..... میری خطاؤں سے
چشم پوشی کر۔ اور میری سب بدکاریاں مٹا ڈال۔ اے خدا۔ مجھ میں ایک
پاک دِل خلق کر اور ایک مستقیم روح میرے اندر نئے سر سے ڈال

کرتے تھے کہ کوئی خفیہ روح اُن کی روح کے ساتھ جدوجہد کرتی ہے۔ اور اُنہیں تعلیم و روشنی بخشتی ہے۔ یہانتک کہ بعض اوقات اُنہیں کلام کرنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔ انبیا کے سارے صحیفوں کو پڑھ جاؤ۔ اور اِس بات کا زور محسوس کرو کہ کس طرح وہ اِن الفاظ کو بار بار دُہراتے ہیں "خداوند کا کلام"۔ "خداوند یوں فرماتا ہے" وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات تم یہ بھی دیکھو گے کہ نیم رضا نبی "خداوند کے بوجھ" کے نیچے آہ و نالہ کرتا نظر آتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنی مرضی کے خلاف اس امر پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ خدا کی مِنتوں یا دھمکیوں کی بابت لوگوں سے کلام کرے۔ اور یہ سب اکثر اوقات اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھکر کرتا ہے۔ اور جب تم یہ سب کچھ دیکھ چکو۔ تو پھر اپنے دِل سے سؤال کرو کہ کیا ایسی باتیں معمولی اِنسانی تاریخوں میں پائی جاتی ہیں؟

۵۔ اَب اِس کتاب کی اِک خصوصیت کو بھی دیکھو۔ وہ زمانہ آئندہ کے متعلق پیشین گوئی کرتی ہے۔ اور اُس کی پیش خبریاں پوری بھی ہو جاتی ہیں۔ بھلا کون دانا یا مُدبر بلا امدادِ عالم بالا ایسا کر سکتا تھا؟ خدا فرماتا ہے "کون ہے جو میری طرح آنے والی باتوں کی خبر دے"؟

بھلا جہاں اِس قدر کثرت سے ایسے واقعات ہوں۔ میں وہاں کس کس کو بطور مثال کے چُنوں؟ نبی کے جو حزقیاہ کو قید بابل سے ۱۵۰ سال پہلے سخت لعنت ملامت کرتا ہے۔ اُس کے الفاظ سُنو۔ "ربّ الافواج کا کلام سُن۔ دیکھ وہ دِن آتے ہیں کہ اب جو کچھ کہ تیرے گھر میں ہے اور جو کچھ کہ تیرے باپ دادوں نے آج کے دِن تک ذخیرہ کر رکھا ہے۔ اُٹھا کے بابل کو لیجائیں گے۔ خداوند فرماتا ہے کہ کوئی

رہنمائی کرتا ہے۔ بلکہ خواہ میں موت کے سایہ کی وادی میں بھی چلوں تو بھی مجھے خوف و خطر نہو گا۔ کیونکہ تو میرے ساتھ ہے۔ تیری چھڑی اور تیری لاٹھی وہی میری تسلی کرینگے۔ تو میرے دشمنوں کے روبرو میرے آگے دستر خوان بچھاتا ہے۔ تو میرے سر پر تیل ملتا ہے۔ میرا پیالہ لبریز ہے۔ حقیقت میں بھلائی اور رحمت عمر بھر میرا پیچھا کرینگے۔ اور میں یہوواہ کے گھر ابدالآباد تک سکونت کرونگا۔" (زبور ۲۳)

میں ایسے زبوروں سے جن میں دشمنوں کو کوسا گیا ہے یا اور اسی قسم کے عیوب سے بیخبر نہیں ہوں۔ میں اس مضمون پر آگے چلکر بحث کرونگا۔ وہ باتیں اس عجیب و غریب اور شاندار مجموعہ میں ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے سورج کے چہرے کے داغ۔ سو چو کہ یہ نظمیں اُس زمانہ میں لکھی گئیں۔ جبکہ رومتہ الکبرے کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور پھر اپنے دل سے سوال کرو کہ کیا محض انسان ہی اس قسم کا کلام بنا سکتا تھا؟

۴۔ اور اب میں ایک اور عجیب امر کا بیان کرونگا جب ہم اس کتاب کا امتحان کرتے ہیں۔ تو ہم اُس میں معلموں کا ایک سلسلہ پاتے ہیں۔ ان کی نسبت ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ محض مذہبی جوش و خروش کے غلام تھے۔ کیونکہ وہ بڑے ٹھنڈے دل سے باتیں کرتے اور صاحب عقل و شعور معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کو دغا باز یا مکار بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُنکی تعلیم بہت ہی عالی پایہ ہے۔ اور باوجودیکہ اُنکی جان اس کے سبب سے معرض خطر میں تھی۔ تو بھی وہ دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ یہوواہ کیطرف سے بولتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ محسوس

کم وبیش صفائی کے ساتھ یہ یقین ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح اور کبھی نہ کبھی ایک کامل رہائی اور خلاصی۔ اور خدا کے ساتھ زیادہ قریبی اور حقیقی اتحاد اور یگانگت حاصل ہوگی۔ اور خدا کی حضوری اور قربت خاص طور پر عیاں ہوگی۔ کہیں کہیں ہم اس امر کے متعلق زیادہ صاف اور واضح پیش خبریاں بھی پاتے ہیں۔ کبھی تو ایک تخم یا نسل کا ذکر پڑھتے ہیں۔ جو سانپ کے سر کو کچلیگا۔ اور جس میں دنیا کی ساری قومیں برکت پائیں گی۔ کبھی ایک نبی کا ذکر پڑھتے ہیں جو موسیٰ کی مانند خدا کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ کبھی ایک بچہ کے پیدا ہونے یا ایک فرزند کے عطا ہونے کا ذکر پڑھتے ہیں۔ جس کا نام خدائے قادر۔ ابدی باپ۔ امن کا شاہزادہ ہوگا۔ یا ایک راستباز خادم کا بیان پاتے ہیں۔ جس پر خداوند سب کی بدکاریاں لادیگا۔ کہیں ایک مسیح شاہزادہ کا ذکر ہے۔ جو کاٹا جائیگا مگر اپنے لئے نہیں۔ یا کسی شخص کا جو ابن آدم کی مانند ہے جس کو ایک ابدی سلطنت بخشی گئی۔ ایک ایسی حکومت جو کبھی ٹل نہ جائیگی۔ کہیں ہم دوسری ہیکل کی شان وشوکت کا ذکر پاتے ہیں جو پہلی ہیکل سے کہیں بڑھکر ہوگی۔ الغرض اسی قسم کی بہت سی پیشخبریاں اس کتاب میں درج ہیں۔ اور یقیناً یہ ایک اور بھی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ یہودی اپنے کو دوسری اقوام سے بالکل الگ سمجھتے تھے اور اس امر کیلئے بڑے غیرتمند بھی تھے۔ تو بھی اس آنیوالے مسیح کی بنسبت یہ بھی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ غیر اقوام کا نجات دینے والا بھی ہوگا" کیا یہ کم ہے کہ تو یعقوب کے فرقوں کے برپا کرنے اور اسرائیل کے بچے ہوؤں کے پھرلانے کے لئے میرا بندہ ہو؟

چیز باقی نہ چھوٹے گی۔ اور وہ تیرے بیٹوں میں سے جو تیری نسل سے
ہونگے۔ اور تجھ سے پیدا ہونگے۔ لے جائیں گے۔ اور وہ شاہ بابل
کے قصر میں خواجہ سرا ہونگے" (یسعیاہ ۳۹: ۵-۷) پھر سُنو کہ میکاہ
نبی بھی اُسی قید کی خبر دیتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اُس رہائی کا بھی جو اُس کے
بعد واقع ہوگی ذکر کرتا ہے۔ (میکاہ ۲: ۱۰) پھر اُن پیش خبریوں کو
دیکھو جن میں خبر دیگئی ہے کہ بابل ایک ویرانہ ہو جائیگا۔ اور نینوہ
بالکل اُجاڑ ہو جائیگی۔ صور جال بچھانے کے لئے بطور چٹان کے ہوگا۔
اور اسرائیل تمام قوموں میں پراگندہ ہو جائیں گے۔ اور یروشلیم غیر اقوام
کے پاؤں تلے روندا جائیگا۔ کیا یہ باتیں فقط تیز فہم مؤرخوں کی محض دور اندیشی
کی باتیں تھیں۔ یا کہ بائبل کے یہ الفاظ لفظی طور پر صحیح ہیں کہ" نبوّت کی
کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی۔ بلکہ آدمی خدا کی طرف
سے روح القدس کی تحریک کے سبب بولتے تھے" (۲ پطرس ۱:۱) +

مگر ایسی پیشین گوئیاں جو محض قومی حالات کے متعلّق تھیں۔ ایسی
بہت اہم نہیں کہ ہم اُن پر یہاں زیادہ عرصہ تک ٹھہریں۔ اب ہم اُنکی
طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جن کی بنا پر دور و دراز عرصہ سے وہ مسیح کے
اُمیدوار و منتظر چلے آتے ہیں۔ ہر ایک شخص جو بڑی احتیاط سے اِس
کتاب کو مطالعہ کریگا دیکھ لیگا۔ کہ سارے عہد عتیق کی نبوّتوں میں ایک
طلائی ڈوری کے طور پر یہ گہرا یقین پایا جاتا ہے کہ خدا کے پاس اپنی
کلیسیا کے واسطے ایک اور بیش قیمت چیز موجود ہے۔ جو بنی اسرائیل کی
معمولی شکستوں۔ اور فتحیابیوں۔ قیدوں اور بحالیوں سے کہیں بڑھکر
ہے۔ اور جس کے لئے یہ تمام واقعات ایک طرح سے راستہ تیار کر رہے ہیں

کہ یہ مختلف صحیفے جن میں ایک دوسرے کے درمیان بعض صورتوں میں صدیوں کا وقفہ تھا سب مِل جُل کر ایک کامل اور متحد کتاب بن گئی؟ یہی ایک بات اُن کے الہامی ہونے کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔ مرحوم ڈاکٹر وشکوٹ صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر یہ معلوم ہو کہ یہ نوشتوں کے ٹکڑوں کا مجموعہ جو سوائے چند کے۔ بغیر کسی باہمی تعلق کے خیال کے اور پھر ایک دوسرے سے دور دراز فاصلہ پہ اور نہائت ہی مختلف حالات کے درمیان لکھے گئے تھے۔ باوجود اس کے بھی باہم مل جلکر ایک ایسی مکمل کتاب بنا دیتا ہے جو کسی دوسری کتاب کی صورت میں دیکھنے میں نہیں آتا۔ اور پھر اس کے علاوہ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ مختلف اجزاء جب تاریخی طور پر اُنکی تشریح کی جائے۔ تمدنی اور رُوحانی زندگی کی ایک بتدریج ترقی کا نشان دیتے ہیں۔ جو کم سے کم اس لحاظ سے باہم متحد ہے۔ کہ اُس سب کا رُخ ایک ہی جانب کو ہے اور اگرچہ یہ سب کچھ بغیر کسی قسم کے ظاہری ارادہ اور بندوبست کے ہُوا ہے۔ مگر پھر بھی اُس کے بقیہ واقعات کے باریک باریک تفصیلی اُمور میں بھی نہ صرف عجیب قسم کی مطابقت اور موافقت پائی جائے بلکہ تعلیمی مسائل کے درمیان میں بھی اتحاد و یگانگت ثابت ہو۔ اور اگر جس قدر کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں اُسی قدر وہ ایک ہی رُوح و مزاج سے معمور ثابت ہوں۔ تو اِس صورت میں بلا تامل یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ خواہ وہ ابتدا میں کسی طرح ہی وجود میں کیوں نہ آئے ہوں۔ اور خواہ کسی صورت سے ہی ایک جلد میں جمع کیوں نہ کئے گئے ہوں تو بھی اُن پر الٰہی مُہر صاف صاف ثبت

مگر مَیں نے تجھ کو غیر قوموں کے لئے بھی بطور نور کے بخشا ہے۔ کہ تیرے ذریعہ میری نجات زمین کے کناروں تک بھی پہنچے" (یسعیاہ ۴۹: ۶)۔

لوگ جس طرح چاہیں ان آیات کی تشریح کریں۔ مگر یہ ایک مانی ہوئی تاریخی بات ہے۔ کہ ان پیش خبریوں کے سبب سے یہودیوں کے درمیان کم و بیش صفائی کے ساتھ ایک سلطنت اور ایک مسیح کی جو کسی نہ کسی معنوں میں الہٰی ہوگا ایک اُمید پیدا ہوگئی تھی۔ ہمیں صاف دل کے ساتھ دریافت کرنا چاہئیے کہ آیا ان باتوں سے ہم کسی قسم کی تشریح و تفسیر کرکے پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔ نکتہ چین لوگ جتنا چاہیں کتاب کے زمانۂ تحریر کی نسبت چھان بین کریں۔ مگر اس امر سے کوئی شخص کبھی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ وہ بہر صورت مسیح سے کئی سو سال پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ اگر یہ پیشین گوئیاں اُوپر سے نہیں آئیں تو کہاں سے آئیں؟ کیا کوئی شخص اُنہیں پڑھکر یہ کہنے کا حوصلہ کرسکتا ہے کہ وہ محض مفروضہ باتیں تھیں جو اتفاقاً درست نکل آئیں؟ کوئی عقلمند آدمی تو ایسا کہنے کا نہیں۔ یقیناً کوئی مسیحی تو ایسا نہیں کہیگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہمارا خداوند اکثر انہیں پیش خبریوں کا حوالہ دیا کرتا تھا کہ ضرور ہے کہ یہ سب باتیں جن کا ذکر موسیٰ اور انبیا اور زبوروں میں اُس کے حق میں لکھا ہے۔ پوری ہوں"۔

۶- اور آخر میں ہم اُس عجیب و غریب یگانگت کا ذکر کرتے ہیں جو ساری کتاب کے مختلف صحیفوں میں باہم پائی جاتی ہے۔ اور یہ دلیل بھی کسی طرح زور میں دوسری دلائل سے کم نہیں۔ اگر ہم کہیں کہ کوئی بڑا اُستاد اس امر کی ہدایت نہیں کر رہا تھا۔ تو ہمیں بتانا پڑیگا کہ یہ کیونکر ہُوا

پیش نہیں کر سکا جیسا کہ اس کتاب میں دو ہزار سال ہوئے ایک نہائت تاریک زمانہ میں پیش کیا گیا تھا۔ تو بئیبل کے اور زیادہ امتحان کرنے کی کچھ بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہم کو بلا تامل اس کتاب کی ذاتی خوبی میں اس امر کی بین دلیل مل سکتی ہے کہ اُس کی زندگی اور قدرت کا کیا بھید ہے۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ خود خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خواہ بئیبل کی نسبت لوگوں کے خیالات میں کیسی ہی تبدیلی کیوں نہ واقع ہو جائے تو بھی یہ واقعات ہرگز ٹل نہیں سکتے۔

۴

مسیح کی گواہی

جن اُمور پر اُوپر بحث ہو چکی ہے وہ مسیحی اور غیر مسیحی دونوں کو اپیل کرتے ہیں۔ مگر یہاں میں صرف مسیحیوں کو مخاطب کرتا ہوں۔ اور اُس قطعی اور ناقابل جنبش بنیاد کا جس کی رُو سے ہر ایک مسیحی بئیبل کے الہٰی الاصل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ اُن سے ذکر کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سب کا مرکز خود یسوع مسیح ہے۔ وہ یعنے بئیبل اُس سے کسی طرح علیحدہ نہیں کی جا سکتی۔ وہ اُس کی زندگی کے ساتھ ایسا مضبوط طور سے بندھا ہوا ہے کہ ہرگز جُدا نہیں ہو سکتا۔

خدا کا مجسم ہونا ایک ایسا واقعہ نہیں ہے جو اُس کے ماقبل یا مابعد کی تاریخ کے ساتھ کچھ بھی تعلق یا واسطہ نہ رکھتا ہو۔ بلکہ وہ خدا کے اُن تاریخی ظہورات کی۔ جو وہ انسان پر کرتا ہے۔ اور جن کا عہد عتیق میں ذکر درج ہے۔ چوٹی کے طور پر ہے۔ اور بعد کے کامل ظہور کا جس کا

معلوم ہوتی ہے۔ جو اس امر کی شاہد ہے کہ یہ نوشتے اُن معنوں میں خدا کے الہام کئے ہوئے ہیں۔ جو معنی ہم کسی دوسری کتاب کے حق میں نہیں لگا سکتے ہیں۔[۵]

ہم یہاں اِس کتاب کے اِس مختصر امتحان و تفتیش کو ختم کرتے ہیں۔ بیرونی تصدیق سے بالکل قطع نظر کر کے ہم نے پاک نوشتوں میں اُس اندرونی قدرت کو دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے زور سے وہ تین ہزار سال سے لوگوں کی زندگیوں پہ قابض و حکمران رہے ہیں۔

اِس بیان میں ایک امر کے سوا ہم نے دیگر اُمور میں فقط عہدِ عتیق کے ادنےٰ مکاشفہ ہی کو مدِ نظر رکھا ہے۔ کیونکہ یہ عہدِ عتیق کے صحیفے ہی ہیں جن پہ آجکل زیادہ تر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اور نیز اِس لئے بھی کہ جو کچھ اُس کی اخلاقی اور رُوحانی عظمت کے بارہ میں درست و صحیح ثابت ہوگا۔ وہ بلا شبہ عہدِ جدید کی نوشتوں کے حق میں اُس سے بھی بڑھکر صحیح ہوگا۔ اس ادنےٰ قسم کے مکاشفہ میں بھی باوجود اُس کے ظاہری نقصوں اور عیبوں کے ہمیں ضرورت سے زیادہ ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے ہم اُس قدرت کا جو وہ لوگوں کے دلوں اور ضمیروں پر رکھتا ہے۔ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اگر ہم اِس بات کو یاد رکھیں کہ عہدِ جدید میں یہ اپیل زور و طاقت میں کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اور کہ آج کے دن تک کوئی قوم کوئی فردِ واحد۔ اِس قسم کا کوئی اعلےٰ اور بزرگ نمونہ دنیا کے سامنے

---

[۵] بائیبل کلیسیا میں صفحہ ۱۵

"کیا تم اس سبب سے بھول میں نہیں پڑے ہو کہ تم نوشتوں کو نہیں جانتے ہو" (مرقس ۱۲: ۲۴)۔

"یہ وہی ہیں جو میری گواہی دیتی ہیں" (یوحنا ۵: ۳۹)

"جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کی کتابوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں" (لوقا ۲۴: ۴۴)۔

"یہ جو لکھا ہے اُس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے" (لوقا ۲۲: ۳۷)۔

"موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب صحیفوں میں جتنی باتیں اُس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں۔ وہ سب اُن کو سمجھا دیں" (لوقا ۲۴: ۲۷)

"کیا تم نے نوشتوں میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا" (متی ۲۱: ۴۲)

"یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں۔ جو تیرے سامنے تیری راہ درست کرے گا" (متی ۱۱: ۱۰)

۵

اُس کی قدرت کی گواہی

اب میں اور کیا کہوں؟ کیا میں پھر آپ کو یاد دلاؤں کہ ہر ایک شخص جس نے دل لگا کر بائبل کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کا یقین اُسکے حق میں کیا ہے۔ ایک عالم اُس یقین کا ان لفظوں میں ذکر کرتا ہے کہ وہ "مجھے چھوڑتا نہیں"۔ لوگ اپنے ہی ذاتی تجربہ سے اس امر کو محسوس کرتے ہیں۔ کہ یہ کتاب خود اپنی آپ گواہ ہے" خود روح

ذکر عہد جدید میں ہے۔ سراور منبع ہے۔ عہد عتیق اُس تیاری کا ذکر کرتا جو مسیح کی آمد کے لئے ہوتی رہی۔ عہد جدید بتاتا ہے کہ جب تیاری تکمیل کو پہنچی "۔ تو وقت کے پورا ہونے پر خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا"۔ یسوع گویا ان دونوں عہدوں کے درمیان کھڑا ہے۔ اور اپنا ہاتھ دونوں کے سر پر رکھتا ہے۔ اُس نے عہد عتیق کے نوشتوں ہی کی بابت لوگوں سے کہا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اور اُس کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ عہد جدید اُس کے کلام اور افعال کی۔ اور رسولوں اور ابتدائی شاگردوں کی تعلیمات کی۔ جنہیں اُس نے روح القدس کی قدرت میں لوگوں کو تعلیم دینے کیلئے بھیجا۔ کہانی بیان کرتا ہے۔ اور یہی بات کہ مسیح اُن کا مرکز ہے۔ مختلف صحیفوں کے اِن دونوں مجموعوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کا باعث ہے۔ اُن کے تمام اجزا ایک دوسرے سے تعلّق رکھتے ہیں۔ عہد عتیق نامکمل ہے کیونکہ وہ عہد جدید کا منتظر ہے اور عہد جدید بھی بجائے خود نامکمل ہے۔ کیونکہ وہ پیچھے پھر کر عہد عتیق کی طرف دیکھتا ہے۔

اِسلئے اُس شخص کیلئے جو یہ یقین کرتا ہے کہ یسوع مسیح خدا ہے بائبل کا الہٰی الاصل ہونا ہمیشہ کے لئے سلامت ہے۔ خواہ اُس کے الہام کے حق میں اُس کی رائے کیسی ہی کچھ تبدیل کیوں نہ ہو جائے۔

مَیں یہاں فقط چند ایک آیات کو نقل کرتا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کِس طرح ہمارا خداوند عہد عتیق کی نسبت کہا کرتا تھا کہ وہ مُنزل من اللہ یعنی خدا کی دی ہوئی کتاب ہے اور اُس کی آمد کیلئے برابر راہ تیار کرتی رہی ہے:۔

پورے طور پر پیروی نہیں ہوتی تو بھی اُس کے ذریعہ سے کس قدر خوشی اور نیکی دنیا کو حاصل ہوئی ہے۔ تم یہ بھی دیکھ سکتے ہو کہ اگر اِس کتاب پر پورے طور سے عمل درآمد ہو تو یہی دنیا بہشتِ برین بن جائیگی۔ دُکھ اور شرارت بالکل معدوم ہو جائیں گے۔ پاکدامنی اور محبّت اور خود انکاری اس زمین پر سلطنت کریں گے۔ اور ست جگ کا زمانہ ابھی شروع ہو جائیگا +

وہ کتاب جو اِسی زمین پر آسمانی امن و خوشی کا نمونہ قائم کرنیکی قابلیت رکھتی ہے۔ ضرور آسمان سے اُتری ہوگی۔ وہ کتاب جس کے خوبصورت نمونوں کو کوئی آدمی کوئی قوم کبھی پورے طور پر نہیں پہنچ سکی۔ یقیناً معمولی طور پر محض انسانوں کے ہاتھوں کی بنی ہوئی نہیں ہو سکتی +

مَیں نے مختصر طور پر چند خیالات ظاہر کئے ہیں۔ جن سے بہت لوگ زمانۂ حال کی بحث اور جھگڑوں میں قوت اور اطمینان حاصل کر سکتے اور اپنے یقین کو بحال کر سکتے ہیں۔ کیا ہم ایسی کتاب کی طرف سے بیچین ہو جائیں جو اِتنے طاقتور طریقوں سے اپنے حق میں شہادت لیکر ہمارے پاس آتی ہے؟ کیا ہم اطمینان و تسکین قلب کے ساتھ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ وہ سب باتیں جنکی خاطر ہم اس کتاب کی قدر کرتے ہیں۔ ہر قسم کے حملوں سے محفوظ ہیں۔ اور ہمیں الہام کے متعلّق خواہ اپنے خیالات کو کتنا ہی تبدیل کرنا کیوں نہ پڑے۔ تو بھی ہم اس امر میں کبھی شک نہیں کر سکتے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے +

بھی اُنکی روح کے ساتھ گواہی دیتا ہے "کہ یہ کتاب کتابِ مقدس ہے - وہ ایسا اُنہیں ڈھونڈ لیتی ہے جیسے اور کوئی کتاب نہیں ڈھونڈ سکتی اُس کے الفاظ اُن کے دِل میں گہری تحریک پیدا کرتے ہیں - اُسکی مدد سے وہ نیک بن جاتے ہیں - اُس نے اُن کے ارادوں پر قابو پالیا ہے - اور اُن کے دِلوں کو خوشی و تسلّی سے بھر دیا ہے یہانتک کہ وہ اِس یقین سے باز نہیں رہ سکتے کہ اِس کتاب کی مانند کسی کتاب نے کبھی کلام نہیں کیا +

کیا میں تمہیں یہ کہوں کہ تم اپنے چاروں طرف دنیا پر نظر کرو اور اُس معجزہ نما طاقت کو ملاحظہ کرو - جو بیٔبل کو حاصل ہے ؟ کس طرح اُس کی تاثیر سے بُری زندگیاں درست ہوگئیں - اور شریف اور خوبصورت زندگیاں اُس سے روزمرّہ کی خوراک حاصل کرتی ہیں ؟ کیا تم نے کبھی کسی اور تاریخی یا نظمی کتاب یا سوانح عمری یا خطوط کا ذکر سُنا ہے - جن میں یہ طاقت ہے کہ وہ لوگوں کو شرافت اور عمدہ سی زندگی کی طرف مائل کرے ؟ کیا تم نے کبھی کسی شخص کو یہ کہتے سُنا ہے کہ میں ایک آوارہ مزاج اور بدچلن شخص تھا - اور اپنے خاندان کا ننگ تھا - یہانتک کہ میں نے فلاں شاعر کی نظمیں یا فلاں مؤرخ کی تاریخ مطالعہ کی ؟ کیا تم نے کسی شخص کو یہ کہتے سُنا ہے کہ میں نے فلاں قدیم قِصّہ یا نظم کے مطالعہ سے اُمید اور اطمینان قلب اور بُری عادتوں پر غالب آنیکی قوّت حاصل کی ؟

لیکن ایسے لوگ - جو بیٔبل کی نِسبت یہ کہہ سکتے ہیں - بہت ہیں - ہاں اُنکی تعداد ہزارہا ہزار ہو گی - تم دیکھ سکتے ہو کہ حالانکہ اُسکی

بائبل ایک معمولی قسم کی غیر الہامی کتاب ہے۔ تاہم اُس بے اطمینانی کو بھی جو میرے دِل میں اُس کے الہامی ہونے کی نسبت ہے۔ دور نہیں کر سکتا۔ میں اِس کتاب کے الہامی مصنفوں کے ایسے اقوال پاتا ہوں جو یسوع مسیح کے مقرر کردہ معیار میں پورے نہیں اُترتے۔ مَیں سُنتا ہوں کہ اُس کے تاریخی بیانات میں اختلاف ہیں۔ بعض باتوں میں وہ علوم جدیدہ کی فیصلہ شدہ باتوں سے مختلف ہے۔ اُس کے ابتدائی زمانہ کی اخلاقی تعلیم بالکل نکمّی اور ناکامل ہے۔ اور خود صحیفوں کے اندر جنہیں میں خدا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خیال کرتا تھا۔ تالیف و ترتیب اور صحت و ترمیم کے نشان پائے جاتے ہیں۔ کیسے ممکن ہے کہ یہ باتیں سچّائی کی روح کے الہام کے ساتھ مطابقت کھا سکیں ؟

اب اگر کسی آدمی نے خود کسی طرح ان مشکلات سے پیچھا چھڑا لیا ہے تو وہ اُن تمام منزلوں پر۔ جن کے ذریعہ سے درجہ بدرجہ اس سوال کو حل کر کے موجودہ اطمینان حاصل کیا۔ دوبارہ نظر ڈالتے وقت جلد ہی جلدی اُس پر سے گذر جانا چاہتا ہے۔ لیکن اگر وہ دوسرے کے دِل میں بھی وہی یقین پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تو مناسب ہے کہ وہ صبر و اطمینان کے ساتھ اُسی راستہ پر اپنے ہمراہی کی رہنمائی کرے۔ اِس قسم کے ذہنی خشغلوں میں چھوٹی پگڈنڈیاں ہرگز تسلی بخش ثابت نہیں ہوتیں +

میں پہلے باب میں اِس امر کا ذِکر کر چکا ہوں کہ جب کسی شخص کے دِل میں اِس قسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ تو اُس کے دیندار دوست عموماً اُس کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں۔ اب ہم دیکھیں گے کہ آیا اُس کی مشکلات کے ساتھ اَور کسی طور سے سلوک کرنا ممکن ہے یا نہیں جس سے

تیسری فصل

الہام کے بارہ میں مشہور عام خیالات

گزشتہ باب میں نے اس غرض سے لکھا ہے کہ اُس شخص کو جس کا دل بے چین ہو رہا ہے۔ حوصلہ دلاؤں۔ یہ یاد دلا کر کہ الہام کے متعلق اُسے خواہ اپنے خیال کیوں نہ تبدیل کرنے پڑیں۔ تو بھی الہام بجائے خود ہر ایک قسم کے حملوں سے عملی طور پر بالکل محفوظ ہے۔ خواہ بیئبل میں اُسے کیسی ہی مشکلات کیوں نہ نظر آئیں۔ تو بھی یہ ممکن نہیں کہ اُسے محض انسان کی بنائی ہوئی کتاب سمجھ سکیں۔ اور نہ کبھی اس امر میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے طور پر خدا کی طرف سے الہامی سمجھے جانے کے قابل ہے۔ جس طور پر ہم اور کسی کتاب کو نہیں سمجھ سکتے ✦

اِس خیال کو مدِ نظر رکھکر اُس شخص کو تمام مشکلات کا دلیری سے مقابلہ کرنیکی جرأت ہونی چاہئے۔ میں یہ ہرگز اُمید نہیں کرتا کہ اس بات سے اُس کی تمام مشکلات دور ہو جائینگی۔ وہ صاف صاف معلوم کریگا کہ وہ شخص جو الہام کا منکر ہے اُسے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا ہے بہ نسبت اُس شخص کے جو اُس پر یقین رکھتا ہے۔ مگر تو بھی بیئبل کے الہامی ماننے کے متعلق جو اُس کی مشکلات ہیں۔ اُن سے خلاصی پانا اُس کے لئے مشکل ہوگا۔ وہ یہ کہیگا کہ دو یقیناً میں اس بات کو تو نہیں مان سکتا کہ

تحقیقات سے بھاگنا شک و شبہ کو ترقی دینا ہے۔ جو شکوک خود بخود دل میں پیدا ہو جائیں۔ وہ کسی طور سے گناہ سمجھے جانے کے لائق نہیں ہیں۔ بھلا وہ بات کس طرح گناہ ہو سکتی ہے جس سے آدمی کو چارہ نہیں مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں شکوک نہیں ستاتے مگر زیادہ مبارک ہیں وہ لوگ جو شک اور تاریکی میں سے گذر کر سچائی کی اعلیٰ معرفت کو حاصل کرتے ہیں۔ ہم سچے دل سے یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو عاجز دل اور نیک نیت کے ساتھ سچائی کی تلاش میں مشغول ہیں۔ خواہ اُس کے سبب ان پر کچھ ہی وارد کیوں نہ ہو۔ اِس سچائی کے دریافت کرنے میں خدا اُنکی فرور مدد کریگا اور اگر بالفرض وہ اُس تک نہ بھی پہنچیں تو ضرور اُن کی خطا کو معاف کریگا۔ ایک قدیمی مصنّف لکھتا ہے کہ "اگر سچائی کیلئے ہر طرح کی محنت و کوشش کرنے کے بعد ہم ایسی باتوں میں جنکی بابت پاک نوشتے صاف صاف تعلیم نہیں دیتے غلطی میں پڑ جائیں تو اِس میں کچھ بھی خطرہ و اندیشہ نہیں۔ وہ جو غلطی کھاتے ہیں اور وہ جو غلطی نہیں کھاتے۔ دونوں نجات پائیں گے۔" چلنگورتھ

۲

سوتے کُتّوں کو سونے دو

اِسلئے ہر ایک کا فرض ہے کہ اُس امر کی سچائی میں جس سے بےچینی پیدا ہوئی۔ بڑے ادب سے مگر بے خوف ہو کر تفتیش و جستجو کرے۔ خدا کے نزدیک سچائی سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ سچائی خدا سے ہے۔ خواہ اُس سے ہمارے اندر بےچینی پیدا ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ہم کو سچائی پر اور خدا پر یقین ہے تو آخرکار اس سے بےچینی ہرگز پیدا نہ ہو گی +

درحقیقت اُس کو اُس حالت تک پہنچنے میں مدد ملے۔ جہاں سے وہ ٹھنڈے اور مطمئن دِل کے ساتھ الہام کے مسئلہ پر بذاتِ خود غور کر کے اُسے حل کر سکے +

ا

کیا یہ بےچینی گناہ ہے؟

یہ ایک عام طور پر مانی ہوئی بات ہے کہ مذہبی شکوک و بےچینی ہر صورت میں گناہ یا بدی نہیں سمجھی جانی چاہیئے۔ مگر تو بھی یہ ایک ایسی سچائی ہے جو ہر ایک شبہ میں پڑے ہوئے آدمی کے سامنے بار بار بڑے زور سے دُہرائی جانیکی حاجتمند ہے۔ اگر کسی آدمی کے دِل میں شبہات پیدا ہوں۔ بشرطیکہ وہ شبہات صاف دلی اور نیک نیّتی سے پیدا ہوئے ہوں۔ تو اِسے بھی ایسی ہی خدا کی بخشش سمجھنا چاہیئے۔ جیسے کہ یقین و ایمان کو سمجھا جاتا ہے۔ اور ضرور ہے کہ اس کے ذریعہ سے بھی آخرکار نیک نتیجہ نکلے۔ انگلستان کے مشہور شاعر ٹینسن کا یہ قول بالکل حق ہے کہ

"میری بات کو یقین مانو کہ اُس شک میں جو نیک نیّتی پر مبنی ہو۔ زیادہ ایمان کو دخل ہے۔ بہ نسبت دنیا کے آدھے عقائد ناموں کے"

اور بعض ایسے اوقات بھی زندگی میں پیش آتے ہیں۔ جبکہ ایسے شکوک کو اپنے سے دور رکھنا اُلٹا گناہ ہو گا۔ ایسے بےچین آدمیوں کی صورت میں جن کو میں مخاطب کر رہا ہوں۔ بئیبل کی نسبت اس قسم کی بےاطمینانی ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ اور بھی ترقی کر تی جائے۔ اور آخرکار وہ مذہب اور خدا کی نسبت ہر ایک قسم کے یقین و اعتقاد کو خیرباد کہہ بیٹھیں

تمہارا بس چلے کبھی سوتے کُتوں کو سوتے رہنے مت دو۔ وہ اپنی نیند میں بھی بھونک بھونک کر تمہیں ہمیشہ بے آرام کرتے رہیں گے۔ اور ممکن ہے کہ کسی نہ کسی دن وہ اُٹھکر تمہیں چیر پھاڑ ڈالیں +

۳

عُلما کا اعتماد

جب آدمی کو یہ معلوم ہوگیا کہ اُس کی بے چینی بُری بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔ اور اُسے اِسقدر شیطان کی آزمائش نہیں سمجھنی چاہئے۔ بلکہ یہ جاننا چاہیئے کہ وہ خدا کا طریق ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ سچّائی کی تعلیم دیتا ہے۔ تو اس کے علاوہ امداد اور یقین کی بحالی اس امر سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ کہ بڑے بڑے علما اور علم الٰہی کے جاننے والے جنکی اعلٰی دینداری میں کسی کو شبہ نہیں۔ سالہا سال سے اِن باتوں سے جو تمہیں بے چین کر رہی ہیں۔ واقف و آشنا ہیں۔ مگر انہیں کبھی اِن کے سبب سے کوئی پریشانی یا اضطراب نہیں ہوتا۔ خواہ کوئی اس امر کی حقیقت کو سمجھ سکے یا نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ دیکھکر کہ ایک شخص بیبل کا نہائت قابل اور گہرا نکتہ چین بھی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے اُس کی تعلیم میں کامل اعتقاد رکھتا۔ اور اُسے خدا کی الہام کی ہوئی کتاب سمجھتا ہے ضرور انسان کا یقین و اعتقاد تر و تازہ اور مضبوط ہو جانا چاہیئے۔ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر جب ہم ایسے اشخاص سے زیادہ گہری واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے جس قدر زیادہ گہری تحقیقات کی اور بیبل کو باریک نظر سے مطالعہ کیا۔ اُسی قدر پہلے کی نسبت اُنکا خیال بیبل کی عظمت اور شرافت اور خدا کی الہامی

اِس لئے اِس قول پر کہ ''سوتے کتوں کو سونے دو'' کبھی قناعت نہ کرو۔ کیونکہ اوّل تو یہ ایک بڑی کمینہ بات ہوگی۔ اِس سے ظاہر ہوگا کہ تم خدا پر اور سچائی پر حقیقی ایمان نہیں رکھتے۔ مگر ساتھ ہی یہ ایک خوفناک بات بھی ہے۔ کیونکہ اکثر یہ کُتے خدا کے پہرہ دار رکتے ہیں۔ تاکہ تمہیں اِس امر سے خبردار کرتے رہیں کہ تمہارے ایمان و اعتقاد میں سڑا دینے والی باتیں شامل ہوتی جاتی ہیں۔ اگر تم اُنہیں خاموش کرنے کی کوشش کرو گے۔ اور اُنہیں سونا رہنے دو گے تو تمہیں ایک نہ ایک دن معلوم ہوگا کہ تمہارا ایمان بالکل زنگ آلودہ ہوگیا۔ اور تمہیں خبر بھی نہیں ہوئی۔ اور اس کے علاوہ خود تمہارے دلی اطمینان کے لحاظ سے بھی اُن سے ایسا سلوک کرنا سخت حماقت کی بات ہے۔ اگر تمہارا ننھا بچہ بیچا کے خوف سے تاریک جگہ میں جانے سے ڈرتا ہے تو وہ جب کبھی اُس جگہ کے پاس سے گذریگا ہمیشہ ڈرا کریگا۔ لیکن اگر تم اس کے ساتھ جا کر اُس چیز کو باہر روشنی میں کھینچ لاؤ تو وہ دیکھ لیگا کہ وہ بیچا نہیں بلکہ سفید چادر کھونٹی پر لٹک رہی تھی۔ اور اگر تم بھی اسی طرح بائبل میں کسی بیچا سے ڈرتے ہو جو تمہارے مذہبی اعتقاد کو برباد کرتا ہؤا معلوم دیتا ہے تو تمہارے دِل میں ہمیشہ اُس کی طرف سے خوف بیٹھا رہیگا۔ جب تک کہ تم دلیری کے ساتھ اُسے روشنی میں نہ لاؤ گے۔ شاید اس سے تم کو یہ فائدہ پہنچے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا اعتقاد تصحیح و ترمیم کا حاجتمند ہے۔ یا ممکن ہے کہ جب اپنے سے بہتر اور دانا آدمی کی مدد سے تم اُس پر نظر کرو۔ تو وہ بالکل وہمی بات ثابت ہو اور اِس طور سے اُس سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے۔ خیر خواہ کچھ ہی ہو اُسے روشنی میں کھینچ لاؤ۔ اور جہانتک

اگر اس بات کو مدنظر رکھا جائے تو یقیناً یہ ہے کہ بائبل کے اعتقاد کے متعلق سب سے بڑے خطرات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ بہت سے آدمی اور ان کے سامعین بھی بچپن سے انہیں رنگین عینکوں کے وسیلے بائبل کو پڑھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور نہ وہ اور نہ یہ اس خیال کے سوا جس کے وہ بچپن سے عادی ہو رہے ہیں۔ اور کسی نئے خیال کا تصور نہیں کر سکتے۔ اسلئے اس بات کے نکتہ چینی کرنے والے کی دلائل بڑی پر زور اور قابل [illegible] معلوم ہوتی ہیں۔ اور اسکے سامعین کے دل بھی انکو قبول کرنے کو پہلے ہی سے تیار ہیں۔

اس رنگ کی کتاب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

بائبل یقیناً ایسی [illegible] کی کتاب ہے۔

اسلئے بائبل خدا کی طرف سے نہیں ہے۔

اور یہ [illegible] البتہ اگر [illegible] دکھا دیا [illegible] اور [illegible] کی تمام [illegible] مشکلات [illegible] ہو جاتی ہیں۔



الہام کے متعلق مشہور عام خیالات کی خطرناک حالت

جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر الہام ایسی سیدھی بات ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو اس کے سمجھنے میں اس قدر مشکلات پیش آتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اسلئے کہ انہوں نے خود وہ مشکلات اپنے ذہن میں پیدا کر رکھی ہیں۔ انہوں نے الہام کی حقیقت سے ناواقف ہو کر پہلے ہی سے ایک غلط تصور پیدا کر رکھا ہے کہ الہام کیا کچھ ہونا چاہئے۔ انہوں نے بلا کسی سند کے یہ فرض کر لیا ہے کہ اگر خدا بائبل کو الہام دے تو ضرور ہے کہ وہ اسے ایک

کتاب ہونے کے متعلق زیادہ وسیع ہو گیا۔ اُنہوں نے چھوٹے چھوٹے مسائل کو جو اُنہیں بیبل کے الہامی یا اصلی ہونے کے اعتقاد سے روکتے تھے اُٹھا کر پھینک دیا ہے۔ اُنہوں نے سچائی کی تلاش کی اور سچائی نے اُنہیں بالکل آزاد کر دیا ہے +

۴

رنگدار عینک کے ذریعہ بیبل پر نظر کرنا۔

دوسرا قدم اِس بے چینی کے دور کرنے کیلئے یہ ہوگا کہ ایسا شبہ پیدا ہونے لگتا ہے کہ شاید ہم کبھی یہ سمجھیں کہ یہ الہام نہیں جو معرضِ خطر میں ہے بلکہ وہ مسائل جو لوگوں نے اُس کے متعلق گھڑ رکھے ہیں۔ اِنسانی خیال کی تاریخ میں مشکل سے کوئی بات ایسی عجیب و غریب معلوم ہوگی کہ کس طرح ذی عقل و ہوش آدمی بھی نسلاً بعد نسلاً بیبل کے متعلق اپنے ہی بے بنیاد مسائل قائم کر کے ان پر ٹکے رہتے ہیں۔ بلکہ اِس امر پر اصرار کرتے ہیں کہ جو بیہودہ خیالات وہ بیبل کے الہام کی نسبت رکھتے ہیں وہی حق ہیں۔ اُنہوں نے اپنے لئے ایک قسم کی رنگدار عینکیں ایجاد کر لی ہیں۔ اور اُنہیں کو لگا کر بیبل کو پڑھتے ہیں۔ وہ اُنہیں عینکوں کو پشت در پشت اپنے بچوں کی آنکھوں پر بھی لگاتے رہے ہیں۔ جس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ وہ رنگ اب بیبل کا حقیقی رنگ سمجھا جانے لگ گیا ہے۔ اور اس سے طرح طرح کے شکوک اور جھوٹے خیال اور بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ اس بات سے آدمی کے دل پر سے ایک بوجھ سا اُتر جاتا ہے۔ جب اُسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیبل نہیں بلکہ رنگدار عینکیں ہیں جنہیں اُتار پھینکنا چاہئے۔ اور جب اِس کتاب کو اِس قسم کے خیالات کو بالائے طاق رکھکر مطالعہ کیا جاتا ہے تو بہت سی سخت مشکلات اور بے چینی فی الفور دور ہو جاتی ہیں +

وارد ہوتے ہیں جو عوام الناس میں مُروّج ہیں۔ اور جنہیں تعلیم یافتہ مسیحی مدت سے ترک کر چکے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اِس کے یہ دیکھکر کہ بعض بھلے آدمی اِن بیہودہ خیالات کی بڑی سرگرمی اور جوش و خروش کے ساتھ حمایت کر رہے ہیں۔ گویا کہ خود مذہب کی بنیاد اِنہی سچائیوں پر رکھی ہوئی ہے سخت افسوس آتا ہے *

لوگوں کے لئے یہ امر کیسا تسکین بخش اور تسلی دِہ ہوگا اگر اُن پر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ محض بعض مسیحیوں کے توہمات باطلہ ہیں جو وہ بائبل کی نسبت رکھتے ہیں جو اس ساری بے اطمینانی کے لئے جو لوگوں میں پھیل رہی ہے جوابدہ ہیں۔ اور دشمنوں کا قریباً ہر ایک حملہ جہانتک ہمیں معلوم ہے لوگوں کے اس بے بنیاد یقین سے کہ فلاں فلاں باتیں بھی الہام کی تعریف میں داخل ہیں۔ اپنی قوت حاصل کرتا ہے *

اے ناظرین۔ اگر یہ بات سچ ہے تو کیا بائبل کے متعلق ہماری سخت سے سخت مشکلات کا فی الفور خاتمہ نہیں ہو جائیگا ؟ کوئی آدمی سورج کے داغوں کو دیکھکر اُس کی طرف سے دِل برداشتہ نہیں ہو جائیگا۔ اور نہ کسی عمدہ تصویر پر کہیں کہیں کسی گوشہ میں ذرا سا خراش دیکھکر اُس کا لطف اُٹھانے سے انکار کریگا۔ اِسی طرح کوئی صادق دِل آدمی جو بائبل کی عجیب و غریب حسن و خوبصورتی پر نظر کرتا ہے۔ اُن ذرا ذرا سے نقصوں کا خیال بھی دِل میں نہ لاتا اگر اُس کے سامنے اِس قسم کے خیال پیش نہ کئے جاتے کہ (جیسا کہ عوام میں مشہور رہا ہے) اس کتاب میں کسی ایسے نقص کا دکھائی دینا اُس کے درحقیقت خدا کی طرف سے ہونے کے خلاف ہے۔ اُسے یہ بتایا جاتا ہے کہ ایسے نقص ہرگز اُس میں موجود نہیں ہیں۔ اور اگر کہیں ایسے نقص تمہیں نظر بھی آئیں تو اپنی

خاص طور پر جو اُنکے نزدیک معقول اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ الہام کرتا۔ ضرور ہے کہ اُس کے الفاظ بھی الہامی ہوں۔ یا ضرور ہے کہ وہ بالکل نقص و غلطی سے مبرا ہو۔ یا اُس کی زبان اور طرز تحریر ہر قسم کے عیب سے پاک ہونی چاہیئے۔ یا اُس کی تعلیم مذہبی اُمور کے متعلق شروع ہی سے کامل ہونی چاہیئے اور بہر صورت وہ ایسی اور ویسی ہونی چاہیئے جیسا اُن کی رائے میں ایک کتاب کیلئے جو خدا کی طرف سے الہام ہو۔ ہونا ضروری ہے +

خدا نے اُنہیں اِس قسم کی کوئی بات نہیں بتائی۔ مگر یہ اُنکا اپنا خیال ہے کہ ایسا ہونا چاہیئے۔ اُنکی یہ غلطی قابل معافی ہے۔ کیونکہ وہ اُس محبت آمیز ادب وعقیدت سے جو وہ بائبل اور اُس کے دینے والے خدا کی نسبت رکھتے تھے پیدا ہوئی۔ مگر تو بھی وہ غلطی ہی ہے۔ اور اِس کے سبب سے بائبل کو بہت کچھ نقصان پہنچا ہے +

لوگ اِسی قسم کی باتیں اپنے بچوں کو بھی سکھاتے رہے ہیں کہ الہام و مکاشفہ کے یہی معنی ہیں۔ رفتہ رفتہ جب یہ بچے بڑے ہوتے ہیں تو اِس کتاب کے بعض حصوں میں ایسی ایسی باتیں پاتے ہیں جو اِن خیالات کے مطابق اُترنے میں قاصر رہتی ہیں تب وہ فی الفور اِس کتاب کے الہامی ہونے پر اعتراض شروع کر دیتے ہیں بجائے اسکے کہ پہلے اِس بات کو دیکھیں کہ جو تعریف الہام کی اُنہیں بتائی گئی تھی کہیں وہ تو غلط نہیں ہے +

الہام کو الہام کے مشہور عام خیال کے ساتھ خلط ملط کر دینے سے وہ تمام غلط خیال پیدا ہوئے ہیں۔ جو ایمانداروں اور بے ایمانوں میں مروج ہیں۔ اُن تمام حملوں کا جو ملحدین نے بائبل پر کئے ہیں مطالعہ کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کیونکہ ہمکو معلوم ہو جائیگا کہ اِن اعتراضوں میں سے ۹/۱۰ محض اُن خیالات پر

اُسے پرستش کیلئے ایک بُت میں تبدیل کر دیا ہے ۔ ہم نے ہر ایک خوبی جو ہمیں عمدہ معلوم ہوئی اُس کی طرف منسوب کر دی ہے مگر یہ نہیں سوچا کہ آیا ایسا کرنے کیلئے ہمارے پاس کوئی وجہ بھی ہے یا نہیں ۔ اس میں یا جہاں کہیں کوئی علوم یا تاریخ کا اشارہ پایا جاتا ہے اُس کیلئے خدا کو ذمہ دار ٹھیرا دیا ہے ۔ نہیں بلکہ مُصنّفوں کے ناموں کیلئے بھی جو شروع سے کتاب میں درج ہیں الٰہی سند پیش کرتے ہیں ۔ اس طور سے بجائے اس کے کہ ہم ایسی شریف الہامی کتاب کا عقلمندوں کی طرح ادب و عزت کریں ہم نے اس کی ایسے طور پر پرستش کی جیسے احمق لوگ ایک بُت کی کرتے ہیں ۔ وہ ایمان جسے بائبل کی روح کو پڑھنے میں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی اب حروف اور الفاظ کی باطل پرستی میں خرچ ہو رہا ہے ۔

تواریخ سے بھی ظاہر ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے ۔ انسان جن چیزوں کی عزت و ادب کرتا ہے آخر کار یہی حال ہوتا ہے یہودیوں کے ربی لوگ موسوی تحریروں کی ایسی عزت کرنے لگ گئے کہ آخر کار کہنے لگے کہ خدا نے خود آسمان سے یہ کتابیں لکھی ہوئی موسیٰ کے حوالہ کی تھیں ۔ نہیں بلکہ یہ کتاب ایسی کامل اور الٰہی صفات سے موصوف تھی کہ خود یہوداہ خدا تعالیٰ اس کے مطالعہ میں ہر روز تین گھنٹے صرف کیا کرتا تھا ۔ محمدی لوگ بھی اپنے قرآن کی بابت کہتے ہیں کہ اُسے راہ راست جبرائیل فرشتے نے اصل نسخہ سے جو آسمان میں محفوظ ہے محمد صاحب کو سکھایا تھا ۔ وہ بالکل کامل اور بے نقص عربی زبان میں لکھا ہوا موجود تھا اور اس کا ہر ایک حرف خدا سے ہے تو وہ ہر طرح کی خطا و نقص اور سہو و نسیان سے مبرا ہے اور جو باتیں اُس میں درج ہیں اُن میں ہرگز

آنکھوں کی شہادت کا کبھی یقین نہ کرو۔ بھلا جو کتاب آسمان سے اُتری ہو اُس میں ایسے نقص کب ہونے ممکن ہیں؟

کیا اس سے انسان کے دل کو تقویت حاصل نہیں ہوگی اگر اُسے ثابت کر دیا جائے کہ اس قسم کی تعلیم محض باطل [illegible] ہے؟ بیئبل آسمان پر سے بنی بنائی نیچے نہیں گری۔ اور نہ وہ جیسا کہ [illegible] اصلی نسخوں کی صورت میں لکھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اصلی نسخوں سے جنہیں [illegible] پیشتر ہوئے نسخے میں نقل کی گئی ہے۔ بیشک آدمیوں نے [illegible] البتہ یہ سچ ہے کہ وہ آدمی خدا کی طرف سے ملہم ہوئے تھے۔ مگر تو بھی وہ [illegible] دل اور انسانی کمزوریاں اور انسانی [illegible] رکھتے تھے۔ اور یہ [illegible] بھی طور پر لکھی گئی۔ اور جس [illegible] ہم [illegible] وقت [illegible] دماغ کو استعمال کرتے ہیں اسی طرح اس کے لکھنے والوں نے [illegible] ہیں [illegible] آسمان سے اتری [illegible] دنیا کی روحانی ہدایت کیلئے [illegible] اور ایک [illegible] تعلیم اس سے [illegible] ہوتی تھی مگر اس امر سے کہ وہ خدا کی طرف سے الہام ہوئی اس نے [illegible] انسانی کتاب کو [illegible] نہیں کر دیا۔ البتہ [illegible] مختلف نوشتوں کو جو [illegible] نظم [illegible] خطوط [illegible] مختلف اشیا [illegible] کے ہاتھ سے مختلف زبانوں [illegible] مختلف [illegible] سے اور [illegible] الہی [illegible] کے مختلف [illegible] سے لکھے گئے تھے۔ ایک جلد میں [illegible] دیا [illegible] ایک قسم کی [illegible] داخل کر دیا گیا ہے ہیں [illegible] کلاموں کا مجموعہ [illegible] استعمال کے لئے دیا گیا تھا [illegible]

بیخکنی کردیجائے - اور خدا کے ان پاک اقوال کی نسبت پرادب مگر معقول اعتقاد رکھنے میں آزادی کے ساتھ ترقی ہو +

۶

ایک تحدّی

اور اب اے ناظرین پیشتر اس کے کہ ہم آگے بڑھیں کہ ہم الہام کے ان مشہور عوام خیالات میں سے اُس خیال کو جس نے سب سے بڑھکر خرابی پھیلائی ہے بیان کردیں - اور ساتھ ہی اسکے اُس کے مؤیدوں کو مدعو کریں کہ اگر یہ صحیح ہے تو اُسکا ثبوت پیش کریں - ابتک ہم نے صرف عام طور پر اُنکا ذکر ان ناموں سے کیا ہے - کہ وہ مشہور عوام یا روائتی خیال ہیں - اب ہم دلیرانہ ان میں سے ہر ایک خیال کا فرداً فرداً مقابلہ کرینگے - اور جو ہمیں سچائی کے مخالف نظر آئیگا اُسے بلا تامل مار گرائینگے - تاکہ بیبل اُن کے ضرر سے محفوظ ہو اور ہمارے بیچین دوستوں کو اطمینان قلب نصیب ہو +

۱ - لفظی الہام کا وہ مسئلہ ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ خدا کتاب مقدس کے صحیفوں کا مصنّف ہے انہیں معنوں میں جیسے عموماً کوئی شخص کسی کتاب کا مصنّف ہوا کرتا ہے - اور ہر ایک باب - آیت - لفظ - بلکہ حرف بھی براہِ راست اُسی کا لکھایا ہوا ہے +

۲ - الہام میں جو انسانی عنصر کا بڑا حصہ ہے اُس سے انکار کرنا +

۳ - یہ یقین کہ ضرور ہے کہ الہام شدہ بیبل بالکل ہر نوع کی سہو و خطا سے مبرّا ہو - خواہ تفصیلی اُمور میں خواہ دنیاوی واقعات کے متعلق اُمور میں +

۴ - یہ کہ الہامی کتاب کی اخلاقی اور روحانی تعلیم کسی زمانہ میں بھی ناکامل

کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اور اُس کا فیصلہ اٹل ہے۔ اور کہ وہ ہر زمانہ میں ہر طرح کے نقص سے اور نقل کرنیوالوں کی غلطی سے محفوظ رہا ہے اور خود خدا اُسکا محافظ و نگہبان ہے +

اے ناظرین۔ آپ کہیں گے کہ یہ سب وہم و خیال ہے اور ان دعوؤں کا کوئی بھی ثبوت موجود نہیں۔ یہ تو سچ ہے۔ مگر کیا اس سے اُس انسانی میلان کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ جس کی عزت و ادب کرتا ہے اُسکو کس پایہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کیا اس سے ہمارے لئے سبق نہیں ہے کہ ہم بیبل کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرنے سے خبردار رہیں +

میں کہتا ہوں کہ ہم نے بھی بیبل کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔ ہم بھی قریباً اُس کے حق میں یہی سب باتیں کہہ گذرے ہیں۔ ہم موسیٰ اور مسیح اور پولوس کیواسطے وہ وہ حقوق طلب کرتے ہیں۔ جو شاید کبھی اُن کے وہم و خیال میں بھی نہیں آئے تھے۔ شاید ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اِن باتوں کو اُن سے بہتر سمجھتے ہیں۔ مگر اس قسم کے باطل توہمات کے ذریعہ ہم نے اس کتاب کی فطرتی حسن و خوبصورتی کو گنوا دیا ہے۔ اور ہم نے اس کتاب کو اپنی حماقت سے دشمنوں کے حملوں کیلئے نشانہ بنا دیا ہے کہ بچہ بچہ بھی اگر چاہے تو اُس پر ملحدانہ حملہ کرنے کیلئے میدان کھلا پاتا ہے +

میں پھر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ امر بہت ہی فائدہ بخش ہوگا۔ اگر ہم لوگوں کے ذہن نشین کردیں کہ اِن بوجھوں کیلئے جو لوگوں نے اُسکی گردن میں باندھ رکھے ہیں بیبل جوابدہ نہیں ہے۔ اس سے ہم دشمنوں کے حملوں کے درمیان بیچین نہیں ہونگے۔ اور یقیناً ہم اس امر کیلئے مصمم عزم باندھنے پر آمادہ ہونگے کہ جہانتک ہوسکے جلد اس قسم کی باطل توہمات کی

کہ مذہب یا اخلاق کے متعلق ناقص تعلیم دے۔ کہ ہر ایک لفظ کو اُس کے صاف اور ظاہری معنوں میں لینا چاہیئے۔ اور کہ ایسی کہانی جیسے کہ ایوب کا معاملہ اور شیطان کا خدا سے ہمکلام ہوتا ہے۔ لفظی طور پر درست واقعہ ماننا چاہیے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا مذہبی سچائیوں کی تعلیم کے متعلق ایک محض شاعرانہ خیالی نظم و ناٹک الہام کر دیتا +

اِن سب سؤالوں کے جواب میں میں کہونگا کہ ہرگز نہیں اِن سؤالات پر غور و بحث کرتے ہوئے تم خواہ کسی نتیجہ پر کیوں نہ پہنچو تاہم اُس سے تمہاری بیبل کے الہامی ہونے کے یقین پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا +

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ الہام بیبل کے متعلق مسیحی دین اس قسم کے عقائد رکھنے کا ذمہ اُٹھا چکا ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی عقیدہ قابلِ اعتراض ثابت ہو تو اُس کے ساتھ ہی بیبل کے الہامی ہونے کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ نہیں۔ بلکہ خود مسیحی دین بھی معرضِ خطر میں ہوگا !

مگر پہلے یہ بتایئے کہ بیبل میں کہاں لکھا ہے کہ الہام کی یہ تعریف ہونی چاہیئے کہ وہ ان مذکورہ بالا ساری باتوں کا بیڑا اُٹھائے۔ ہرگز کہیں نہیں لکھا +

بیبل میں ایسا ہرگز کہیں نہیں لکھا۔ اگرچہ یہ بات آپ کو عجیب معلوم ہو۔ لیکن اگر آپ ذرا بھی غور و فکر کرینگے۔ تو آپ پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ بیبل ہمیں کسی مقام پر بھی یہ نہیں بتاتی کہ الہام کی کیا تعریف ہے۔ درحقیقت بیبل اپنے الہام کے متعلق سوائے اِس کے کہ وہ اس کا دعویدار ہے کہیں بھی اَور کچھ نہیں بتاتی اور اِس کی

یا ناشائستہ نہیں ہوسکتی -

۵ - یہ کہ کسی کے ترتیب دینے یا اصلاح کرنے یا مُصنّف کے نام میں غلطی کرنے سے کسی کتاب کے الہامی ہونے میں نقص عائد ہوتا ہے -

یہ پانچ مختلف خیالات ہم اِسوقت منتخب کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک غلط ہیں - اور اسلئے ہم اِن میں سے ایک ایک کی تردید کر کے دکھائینگے کہ اِن خیال کے مؤیّدوں کے پاس کوئی شہادت انکی تائید میں موجود نہیں ہے - اور جو کچھ ہے سو اُن کا اپنا ہی وہم و خیال ہے +

پہلا خیال تو آگے ہی قریباً مر چکا ہے اور اسلئے موئے کو مارنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی - مگر دوسرے خیال ذرا سخت جان ہیں اور بہت سے مسیحیوں کے دِل میں اب بھی اُنہیں جگہ حاصل ہے +

وہ آگے چڑھکر یکے بعد دیگرے ہمارے سامنے آئینگے - لیکن اسوقت ہم صرف اُن پر سرسری نظر کرتے ہیں اور اِس باب کو ختم کرنے سے پہلے فقط ایک ضرب لگائینگے +

۷

کیا الہام کی کسی خاص تعریف کو ماننا ہم پر لازم ہے ؟

لیکن شاید کوئی ہم سے پوچھے کہ کیا ان عقائد کو ماننا مجھ پر فرض نہیں ہے ؟ کیا الہام پر اعتقاد رکھنے سے مجھ پر یہ ماننا لازم نہیں ٹھہرتا کہ بیبل کے تاریخی واقعات کا ہر ایک بیان معجزانہ طور پر ہر ایک قسم کی سہو یا غلطی سے محفوظ کر دیا گیا ہے - اور کہ اُسکے لکھنے والے علم ہیئت یا علم الارض کے متعلّق ہر قسم کی غلطی کھانے سے محفوظ تھے - اور کہ بیبل کی ہر ایک کتاب یکساں قدر و قیمت رکھتی ہے - کہ الہامی آدمی کے لئے ممکن نہیں

ان سب کا مدار اسی عام یقین پر ہے کہ مسیحی دین الہام کے متعلق خاص خاص عقائد رکھنے کا پابند ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ ہمیں صرف الہام پر یقین کرنا لازمی ہے۔ مگر اُس کی تشریح میں ہم جتنا چاہیں ایک دوسرے سے اختلاف رکھ سکتے ہیں ۔

اگر ہم یہ دیکھیں کہ بائبل میں خاص خاص باتیں ہیں جنہیں عوام کے مسلّمہ اعتقاد کے ساتھ مطابقت نہیں دے سکتے تو اس سے بے چین ہونے کا کوئی موقعہ نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ الہام کے متعلق یہ عقیدہ ہی غلط ثابت ہو۔ کیونکہ اس قسم کے عقائد کا مدار محض انسانی رائے اور انسانی ظن پر ہے۔ ہمارا اعتقاد جو الہام کے متعلق ہے۔ وہ کسی خاص تعریف کا پابند نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض ہم دوستانہ ادنے تعریف جو الہام کی کی جا سکتی ہے۔ مان بھی لیں تو بھی مسیحی مذہب کے بنیادی اصولوں میں کسی طرح کی لغزش واقع نہیں ہو سکتی ۔

نہیں بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مذہب کے بنیادی اصول اس امر پر بھی منحصر نہیں ہیں کہ کسی [illegible] الہام میں بھی اعتقاد رکھا جائے۔ مثلاً ہر ایک بحث و حجت جو بشپ بٹلر اور پادری پیلی صاحب مسیحی مذہب کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں وہ اُس آدمی کے نزدیک بھی جو کسی الہام و مکاشفہ کا قائل نہیں۔ بلکہ "چاروں انجیل نویسوں کو ایک معمولی دیانت دار راست گو اور عام عقل کے آدمی مانتا ہے" یکساں وقعت اور زور رکھیں گی یہ سب سے اہم سوال کہ آیا مسیح نے اس طور پر زندگی بسر کی۔ اس طور پر کلام کیا۔ اور مر گیا اور جی اُٹھا۔ اِن انجیل نویسوں کے صاحب الہام

حقیقت اور وسعت کے بارہ میں اور اس امر میں کہ کسی کتاب کے الہامی ہونے میں کیا کیا باتیں شامل ہیں غور و فکر اور فیصلہ کرنا وہ ہماری عقل و دانش پر چھوڑ دیتی ہے +

اور پھر یاد رہے کہ مسیحی کلیسیا نے بھی جو پاک نوشتوں کا شاہد اور محافظ ہے اس بارہ میں اپنے بچوں کے لئے کوئی خاص قانون نہیں ٹھیرا دیا۔ موجودہ بے چینی کے زمانہ سے جب ہم پیچھے کو نظر کرتے ہیں۔ تو ہم اُس دائمی الٰہی رہنمائی کا جس کا کلیسیا سے وعدہ کیا گیا ہے برابر صاف صاف کھوج پاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف زمانوں میں الہام کی نسبت لوگوں کے مختلف خیال تھے۔ کبھی ادنیٰ تھے۔ کبھی اعلیٰ۔ کلیسیا کے لئے کتنی بڑی آزمائش ہوتی ہوگی کہ آئندہ نسلوں کے لئے ایسے اہم معاملہ پر ایک ناتبدیل قانون چھوڑ جائے۔ حالانکہ یہ مسئلہ اُن گہرے مسائل سے جن کے حل کرنے کے لئے کونسلوں نے مختلف زمانوں میں اپنی ساری طاقت خرچ کردی۔ کہیں زیادہ اہم اور ضروری تھا۔ لیکن باوجود اس مسئلہ کے اس قدر اہم اور ضروری ہونے کے اور باوجود اس قدر اختلاف رائے ہونے کے پھر بھی کوئی عقیدہ یا حکم یا قاعدہ کلیسیا کی طرف سے مقرر نہیں ہوا جس کا ماننا خادمانِ دین یا مقتدیوں پر لازمی ٹھیرتا ہ

تو جب کہ نہ تو بیُبل نے نہ کلیسیا نے اس مسئلہ کا فیصلہ کیا ہے تو کسی آدمی کو کیا اختیار ہے کہ اس امر میں ہماری آزادی چھیننے کی کوشش کرے ؟ اگر ہم اب دب جائیں تو اس سے ہمارے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ ملحدوں کے سخت سے سخت حملوں اور مسیحیوں کی سخت پریشانی۔

چوتھی فصل

الہام کے متعلق سچا خیال کس طرح باندھ سکتے ہیں

۱

غلط طریق

یہ ایک نہایت ضروری اور اہم امر ہے کیونکہ جو کچھ بے دلی زیادہ تر اس سے پیدا ہوئی ہے کہ لوگوں نے گذشتہ زمانہ میں اس مسئلہ پر غور و بحث کرنے کے لئے غلط طریق اختیار کئے۔ جو غلط طریق اس وقت خاص طور پر میرے مدِ نظر ہے۔ سو یہ ہے کہ چونکہ ہم پہلے سے تو ذہن میں یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ خدا کو فلاں معاملہ میں اس طور سے کام کرنا چاہئے تھا۔ اس لئے یہ اُمید باندھ بیٹھے ہیں کہ اس نے یقینی طور پر ایسا ہی کیا ہوگا۔ مگر یہ طریق ہرگز اطمینان بخش نہیں۔ کیونکہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ خدا اُس طریق سے کام نہیں کرتا جیسا کہ ہم نے اپنے ذہن میں فیصلہ کرلیا تھا کہ اُسے اس طور سے کرنا ضرور ہے۔ یہ بات اکثر بتائی گئی ہے کہ اگر تجربہ ہمیں اس کے برعکس نہ بتاتا تو ہم بڑے وثوق کے ساتھ یہ دعوی کرسکتے کہ اگر خدا انسان کو الہام دیتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ اس

ہونے پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ فقط اس امر پر کہ آیا وہ جائز اور معتبر گواہ تھے یا نہیں۔ مگر میں اس امر کا کس لیئے ذکر کرتا ہوں؟ یقیناً اسلیئے نہیں کہ میں بائیبل کے الہامی ہونے پر مضبوط اعتقاد رکھنے کی ضرورت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ میرا یہ منشا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو قدیمی تعصبات اور توہمات کو ڈھیلا کردوں تاکہ لوگوں کو الہام کی حقیقت اور وسعت کے متعلق صاف دل اور نیک نیت سے تحقیقات کرنے کے لیئے آزادی حاصل ہو۔ میں اس امر پر زور دینا چاہتا ہوں کہ ہم اس سوال پر جس کے حل کرنے کے لیئے یہ کتاب لکھی گئی ہے آزادانہ بحث کریں اور یہ خوف دل میں نہ لائیں کہ اس سے کسی طرح ہمارے پاک دین کی بنیادیں ہل جائینگی۔ کیونکہ بالفرض اگر ہم بائیبل کے ہر ایک صحیفے کو غیر الہامی ہی مانیں تو ہمیں اس وجہ سے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بائیبل کی قدر و قیمت اس وجہ سے ہماری نظروں میں بہت کم ہو جائیگی۔ اسلیئے جبکہ ہماری دین کی بنیاد ہی الہام کے متعلق کسی خاص قسم کے اعتقاد رکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ جبکہ خود بائیبل نے بھی اس سوال کو بے حل کیئے چھوڑ رکھا ہے۔ اور جبکہ کلیسیا نے بھی گذشتہ ۱۹۰۰ سال میں کوئی قاعدہ یا دستور اس کے متعلق قائم نہیں کی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم بھی الہام کے متعلق تعریفوں یا مسئلوں کی نسبت اپنے کو ایسا ہی آزاد نہ سمجھیں جیسے کہ ہوا اور جوار بھاٹا کے اسباب کی نسبت سمجھتے ہیں ✦

قدیمی جھگڑا بالکل فراموش ہوگیا ہے۔ مگر الہام جوں کا توں ویسا ہی موجود ہے
پھر بعض آدمیوں نے یہ ٹھہرایا کہ چونکہ خدا بیٔبل کا مصنف ہے
تو ضرور ہے کہ اُس کی زبان اور عبارت ہر قسم کے نقص سے خالی ہو (ٹھیک
ویسے ہی جیسے کہ مسلمان قرآن کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں)۔ کیسے ہو سکتا
ہے کہ خود خدا کا کلام ایک ادنیٰ درجہ کی عبرانی اور یونانی زبان میں
لکھا جائے؟ ایسا کہنا اُس کے منجانب اللہ ہونے سے منکر ہونا ہوگا۔
مگر یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی۔ بیٔبل ایک بے نقص زبان یا عبارت میں
نہیں لکھا گیا۔ اور لوگوں نے رفتہ رفتہ جان لیا کہ کسی کتاب کے الہامی
ہونے کے لئے یہ امر ضروری نہیں +

پھر اس امر پر بڑا زور دیا جاتا تھا کہ ضرور ہے کہ خدا کا کلام ایسے معجزانہ
طور پر محفوظ و مصئون ہو کہ اُس میں کسی زمانہ میں بھی نقل کرنے والوں
کے ہاتھ سے ذرا سی بھی غلطی واقع ہونے کا احتمال و اندیشہ نہ ہو۔ اور
ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہؤا ہے جب اصلاح شدہ ترجمہ سے یہ ثابت ہؤا
کہ مختلف نسخوں میں سہو کاتب سے کہیں کہیں خفیف غلطیاں واقع
ہوئی ہیں۔ تو اس سے پاک نوشتوں کے متعلق بہتوں کے ایمان متزلزل
ہو گئے۔ بلکہ امریکہ کی اسقفی کلیسیا نے ایک جلسہ میں عام طور پر یہ دعویٰ
کر دیا کہ "منکروں کے سارے حملوں کے باوجود مسیحیوں کے دل میں
پاک نوشتوں کی عزت و توقیر کو کسی چیز نے ایسا نقصان نہیں پہنچایا" جیسا
اس بات نے۔ مگر کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ لوگوں نے اپنے دل میں
فرض کر لیا تھا کہ خدا کو چاہیے تھا کہ نقل کرنے والوں کی اُنگلیوں کی ایسی
حفاظت کرتا کہ وہ خفیف سی غلطی بھی نہ کر سکتے۔ خدا نے اُن کو یہ نہیں بتایا تھا

الہام تک سب لوگوں کی رسائی ہو۔ یا کم سے کم یہ کہ آسمانی الہام ایسے طور پر دیا ضرور ہے۔ کہ جب اُس تک کسی شخص کی رسائی ہو تو اُس کے سمجھنے میں غلطی کرنے کا کوئی خوف و خطر نہ ہو۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے مفروضات کا کوئی ثبوت نہیں۔ ہم اب اس قسم کی باتیں فرض نہیں کرتے اسلئے کہ واقعات نے اُن کی بالکل تردید کر دی ہے مگر الہام کی نسبت جو جو خیال باندھے گئے ہیں اُن کی ساری تاریخ اسی قسم کی بے بنیاد مفروضات کا قصہ بیان کرتی ہے۔ جو ایک ایک زمانہ میں بطور عقائد مسلمہ کے تسلیم کر لئے گئے تھے۔ اور جو اُس وقت خدا کی طرف منسوب کئے گئے تھے۔ لیکن اُن پر آجکل کوئی بھی یقین نہیں رکھتا بلکہ وہ مشکل سے لوگوں کو یاد بھی ہونگے +

میں یہاں اُن میں سے صرف چند مثالیں نقل کرونگا۔ جن سے یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ میرا یہ الزام کہ مسیحی لوگ اپنی بیبل کی نسبت اُس سے کچھ کم اعتقادانہ خیال نہیں رکھتے تھے جیسے کہ محمدی لوگ قرآن کی نسبت رکھتے ہیں۔ سولھویں صدی میں یہ بڑے وثوق سے مانا جاتا تھا کہ عبرانی نوشتوں کے اعراب بھی الہام سے لگائے گئے ہیں۔ کیونکہ ممکن نہ تھا کہ خدا کسی لفظ کے صحیح تلفظ کو ایسی حالت میں چھوڑ دیتا کہ اُس کی نسبت کسی قسم کا شبہ پیدا ہو سکے۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد اس قول پر اعتراض کیا گیا اور بعض علماء نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ اعراب عہد عتیق کے صحیفوں کی تکمیل کے کوئی ہزار سال بعد ایجاد ہوئے۔ تو اُس وقت اُن پر بھی یہ الزام لگایا گیا تھا۔ کہ اُن کے خیالات الہام کے متعلق صحیح نہیں ہیں۔ خیر۔ اب ہم سب جانتے ہیں کہ یہ علماء صحیح کہتے تھے۔ اور اس وقت یہ

اُن کے صحیح یا غلط ہونے کے سوال سے قطع نظر کرکے ایک صاحب عقل آدمی پہ جو اُن پر غور کرے صاف روشن ہو جائیگا کہ الہام کے متعلق بعض عقائد جو اسوقت کثیر التعداد مسیحیوں کے دل میں نہائت گہری جگہ رکھتے ہیں ایسے ہی بے بنیاد مفروضات ہیں۔ جیسے کہ وہ جواب بالکل مفقود ہو گئے ہیں۔ جن دلائل کی بنیاد پر ہمارے آباؤ اجداد اپنے ان الہامی عقائد کو مانتے تھے اُسی قسم کی دلائل کی بنا پر ہم اس وقت اپنے موجودہ عقائد کو مان رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا نے ضرور بئیبل کو ایسا اور ویسا بنایا ہوگا۔ اور یہ قرین عقل ہے کہ وہ ایسا بناتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر ہمارے کسی ایسے اعتقاد میں کچھ فرق آنے لگتا ہے تو ہم ایسے مُشتوش اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں جیسے کہ ہمارے بزرگ اپنے مرحمی عقائد کی نسبت ہوتے تھے۔ اور وہ بھی ہماری طرح ایسا ہی کہا کرتے تھے کہ "اگر یہ بات سچ نہیں ہے تو بئیبل ہرگز الہامی نہیں ہو سکتی" کچھ تعجب نہیں کہ جو لوگ بئیبل پر حملہ کرتے ہیں وہ ہمارے ہی الفاظ کو لیکر اُنہیں اپنے حملوں کا اوزار بناتے ہیں؟

ہمیں کس نے بتایا ہے کہ خدا کو چاہئیے تھا کہ بئیبل کو اُس طرح الہام کرتا جس طرح کہ ہم چاہتے ہیں۔ نہ اُس طرح جس طرح کہ وہ خود چاہتا ہے؟ ہم کون ہیں جو اس امر پر حکم لگا دیں۔ کہ اُس نے الہامی کتابوں کے لکھنے والوں کو کس قدر علم کی وسعت اور کس قدر امداد دی یا اُسے دینی چاہئیے تھی؟ کب ہم گذشتہ حالات سے عبرت حاصل کریں گے؟ اور کب ہم اس قسم کے ڈھکوسلوں سے باز آئیں گے۔ کہ چونکہ ہماری یہ رائے ہے کہ خدا کو یوں یا ووں کرنا چاہئیے تھا۔ اِس لئے اُس

کہ میں نے ایسا کیا ہے۔ اور نہ اُن کے پاس اس قسم کا خیال کرنے کے لئے کوئی سند تھی۔ مگر اُنہوں نے اپنے ذہن میں یہ بات فرض کر لی تھی۔ اور پھر اُسے الہام کی تعریف کا ایک حصہ بنا دیا۔ کہ اُس نے ضرور ایسا کیا ہے اور اس لئے جب اُن کے اس خیال کی غلطی ثابت ہوگئی تو بیبل کے الہام کے متعلق اُن کے یقین و ایمان میں فرق آگیا +

مجھے اور اسی قسم کے اعتقادوں کے جواب بالکل مفقود ہو گئے یا ہوتے جاتے ہیں۔ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً یہ کہ زبور کی ساری کتاب داؤد کی لکھی ہوئی ہے۔ خلقت چوبیس چوبیس گھنٹے کے چھ دنوں میں تکمیل کو پہنچی۔ یا یہ کہ اس امر سے انکار کرنا کہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہے۔ خود مسیح کی الوہیت سے انکار کرنا ہوگا۔ جس نے فرمایا تھا کہ " وہ سورج کو چڑھاتا ہے وغیرہ"۔ اس قسم کے خیالات کی غلطی اور اُن کے سیدھے سادے لوگوں کے ایمان کے لئے خوفناک ہونے کے بارہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم ان اُمور کی بابت خواہ مخواہ اپنے دل میں بعض باتوں کو فرض کر لیں اور پھر اُن کو الہام کی تعریف کے ساتھ ایسا خلط ملط کر دیں۔ کہ جب اُن باتوں کی غلطی ثابت ہو جائے تو بیچارے سیدھے سادے لوگوں کو اپنے ایمان کے لالے پڑ جائیں +

اب ہم جب کبھی اِس قسم کے خیالات کا ذکر سنتے ہیں تو ہمیں ہنسی آتی ہے۔ مگر اُن لوگوں کے لئے جو ان کو مانتے تھے وہ بالکل راست اور صحیح تھے۔ اور شائد ہم میں سے بھی بعض لوگ جو اِس وقت اِن باتوں کو سُنکر مسکراتے ہیں اُن لوگوں سے بڑھکر عقل و دانش نہیں رکھتے۔ خود اِن مشہور عوام عقائد کو جو وہ بیبل کی نسبت رکھتے ہیں۔ ملاحظہ کرو؟

کسی عوام الناس کے مسلمہ عقیدے یا کسی مفروضہ مسئلے کو خواہ کیسے زور شور سے اُس کی تائید کیوں نہ ہوتی ہو کبھی مت مانو۔ جب تک کہ تم ان نوشتوں کی تحقیق و جستجو کر کے یہ نہ معلوم کر لو کہ یہ باتیں فی الحقیقت ایسی ہی ہیں" +

علوم کی دوسری شاخوں میں اہل فلسفہ مدت سے یہ تسلیم کرتے آئے ہیں کہ تحقیقات و جستجو کا صرف یہی صحیح طریق ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ لوگ نیچر کو بھی ایسے ہی طور سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ جیسے لوگ اب بائبل کو کرتے ہیں۔ وہ پہلے بعض دعووں کو صحیح تسلیم کر لیا کرتے تھے اور پھر انہیں سے نتائج استخراج کرتے جاتے تھے۔ مثلاً اہل ہیئت نے فرض کر لیا تھا کہ اجرام آسمانی کو دائروں میں حرکت کرنی ضرور ہے۔ کیونکہ اُن کی حرکت کامل ہونی چاہیئے۔ اور دائرہ نہائت کامل گولائی ہے۔ اور جو واقعات مشاہدہ میں آتے تھے اُن کو بھی کسی نہ کسی طرح تشریح کر کے اسی اصول کی قید میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ سوائے تذبذب اور پریشانی کے اور کچھ نہ ہوا۔ اور علم کی ترقی پر مُہر لگ گئی۔ جیسا کہ آجکل بائبل کا بھی یہی حال ہے۔ مگر تین سو سال ہوئے فرانسس بکین نے لوگوں کو ایک بہتر تجویز بتائی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "خود نیچر سے سوال کرو۔ وہ تمہیں صحیح جواب دیگی۔ جو خیال تمہارے دل میں جم رہے ہیں اُنہیں دھو ڈالو۔ قدرت کے واقعات اور ظہورات کا امتحان کرو۔ اور دیکھو کہ کونسا مسئلہ تم قائم کر سکتے ہو۔ جس میں یہ سب سما جائیں"۔ اور اس طور سے اُس نے مطالعہ فطرت کی ایسی کایا پلٹ دی کہ اُس میں دیر پا نتائج کا پھل لگنے لگا + یہی طریق ہمیں الہام کے مطالعہ میں استعمال کرنا چاہیئے۔ ہمیں وہ پرانا

نے ضرور ایسا ہی کیا بھی ہے۔ اور اگر اُس نے ایسا نہیں کیا تو ہمیں الہام پر یقین لانے سے قطعی انکار کر دینا چاہیئے ÷ بشپ بٹلر نے ایک سو چاس سال ہوئے بڑی دانائی سے لوگوں کو یہ صاف بتا دیا تھا۔ گو کہ اُس کا بتانا کچھ بھی کام نہ آیا کہ "ہم کسی صورت سے پہلے ہی سے اس امر کے حکم یا فیصلہ کرنے والے نہیں ہو سکتے کہ کس طریق سے یا کس مقدار سے ہم اس بالائی قدرت روشنی اور ہدائت عطا ہونے کے اُمیدوار ہو سکتے ہیں پاک نوشتوں کے اختیار و سند کے متعلق صرف یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آیا وہ وہی ہیں جس کا وہ اپنے حق میں دعوے کرتے ہیں۔ آیا وہ اِس قسم کی کتاب ہے اور اس طور سے جاری کی گئی ہے۔ جیسا کہ کمزور آدمی کسی ایسی کتاب کی نسبت جو الٰہی الہام پر مشتمل ہو خیال کرنے کے عادی ہیں۔ اور اس لیئے نہ تو مغلظات۔ نہ عبارت کے ظاہری نقص نہ مختلف قرأتیں۔ نہ مُصنّفوں کے متعلق ابتدائی زمانہ کے جھگڑے۔ نہ اور کوئی اس قسم کی بات۔ خواہ وہ اِن سے بھی بڑی کیوں نہ ہو۔ پاک نوشتوں کے اختیار کو زائل کر سکتی ہے۔ سوائے اِس کے کہ انبیا یا رسل یا ہمارے خداوند نے یہ وعدہ دیا ہو کہ وہ کتاب جس میں الٰہی الہام درج ہو ان باتوں سے محفوظ و مصئون ہونی چاہیئے[۱] ÷

۲

صحیح طریق

اچھا تو اگر یہ غلط طریق ہے تو الہام کے متعلق سچی بات معلوم کرنے کا صحیح طریق کونسا ہے؟ صحیح طریق یہ ہے کہ خود بئبل سے سؤال کر

[۱] انالوجی حصۂ دوم باب ۳ ÷

ہے۔ وہ انسانی زندگی کے تمام ظہوروں کی تہ میں اور پس پشت خدا ہی کو پاتی ہے۔ جب کہ دوسری تاریخیں فقط لڑائیوں اور شکستوں کامیابیوں اور ناکامیوں۔ قوم کے بادشاہوں اور رہائی دینے والوں کے حال بیان کرتی ہیں۔ یہ تاریخ بیبل ایک عجیب و غریب اور پُر راز الٰہی باریک بینی کے ساتھ پردہ کو پھاڑ کر پیچھے چلی جاتی ہے۔ اور یہ دکھا دیتی ہے کہ ان سب واقعات کے پس پُشت۔ جو محض اتفاقی معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اَور طاقت اس ساری دنیا کا انتظام و بندوبست کر رہی ہے۔ وہ تاریخ ہر جگہ خدا کو دیکھتی ہے۔ وہ خدا کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الٰہی تعلیم اور یہ الٰہی باریک بینی الہام کی اُس تعریف کا جو میرے نزدیک صحیح ہے۔ بہت بڑا جزو ہونی چاہئے +

اور جب میں آور بھی مطالعہ کرتا ہوں تو میرے دل میں یہ یقین جاگزین ہوتا جاتا ہے کہ اس کتاب میں ایک خفیہ طاقت بھری ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ انسان کی اعلیٰ اور شریف زندگی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور جوں جوں اس کتاب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اُسی قدر زیادہ زور سے ہمیں اپنے گناہوں سے آگاہی ہوتی ہے۔ اور ہمارے دل میں راستبازی اور صداقت کے لئے تیز زور خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور اس لئے مَیں اس عجیب و غریب رُوحانی قدرت کو بھی الہام کی تعریف کا ایک جزو قرار دونگا +

جب میں اَور بھی آگے بڑھتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ انبیاء اور دیگر اشخاص صاف صاف اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ رُوح قدس اپنی تاثیر سے اُن کی ہدائت کرتا۔ ان میں تحریکیں پیدا کرتا ہے۔

طریق چھوڑ دینا چاہیئے۔ جس میں پہلے یہ فرض کر لیتے تھے کہ فلاں فلاں بات بائبل کے حق میں صادق آنی چاہیئے۔ اور پھر انہیں مفروضات کی بنیاد پر بحث و حجت شروع کرتے تھے۔ ہمیں بیکن کے قاعدہ پر عمل کرنا چاہیئے کہ "خود بائبل سے سوال کرو اور وہ تمہیں صحیح جواب دیگی" ہمیں اپنا الہام کا مسئلہ اُن واقعات کی بنا پر قائم کرنا چاہیئے۔ جو بائبل میں مرقوم ہیں۔ اور وہ اُسی صورت میں صحیح ہوگا۔ جب ان تمام واقعات کے ساتھ مطابقت کھائیگا +

اب میں اس طریق کو ایک سادہ مثال کے ذریعہ سے بیان کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ الہام کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے معلوم کر لوں۔ خدا نے مجھے کہیں نہیں بتا دیا کہ الہام ٹھیک ٹھیک کیا ہے۔ اُس نے مجھے یہ بتایا ہے کہ یہ ایک الٰہی تاثیر ہے۔ یا یوں کہوں کہ قدیم لکھنے والوں کی رُوح میں رُوح قدس کا نفخ ہے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اِس سے ٹھیک ٹھیک مُراد کیا اور کس قدر ہے۔ نہ یہ کہ مجھے اُس سے کس قسم کے اثرات کی اُمید رکھنی چاہیئے۔ اس لئے میرے پاس اسکے دریافت کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اس واقعہ کے متعلق تحقیقات کروں کہ بائبل میں اُسے کس طور سے پیش کیا گیا ہے +

میری رائے میں بائبل اَور سب کتابوں سے اِس امر میں مختلف ہے کہ وہ بالکل خدا سے معمور ہے۔ الٰہی خیالات اُس کے انبیاؤں اور زبور نویسوں کی زبان سے نکلتے ہیں۔ اِس کی پیشین گوئیاں ایسی ایسی بھید کی باتیں بتاتی ہیں۔ جو خدا ہی ظاہر کر سکتا تھا۔ اُس کی تواریخ دوسری تواریخوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ الٰہی پہلو کو مدّنظر رکھتی

تواریخ کے صحیفوں کے بعض بیانات۔ اگر میں اس کی اطمینان بخش تشریح نہیں کر سکتا تو ضرور میرے دل میں شبہ پیدا ہوگا۔ کہ میں اپنے فیصلہ میں جلدی کر رہا ہوں۔ اور کہ ابھی مجھے یہ حق حاصل نہیں ہوا کہ اپنے الہام کی تعریف میں اُس کے مصنفوں کے ہر ایک صیغہ میں سہو و خطا سے قطعاً مبرا ہونے کی صفت کو بھی داخل کر دوں +

اور اس طور سے قدم بقدم اور درجہ بدرجہ میں الہام کا وہ تصور حاصل کراونگا جس میں یہ سب باتیں شامل ہوں۔ کبھی تو مجھے اپنے خیالات کی ترمیم کرنی پڑیگی۔ اور کبھی زیادہ روشنی ملنے کے سبب پہلے خیال کو رد کرنا پڑیگا۔ اور اس طور سے آخرکار میں علمی قاعدہ کے مطابق بائیبل کے الہام کی صحیح تعریف کر سکونگا +

پس اس طور سے کارروائی کرنے میں کسی قدر تسکین ملتی ہے۔ جب میں عام مفروضات کی بنا پر تحقیقات شروع کرتا ہوں کہ الہام کے تصور میں یہ اور وہ باتیں شامل ہونی چاہئیں۔ تو میں قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہوں۔ اور معترض میری جان کھاتے ہیں۔ کہ یہ باتیں جو تم کہتے ہو بائیبل ہرگز اُن کے مطابق نہیں پایا جاتا۔ لیکن اگر میں اپنے سب مسائل کو خود بائیبل کے اندرونی امتحان پر موقوف رکھوں تو معترض بجائے مخالف ہونے کے سچائی کی تلاش میں میرا مددگار و معاون بن جاتا ہے۔ میں اُن باتوں کی تحقیقات کرنے میں جو وہ میرے سامنے پیش کرتا ہے۔ ہرگز خوف نہیں کرتا۔ اگر وہ میری تردید کے خیال سے میرے سامنے کوئی تاریخی نقص یا کوئی بیان جو خلاف اُصول علم ہو۔ پیش کرتا ہے۔ تو اس سے نہ مجھے لرزہ چڑھتا ہے نہ میرا دل پیچ و تاب کھانے لگتا ہے۔ اور میں کہتا

اور انہیں گویا اُٹھائے لئے جاتا ہے۔ اور میں اپنے الہام کے تصور میں اس آگاہی کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔ جو مُصنّف کے دل میں خدا کے الہامی پیغامبر ہونے کے متعلق پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب اور بھی مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مُصنّف بھی ہیں جو (مثلاً انجیل نویس) اس قسم کی آگاہی اور احساس کا ذکر تک بھی نہیں کرتے۔ مُقدّس لوقا اپنی انجیل لکھنے کا فقط یہ سبب بتاتا ہے کہ وہ اپنے نفس مضمون سے زیادہ کامل واقفیت رکھتا ہے۔ اور مُقدّس یُوحنّا کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اِن واقعات کا چشم دید گواہ ہے۔ اِس لئے میں اپنے اِس فیصلہ کو ملتوی کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ نہیں۔ لکھنے والے کے دل میں اس قسم کی آگاہی کا ہونا الہام کا لازمی جزو نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی خاص طور پر خدا کی طرف سے الہام حاصل کرے۔ مگر اُسے اِس کی خبر تک بھی نہ ہو۔

اب شاید میرے نزدیک اس امر کے فرض کرنے کے لئے حجت و دلیل موجود ہو۔ کہ روح القدس کی اس ہدایت و رہنمائی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ لکھنے والا ہر قسم کی تاریخی یا علمی اُمور کی تحریر میں حقیقت سے خفیف غلطی میں پڑنے سے بھی محفوظ رکھا جائے۔ اس لئے میں اپنے الہام کے تصور میں اس امر کو بھی داخل کر دیتا ہوں۔ میرے نزدیک اِس قسم کے مفروضات کو جن کی صحت اغلب ہو داخل کر لینے میں کچھ ہرج نہیں کیونکہ آخر کار اُس کی صحت و درستی ہر کسی امتحان پر پرکھی جائیگی اور واقعات کی بنا پر اُس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن ایک دن کوئی معترض کسی غلطی منافی کی بابت بیبل کے کسی غیر صحیح بیان کی طرف مجھے توجہ دلاتا ہے۔ یا کسی ایسی بات کا ذکر کرتا ہے جو ظاہراً متضاد معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سلاطین اور

پانچویں فصل

الہام کے تصورات کی تاریخ

اِس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ مشہور عام خیالات بائبل کی نسبت پھیل رہے ہیں محض لوگوں کی رائیں ہیں جن پر ہر ایک زمانہ کے نیک اصحاب میں باہم اختلاف رائے رہا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں مختصر طور پر اُن تمام بڑی بڑی مشہور رائیوں کی جو بائبل کے الہام کی حقیقت اور وسعت کے متعلق گذشتہ زمانوں میں مروج رہی ہیں۔ ایک تاریخ لکھ دوں۔ اس سے پڑھنے والوں پر یہ واضح ہو جائیگا۔ کہ نفس الہام کے سب لوگ ہمیشہ سے قائل رہے ہیں۔ اور جو اس کا منکر ہوتا تھا وہ کافر یا ملحد سمجھا جاتا تھا۔ مگر اِس امر میں اختلاف رائے رہا ہے۔ کہ کسی کتاب کے الہامی ہونے کے خیال میں کون کون سی باتیں شامل ہیں۔ مثلاً آیا اس سے لفظی طور پر الہام ہونا مراد ہے۔ آیا انسانی عنصر اِس سے خارج ہے۔ آیا الہام سہو و خطا سے مبرا کر دیتا ہے۔ آیا ہر ایک حکم و ہدایت جو الہام کے ذریعہ دیا جاتا ہے۔ کمالِ مطلق کا درجہ رکھتا ہے۔ اور آیا اُس کے احکام کا اجرا ہر ایک زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ٭

ہوں کہ اگر وہ اِس بات میں سچا ہے تو یقیناً میرا تصور - جو میں نے الہام کی بابت قائم کیا ہے - غلط ہوگا - میں سمجھے بیٹھا تھا کہ الہام کے تصور میں سہو وخطا سے مبرا ہونا بھی شامل ہے - گو خدا نے تو ایسا نہ کہا تھا - مگر مجھے خیال تھا کہ ایسا ہی ہوگا - مگر میں دیکھتا ہوں کہ میرا خیال غلط تھا - اس لئے مجھے اپنے مسئلے کو درست کرنا چاہیئے ❖

اور اس طرح مطمئن اور صاف دل کے ساتھ میں ٹھنڈے دل کے ساتھ اُن سب سوالات کا امتحان کر سکتا ہوں - جو دوسرے آدمیوں کی جان کھا رہے ہیں - کیونکہ میں اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ عجز و فروتنی اور ادب و تعظیم کے ساتھ اُن ظہورات کا جو بائبل میرے سامنے پیش کرتی ہے - امتحان کروں - اور اس طور سے یہ دریافت کروں کہ خدا نے الہام کرنے میں کیا کیا کچھ کہا ہے - نہ یہ کہ پہلے ہی سے اپنے دل میں ٹھان لوں کہ چونکہ لوگوں کی رائے میں خدا کو ایسا اور ویسا کرنا ضرور تھا اِس لیئے اُس نے ضرور ایسا ہی کیا ہوگا ❖

الہام کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کا یہی صحیح طریق ہے - اس بے اطمینانی اور بے چینی سے بچنے کو میرے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں - اور نہ الہام کا ایسا صحیح تصور باندھنے کا کوئی اور طریق ہے جو واقعات کے منطق کی زد سے بچنے کا حوصلہ کر سکتا ہے ❖

تے ہیں کہ ہر ایک حرف بھی کتاب اللہ میں کتنی دفعہ آیا ہے اور اس کے یاد رکھنے کے لئے خاص خاص علامتیں مقرر تھیں۔ وہ یہ بھی بتا گئے ہیں کہ کتنی دفعہ ایک ہی لفظ کسی آیت کے شروع یا درمیان یا آخر میں آتا ہے۔ وہ توریت کی پانچوں کتابوں میں سے ہر ایک کتاب کی عین درمیانی آیت اور درمیانی نقطہ اور درمیانی حرف بھی بتا گئے ہیں۔ اگر کہیں متن میں انہیں کوئی صریح غلطی ملتی تو وہ اس کی تصحیح کا جی کبھی حوصلہ نہیں کرتے تھے بلکہ ایک پیچ دار قاعدہ کے موافق اُسے حاشیہ پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ربی اسمٰعیل کہتا ہے کہ "اے میرے بیٹے۔ خوب ہشیار رہ کہ تو اپنا کام کس طرح کرتا ہے۔ کیونکہ تیرا کام آسمانی کام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تو قلمی نسخہ میں سے کوئی حرف چھوڑ دے۔ یا بڑھا دے اور اس طور سے عالم کا برباد کرنے والا ٹھہرے"۔

ان باتوں سے صاف صاف اُن کے عقائد کا پتہ لگتا ہے کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ بائیبل کا ہر ایک نقطہ یا شوشہ الہامی ہے۔ اور کہ اُس کا ہر حصہ ہر قسم کی سہو و غلطی یا نقص سے مبرا ہے۔ اور کہ شریعت کا ہر ایک حکم نہایت ہی کامل ہے اور کبھی منسوخ یا ترمیم نہیں ہو سکتا نہیں۔ بلکہ اُن کا اعتقاد اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ شریعت کی زبانی تفسیر و تشریح بھی سہو و نقص سے بری مانی جانی لگ گئی۔ اور اُس کے حق میں بھی یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ جب خدا نے موسیٰ کو لکھی ہوئی شریعت دی تو یہ شرح بھی اُسی وقت ملی تھی۔ کیونکہ یہ کیسے ذہن میں آسکتا ہے کہ ایک کامل شریعت کے ساتھ کامل تفسیر بھی نہ ہو۔ یا ایسی ہو جو خود یہوداہ کے حکم یا اختیار سے نہ ملی ہو۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس قسم کے مبالغہ آمیز خیالات کے ذریعہ خدا کے انتظام کے بموجب عہد عتیق کا متن محفوظ رکھا گیا۔ جن لوگوں کے اُس کی نسبت

۱

یہودی

سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے خداوند کے زمانہ میں اور مسیحی دین کی ابتدائی صدیوں میں یہودیوں کا اعتقاد کیا تھا۔ اس میں ہرگز کلام نہیں کہ وہ الہام کے متعلق بہت ہی پختہ اور نہایت ہی سخت قسم کے اعتقاد رکھتے تھے۔ انبیا کی زندہ آواز بند ہو چکی تھی۔ اور سچی حرف پرستی جو ایک مردہ مذہب کا نشان ہے بائبل کے مطالعہ میں ہر جگہ پائی جاتی تھی۔ مشہور یہودی عالم فیلو جو یونانی خیالات کی پابندی میں الہام کو محض ایک حالت وجد سمجھتا ہے۔ جہاں وہ لکھتا ہے کہ نبی اپنی طرف سے کوئی لفظ نہیں بولتا بلکہ وہ محض خدا کا ایک آلہ کے طور پر ہے جس میں خدا الہام کرتا یا پھونکتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے وہ خود کلام کرتا ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھتا ہے کہ الہام کے مختلف درجے ہوتے ہیں اور ہر ایک کو یکساں درجہ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر مسیح کے زمانہ کے یعنی مسیحی دین کی ابتدائی صدیوں کے یہودی اس سے بھی زیادہ سخت اعتقاد رکھتے تھے۔ اُن کی نظر میں ہر ایک لفظ۔ ہر ایک حرف۔ ہر ایک حرف کی صورت خدا کی طرف سے مقرر کی ہوئی تھی۔ اور اس میں کسی قسم کی غلطی کی آمیزش ناممکن تھی۔ اُن کا اعتقاد اُن کی اس روایت سے خاص طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جب موسیٰ پہاڑ پر چڑھا تو اُس نے یہوواہ کو شریعت کی کتاب کے حرفوں پر گلکاری کرتے پایا۔ وہ لکھتے وقت بڑی احتیاط سے ہر ایک ذرا ذرا سی تحریری خصوصیت۔ قرأت کی ہر ایک صوت اور فرق کا لحاظ کرتے تھے۔ وہ ہر ایک آیت اور ہر ایک لفظ اور ہر ایک حرف کو گنتے تھے۔ وہ یہ بھی لکھ

کے کلام کی عزت و تعظیم کرتے ہیں۔ اور اُن کے ملہم من اللہ اور پُر از اسرار و معانی ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ مگر اُن کے درمیان الہام کی نسبت کوئی خاص مسئلہ قائم کرنے کی کوشش نہیں پاتی۔ بلاشبہ خداوند اور اُس کے رسولوں کا نمونہ اُنہیں اِس امر سے باز رکھتا ہوگا کہ وہ کٹ مُلاؤں کی طرح مسائل قائم کریں یا "حرف کی پرستش" کریں۔ جو اُس زمانہ کے یہودیوں میں مُروّج تھی۔ اُن کو یاد ہوگا کہ مسیح باوجودیکہ نوشتوں کی بڑی عزت و توقیر کرتا تھا تو بھی اُن کے ساتھ بڑا آزادانہ برتاؤ کرتا تھا۔ نہیں۔ بلکہ اُس نے عہدِ عتیق کا کچھ حصّہ اور اُس کے مسائل کو اپنی تعلیم کے ذریعہ اعلیٰ پایہ کو پہنچا کر ایک طرح سے منسوخ کر دیا تھا۔ اُنہوں نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ کس طرح مُقدّس پولس شریعت کو نامکمل ٹھیراتا تھا۔ اور رسُول کیسی آزادی سے عہدِ عتیق کے صحیفوں کی عبارتیں نقل کرتے تھے۔ وہ محض الفاظ کے پابند نہ تھے بلکہ اُس کے مطلب یا معانی کو بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے۔ بلکہ اُن چند مثالوں پر پورا لحاظ کر کے بھی جو میرے اِس بیان کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً مقدس پولس کا لفظ "نسل یا انسلوں" پر بحث کرنا (گلتیوں ۳: ۱۶) پھر بھی میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ زمانہ حال کے لفظی الہام کا مروجہ مسئلہ ہرگز خداوند یا اُس کے رسُولوں کی زبان سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ اور اِسی لئے ابتدائی کلیسیا میں اُس کا رواج پانا بالکل غیر اغلب ہے۔ لوگ صدیوں تک عہدِ جدید کی حدود کا فیصلہ کئے بغیر بھی قانع رہے۔ اور اُنھوں نے اِس کو کوئی بڑی اہم بات نہیں سمجھا۔ اُن کے درمیان بعض کتابوں کی قبولیت کی بابت بھی باہم اختلاف تھا۔ اور اِس لئے اُنہیں مسائل کی تائید میں پوری وثوق کے ساتھ نقل نہیں کرتے تھے۔ گو محسوس کرتے تھے کہ اُن کے درمیان خدا اور نیکی کی بابت بہت کچھ پایا جاتا ہے۔ لیکن شائد

ایسے اعتقاد والوں بھلا اُن سے بڑھکر کون آدمی اِس کام کے لائق اور سزاوار ہوسکتا ہے کہ پاک نوشتوں کو عہد یوناں تک غلطی سے محفوظ رکھکر نسلاً بعد نسلاً حوالہ کرتے چلے آئیں۔ مگر میں یہ تو ضرور کہونگا کہ وہ اِس سے بڑھکر اور کسی بات کی لیاقت نہ رکھتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن کے درمیان بھی ایسے سچے دیندار آدمی نہ تھے جن کے دل میں اِس قسم کے اعتقاد کی وجہ سے سچی دینداری نے جڑ پکڑلی تھی۔ مگر پاک نوشتوں کے حرف کی غلامی نے انہیں اُن کی رُوح یا حقیقت کا گہرا علم حاصل کرنے سے ضرور محروم رکھا۔ یہی عہد جدید کے زمانہ کے وہ رسم پرست لوگ تھے جن کے طریق تعلیم کو مسیح نے اس قدر قابل الزام ٹھیرایا تھا۔ ہاں یہ وہ آدمی تھے جن کو کلام اللہ کی طرفداری کے تعصب نے اِس امر پر آمادہ کیا۔ کہ انہوں نے خود خدا کے بیٹے کو مار کر ہی چھوڑا ۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ الہام کی نسبت اُن کے اِس قسم کے خیالات تھے تو بھی وہ اس میں مختلف مدارج کے قائل تھے۔ شریعت یعنے توریت سب سے اعلیٰ سمجھی جاتی تھی۔ اس کے بعد انبیا کے صحیفے۔ پھر زبور اور دیگر نوشتے ہمارے ذہن میں نہیں آتا کہ جب وہ لفظی الہام کے قائل تھے تو کس طرح سے اِس قسم کے مدارج کے خیال کو اُس کے ساتھ تطبیق دے سکتے تھے ۔

۲

ابتدائی کلیسیا

جیسا کہ ہم پہلے عہد جدید کے رفتہ رفتہ نشوونما پانے کی نسبت لکھ چکے ہیں اُس سے ہر ایک شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس صورت میں کلیسیا کے ابتدائی زمانہ میں الہام کی نسبت کوئی خاص مسئلہ قائم ہونا ایک مشکل امر تھا۔ ہم ہر جگہ یہی دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ کتب عہد عتیق کو مانتے ہیں۔ خداوند اور رسولوں

ہے۔ اور وہ عام طور پر پاک نوشتوں کے سہو و خطا سے مبرا ہونے کا قائل ہے اگرچہ بعض اوقات ایسی رائیں بھی ظاہر کر دیتا ہے جو اس خیال سے مطابقت نہیں کھاتیں۔ یوسی بیس (۳۲۵ء) ایک جگہ اس امر پر غضبناک ہوتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ زبور نویس سے کسی شخص کے نام کی بابت غلطی کھانی ممکن ہے اور ایک اور بزرگ اپی فینیس اس خیال کو مردود ٹھیراتا ہے کہ رسول نے ایک آئت زیر بحث میں انسانی حیثیت سے کلام کیا ہے +

لیکن ان کے مقابلہ میں ہمیں ایسے ہی اور بزرگ ملتے ہیں جو آزادانہ نوشتوں کے بیانات پر اعتراض کرتے ہیں۔ بلکہ مذکورہ بالا بزرگ بھی دوسرے موقعوں پر ایسا ہی کرتے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اوریجن (۲۵۴ء) جو اپنے زمانہ کی کلیسیا میں بائبل کی واقفیت کے لحاظ سے سب سے بڑھکر تھا۔ اگرچہ پاک نوشتوں کے الہام کا بڑے ادب سے ذکر کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے کہ الفاظوں پر خیال نہ کرو۔ جو ممکن ہے کہ بیفائدہ ہوں۔ اور شائد اُن سے ٹھوکر لگے بلکہ تعلیم کی روح و مغز کو پہنچنے کی کوشش کرو جس سے ہمیشہ روحانی امداد ملتی ہے۔ وہ اقرار کرتا ہے کہ اناجیل میں اتنے اختلافات ہیں کہ اُن سے "آدمی کا سر گھومنے لگ جاتا ہے۔" اور وہ شریعت کے بعض احکام کی نکتہ چینی کر کے اُن کا نامعقول ہونا ثابت کرتا ہے۔ اگرچہ ساتھ ہی بڑی خوبصورتی سے اُس الٰہی مقصد کا جس کے پورا کرنے کے لئے وہ لکھی گئی بیان کرتا ہے "جب لوگ (یعنی اسرائیلی) بیابان میں کڑکڑانے لگے تو موسیٰ اُنہیں چٹان کے پاس پانی پلانے لے گیا۔ اور ایسا ہی وہ اب بھی اُنہیں مسیح کے پاس لیجاتا ہے۔" مقدس جیروم (۴۲۰ء) اپنے خیالات میں بالکل مختلف و متضاد ہے۔ کہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل لفظی الہام کا قائل ہے۔ کہیں وہ تاریخی سلسلہ کی غلطیوں کا ذکر کرتا ہے۔ جن کا

وہ اُن کے پاس دوسری کتابوں کی طرح اعلیٰ سند کے ساتھ نہیں پہنچی تھیں۔ اگر وہ موجودہ زمانہ کے لفظی الہام کے قائل ہوتے تو اس قسم کی باتیں انہیں بالکل حیران و پریشان کر ڈالتیں +

جب ہم اُنکی تحریروں کا امتحان کرتے ہیں تو اُن میں سے اِس پہلو یا اُس پہلو کی تائید میں عبارتیں نقل کر دینا بالکل آسان امر ہے۔ چنانچہ مثال کے طور ہم اُن میں سے بعض سربرآوردہ مصنفوں کے چند فقرات نقل کرتے ہیں۔ مثلاً کلیمنٹ رومی (سنہ ۹۰ ع) نوشتوں کو "روح القدس کی سچی باتیں" کہتا ہے جسٹن شہید (سنہ ۱۵۰ ع) لکھتا ہے کہ "روح القدس کا عمل الہامی کتابوں کے لکھنے والوں پر ایسا تھا جیسا مضراب کا اثر بربط پر ہوتا ہے"۔ اتھینا گوراس (سنہ ۱۷۰ ع) لکھتا ہے کہ "یہ ایسا ہے جیسے بنسی نواز بنسی بجاتا ہے"۔ یہ بات تو بالکل لفظی الہام کی اعلیٰ تھیوری کی مانند معلوم ہوتی ہے۔ گویا کہ وہ پاک نوشتوں میں انسانی عنصر کی ملاوٹ سے قطعی منکر ہے۔ مگر یہ یاد رہے جیسا کہ بشپ ویسٹکٹ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں اس قسم کی مثالوں اور تشبیہوں کی نسبت جن سے لکھنے والا خدا کے ہاتھوں میں محض ایک آلہ کے طور پر معلوم ہوتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ آواز کی سُر اور خاصیت نہ صرف بجانے والے کے ہاتھ پر بلکہ خود ساز پر بھی موقوف ہوتی ہے +

کلیمنٹ ساکن اسکندریہ (سنہ ۱۹۰ ع) لفظی الہام کے اعلیٰ مسئلہ کا قائل معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ پاک نوشتوں کو بالکل سہو وخطا سے مبرا سمجھتا تھا۔ ٹرٹولین (سنہ ۲۰۰ ع) کا یہ خیال تھا کہ الٰہی الہام الہامی شخصوں کو ایک قسم کے وجد یا غشی کی حالت میں دیا جاتا تھا۔ گو اُس کا یہ بھی خیال ہے کہ رسول بعض اوقات اپنی طرف سے بھی بولتے تھے۔ جیسا کہ مُقدس پولس کہتا ہے کہ "باقیوں سے میں کہتا ہوں۔ نہ خداوند"۔ مُقدس اگسٹین (سنہ ۴۰۰ ع) اناجیل کی بابت کہتا ہے کہ انہیں کلیسیا کے سر نے لکھوایا

اُن کی سب سے اعلیٰ تعریف یہ ہے کہ اب ہم اُنہیں ناقص معلوم کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہمیں ایسے اچھے طور سے تربیت نہ کرتے۔ یہانتک کہ ہم اعلےٰ باتوں کے محسوس کرنے کے قابل ہوگئے۔ توہم اسوقت اُن کے نقص وکمی سے ہرگز واقف نہ ہوتے"۔ پھر مُقدّس بازل لکھتا ہے کہ "شریعت جو آنے والی اچھی چیزوں کے سایہ کے طور پر تھی۔ اور انبیا کا کلام جو نشان و علامت کے طور پر ہونے کے سبب سچائی کو دھندلے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ سب دل کی آنکھوں کے لئے بطور مشق کے تھے۔ تاکہ ہم اس سے بڑھکر اُس حکمت کو جو راز میں مخفی ہے حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں"۔

اُس زمانہ کے الہامِ بئبل کے تصورات کا اندازہ کرتے ہوئے اس امر کو بھی مدِّنظر رکھنا ضروری ہے۔ کہ اُس وقت یہ اعتقاد بھی تھا کہ کلیسیا کی ساری جماعت کو بھی الہام پانے کی قدرت حاصل ہے۔ جو مُقدّس نوشتوں کے لکھنے والوں کے الہام سے فقط درجہ کے لحاظ سے ادنیٰ سمجھی جاتی تھی۔ جو کچھ اُوپر بیان ہوا اس امر کی تصدیق کے لئے کافی ہے کہ قدیم بزرگانِ دین اگرچہ پاک نوشتوں کے منجانب اللہ ہونے پر یک زبان تھے مگر الہام کی حقیقت اور حدود کے بارے میں اُن کے اعتقاد میں بہت کچھ آزادی پائی جاتی تھی۔

۳

قرونِ وسطیٰ یعنی درمیانی زمانہ

قرونِ وسطیٰ میں اس اعتقاد کا میلان اصول کے لحاظ سے ابتدائی کلیسیا کے عقائد سے بہت مختلف نہ تھا۔ بئبل کے الہامی ہونے پر سب لوگ کامل یقین رکھتے تھے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ یہ الہامِ بئبل۔ کلیسیا کی غیر نوشتہ

سمجھنا مشکل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مقدس مرقس (۲: ۲۶) نے غلطی سے اخی ملک کی جگہ ابیاتر لکھدیا ہے۔ اور بڑی آزادی سے مقدس پولس کی نکتہ چینی کرتا ہے۔ اور اُس کی دہقانی زبان اور خلاف محاورہ عبارت کا ذکر کرتا ہے اور اُس کی دلائل کو کمزور وناکافی ٹھیراتا ہے۔ خاصکر "نسل اور نسلوں" والی بحث میں (گلتیوں ۲: ۱۶) مگر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ وہ اِن باتوں کی نسبت کبھی یہ نہیں سمجھتا کہ اِن کے سبب سے اُن کتابوں کے الہامی ہونے میں فرق آنا ممکن ہے۔ مقدس خروسسطم (۳۸۰ء) مختلف اناجیل کے بیانات میں فرق پاتا ہے۔ مگر اسے ایک طبعی بات سمجھتا ہے۔ اور اِس کو اس بات کا ثبوت ٹھیراتا ہے کہ انجیل نویسیوں کی گواہی ایک دوسرے پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے سے بالکل آزاد ہیں +

یہ دیکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ اُس زمانہ کے اہل الرائے کیونکر الہام ومکاشفہ میں بتدریج نشو ونما اور ترقی کے قائل تھے۔ حالانکہ اس اُصول کا نہ ماننا آج کل اکثر لوگوں کو حیرانی میں ڈال رہا ہے۔ وہ اقرار کرتے ہیں کہ عہد عتیق کے بہت سے احکام محض لوگوں کی ادنیٰ اخلاقی حالت کے لحاظ سے دئے گئے تھے۔ "خدا نے اُن کے ساتھ اس طرح سلوک کیا۔ جیسے ایک معلم طبیب کرتا ہے۔ اور اگرچہ اُس نے اُن کی پرانی رسوم کی بعض باتوں میں کاٹ چھانٹ کردی۔ مگر باقی کو رہنے دیا اور اس امر میں اُن کے مذاق کو مدنظر رکھا ...... کیونکہ لوگ جب رسم کے عادی ہوتے ہیں اُسے آسانی سے چھوڑنے میں نہیں آتے"۔ مقدس خروسسطم لکھتا ہے "یہ مت پوچھو کہ عہد عتیق کے احکام اس وقت کس طرح فائدہ مند ہوسکتے ہیں۔ جبکہ اُن کی احتیاج ہی جاتی رہی ہے۔ بلکہ یہ پوچھو کہ جس زمانہ میں اُن کی ضرورت تھی اُس وقت وہ کیا کام دیتے تھے۔

صدی کے نامی اور مشہور [illegible] اس قسم کے آزادانہ خیالات کو بھی دیکھتے ہیں کہ اُس کے نزدیک رسولوں سے غلطی ہونی ممکن تھی۔ اور کہ انبیا نے بعض اوقات محض اپنے انسانی خیالات ہی ظاہر کئے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کے سوالات عملی طور پر کبھی معرض بحث میں نہیں آئے تھے۔ کیونکہ اُن کے دل میں یہ خیال کبھی نہیں آیا تھا۔ کہ بائبل کو ایک طبعی قاعدہ کے مطابق مطالعہ کرنا چاہئے۔ یا یہ کہ وہ خدا کے اُس برتاؤ اور سلوک کی تاریخ ہے۔ جو اُس نے انسان کے ساتھ کیا۔ اور اُس کے الفاظ کو بھی کسی دوسری کتاب کی طرح اُن کے صاف صاف اور لفظی معنوں کے اعتبار سے سمجھنا چاہئے +

اور اس طور سے اُس وقت بائبل کی عجیب و غریب قسم کی شرحیں اور تفسیریں ہونے لگیں۔ یہودی روایات کی طرح جیسے خداوند نے قابل الزام ٹھہرایا تھا۔ بگڑی ہوئی کلیسیا کی روائتوں اور متکلمین کے علم الٰہی کے سلسلوں نے کلام اللہ کی آزاد روحانی تعلیم کو بالکل دبا لیا۔ اُس وقت بائبل محض ایک قسم کی پتھر کی کان [illegible] جہاں الٰہی فلسفہ کے بڑے بڑے مسائل کی تائید میں ثبوتی آیات کا ذخیرہ جمع ہو۔ اور اگر کہیں معمولی مطالعہ کرنے والے کو کوئی مشکلات نظر آتی تھیں تو تفسیر کے خاص خاص اصولوں کی بنا پر اُن کی تشریح کر دی جاتی تھی +

مصلحین کا سب سے عمدہ کام یہ تھا کہ انہوں نے بائبل کو پھر اپنے ٹھیک رتبہ پر بحال کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ بتا دیا۔ کہ انہیں اُس کے وہی معنی سمجھنے چاہئیں جو اُس کے لفظوں سے نکلتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے پرانی تعلیم کا خمیر بہت جلد مصلحین کے بعد کے مکتبوں میں بھی چل نکلا۔ اور اُس کے بانیوں کا اصل مقصد کسی حد تک ضائع ہو گیا +

روایات کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ ٹرینٹ کی کونسل میں اس بات کو صاف الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جس کے بموجب رومی کلیسیا یہ ظاہر کرتی ہے کہ بئبل کے صحیفوں اور غیر نوشتہ روایات کو جو کلیسیا میں سینہ بسینہ چلی آئی ہیں۔ وہ یکساں ادب و عزت کے ساتھ مانتی ہے۔ ان روایات کی ناصاف اور پُر اختلاف حالت پر لحاظ کر کے یہ امر صاف روشن ہے کہ اس مسئلہ کے موافق پاک نوشتوں کے الہام کا خیال کس قدر گرا ہؤا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگان دین کی رائیوں کو ایسے ہی وثوق اور اعتبار کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ جیسے کہ الہامی مُصنفوں کے اقوال کو ◆

اور اس کے علاوہ دن بدن تصوّف کی طرف میلان بڑھتا جاتا تھا۔ جو اس امر پر زور دیتا تھا کہ ہر ایک رُوح انسانی خدا کے ساتھ اس قسم کا میل اور اتحاد حاصل کر سکتی ہے۔ جسے الہام کے رُتبہ سے کسی طرح کم نہیں سمجھنا چاہئے۔ اس قسم کے تصوّف کی سب سے عمدہ مثال زمانہ حال کے کوئیکر (Quakers) فرقہ میں پائی جاتی ہے۔ ناظرین بآسانی دیکھ سکتے ہیں کہ افراد انسانی کے الہام کے متعلق ایسا مبالغہ آمیز اعتقاد اور اُس کا روح الہٰی سے براہ راست پیغام حاصل کرنا اُس حد کو جو بئبل کے خاص الہام اور مسیحی افراد کے عام الہام کے درمیان جس سے تمام نیک مشورے اور تمام عمدہ کام پیدا ہوتے ہیں۔ واقع ہے بالکل دور کر دیتا ہے ◆

تاہم اُن سوالات کے متعلق جو اس وقت لوگوں کے دلوں میں جوش مار رہے ہیں۔ قرون وسطیٰ کی رائے کے بڑے بہاؤ یا میلان کو معلوم کرنا کچھ آسان امر نہیں ہے۔ مثلاً اس میں شک نہیں کہ بئبل کے بیانات متعلقہ تاریخ و علوم کے خالی از سہو ہونے پر لوگوں کو کامل یقین تھا۔ اگرچہ ساتھ ہی ہم ابیلارڈ بارھویں

بعض اوقات یہ آزادی مناسب حدود سے باہر نکل جائے +

ارا سمس کے خیالات پاک نوشتوں کے الہام اور مجموعہ کے متعلق بالکل آزادانہ۔ وہ مُقدّس یُوحنّا کے مکاشفہ کے الہامی کتاب ہونے سے منکر تھا۔ اور یہ کہا کرتا تھا کہ اگرچہ جو کچھ اُس میں لکھا ہے اُس پہ ایمان لانا برکت کا باعث ہو۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُس میں کیا لکھا ہے۔ نہ وہ پاک نوشتوں کے لکھنے والوں میں سے کسی کو ہر طرح کی سہو و غلطی سے مبرّا سمجھتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ فقط مسیح ہی حق کہلاتا ہے۔ اور فقط وہی ہر قسم کی غلطی سے مبرّا ہے +

لوتھر بیبل کے صحیفوں پر اپنی ہی تمیز کے مطابق حکم لگاتا تھا۔ چنانچہ وہ مُقدّس یعقوب کے خط کے حق میں کہتا تھا کہ وہ تو "کوڑا یا مجموعہ" ہے۔ کیونکہ یہ خط اُس کے اس خیال سے کہ آدمی فقط ایمان کے ذریعہ راستباز ٹھیرتا ہے اختلاف کرتا ہُوا معلوم ہوتا تھا۔ پاک نوشتوں کے مضامین میں وہ "سونا۔ چاندی اور قیمتی پتھروں" کے ساتھ "لکڑی۔ گھاس اور بھوسہ" بھی پاتا تھا۔ اُس کا قول ہے کہ "جو نوشتہ مسیح کا اعلان نہیں کرتا وہ رسولی نہیں ہے۔ خواہ وہ مُقدّس پطرس یا مُقدّس پولس کا ہی لکھا ہُوا کیوں نہ ہو۔ جو نوشتہ مسیح کا اعلان کرتا ہے وہ رسُولی ہے۔ خواہ اُس کے لکھنے والا یہوداہ یا اناس یا پلاطس یا ہیرودیس ہی کیوں نہ ہو" وہ ایوب کی کتاب کی نسبت کہتا ہے کہ وہ ایک تاریخی ڈراما (ناٹک) ہے۔ جو توکّل و صبر سکھانے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔ اور اُس کے نزدیک بیبل کے تمام صحیفے یکساں قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ پولس کی تحریرات کو وہ سب سے افضل سمجھتا تھا۔ اگرچہ اُس کے بعض دلائل کی نکتہ چینی کرنے سے بھی نہیں جھجکتا۔ وہ لفظی الہام کا ہرگز قائل نہ تھا۔ اور بار بار اُس سچائی پر۔ جو بیبل کے متعلق بحث مباحثوں میں اکثر فراموش کردی جاتی ہے۔ زور

۴

زمانہ اصلاح

اصلاح کے وقت بیئبل کے مرتبہ میں ایک بڑی تبدیلی واقع ہوئی۔ غلطی سے مبرّا کلیسیا کا امتحان ہو چکا تھا۔ اور وہ نہائت ہی ناقص و قاصر ثابت ہوئی - اور لوگوں نے اُس کی بدعملیوں اور توہّمات باطلہ سے دِق آکر اور ایک رہنما کی ضرورت کو محسوس کر کے ایک لاغلط بیئبل کو اُس کے جا بجا دھر دیا۔ "پروٹسٹنٹوں کا مذہب بیئبل ہے"۔ "صرف پاک نوشتے ہی نجات کے لئے کافی ہیں"۔ یہ الفاظ اس تحریک کے تکیہ کلام ہو گئے۔ اور یہ بالکل طبعی بات تھی کہ عام میلان اس طرف ہو۔ کہ الہام کی حقیقت اور وسعت کے متعلق ایک اعلیٰ قسم کا اعتقاد رکھا جائے +

مگر اس میلان نے دوسری نسل میں مبالغہ آمیز صورت اختیار کر لی۔ جن لوگوں نے دلیری کے ساتھ زمین کے اعلیٰ سے اعلیٰ مسلّمہ اختیار کو اُٹھا پھینکا تھا۔ اُن سے یہ خوف کیا جا سکتا تھا کہ وہ ہر قسم کے اختیار سے بالکل آزاد ہونے کی کوشش کرینگے۔ آزاد خیالی۔ تفتیش و جستجو میں دلیری۔ جب وہ بگڑی ہوئی کلیسیات مقابل ہوتے تھے۔ ان باتوں پر اُن کی ساری قدرت کا مدار ہوتا تھا۔ اور وہ طبعی طور پر اس اُصول کو دوسرے اُمور میں بھی استعمال کرنے لگے۔ اگرچہ ہم کو اُن کی بعض رائیں سُنکر افسوس آتا ہے۔ بلکہ مابعد کی زندگی میں وہ خود بھی اُس پر افسوس کیا کرتے تھے۔ تاہم ہم اُن کی اس حد سے بڑھی ہوئی دلیری اور آزادی پر جو ایسے نازک موقعہ پر اُن سے ظاہر ہوئی اُن پر سختی سے حکم نہیں لگانا چاہتے۔ جبکہ آزادئے خیال کے متعلق جان جوکھوں کا سامنا تھا۔ تو اس امر سے گریز مشکل تھا کہ

یہودیوں کا حال تھا کہ جب اُن کے اُلوالعزم اصحاب اور انبیا گذر گئے تو فقیہوں اور شریعت سکھانے والوں کا دور آیا۔ اور الہام کی تروتازہ اور گرما گرم لہروں کے بعد حرف کی سرد اور سنگین پرستش شروع ہوئی۔ "جب اصلاح کا پہلا ایکٹ ختم ہوا اور وہ بزرگ چل بسے۔ جن کی حضوری سے وہ قوت حاصل ہوتی تھی جو اس سے پہلے مسیح کے ایک زندہ جسم یعنی کلیسیا کے ماننے سے حاصل ہوا کرتی تھی تو اُن کے پیروؤں نے بیبل کو بحیثیت مجموعی غلطی سے مبرا ہونے کی اُن تمام مصنوعی صفات سے ملبّس کر دیا۔ جن صفات کے رومی اپنی کلیسیا کے لئے دعویدار تھے۔ اپنے زمانہ کی ضروریات سے تنگ آکر کالون کے شاگرد ماننے لگ گئے کہ ہر ایک الہامی آدمی کے الفاظ بھی بلا لحاظ اُس کی شخصی یا عقلی حیثیت کے ایک رہنما طاقت کے براہِ راست اور بالائی قدرت فعل کا نتیجہ ہیں۔ پاک نوشتوں کا ہر ایک حصہ نہ صرف تعلیم سے مملو ہے۔ بلکہ ایک ہی قسم کی تعلیم سے اور ایک ہی معنوں میں ہے" (دسٹکٹ صاحب کی کتاب مطالعہ اناجیل پر)

بحث مباحثہ کی ضرورتوں نے اُنہیں ایسے گوشوں میں دھکیل دیا۔ جو نہایت خطرناک تھے اور غلط کلیسیا کے مقابلہ میں اُنہوں نے بیبل کا لاغلط ہونا رکھ دیا۔ الہام میں الہٰی پہلو پر اس قدر زور دیا گیا کہ اُس میں جو انسانی پہلو ہے۔ وہ بالکل فراموش ہو گیا۔ لکھنے والا خدا کے ہاتھ میں محض ایک قلم کے طور پر تھا۔ وہ گویا روح القدس کے منشی کے طور پر تھا کہ جو کچھ وہ لکھاتا تھا وہ لکھتا جاتا تھا۔ پاک نوشتے اوّل سے آخر تک لفظ بلفظ الہامی ہیں۔ ایسے طور سے کہ اُن کا ہر ایک لفظ اور ہر ایک حرف ٹھیک ایسا ہے گویا کہ خود قادر مطلق خدا نے اُسے اپنے ہی ہاتھ سے لکھا ہے۔ اُن کا ہر ایک کلمہ خدا کا کلام ہے۔ "جو کچھ رُوح قدس نے لکھایا ہے سو بالکل سچ ہے۔ خواہ وہ عقائد کے متعلق ہو۔ یا اخلاق کے

دیتا تھا کہ رُوح القدس فقط کسی قدیم زمانے کی کتاب ہی میں محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک مسیحی کے ضمیر میں بولتا ہے ؂

کالوِن اگرچہ بیئبل کے معاملہ میں زیادہ مؤدّب اور محتاط تھا مگر لوتھر سے بہت ہی ہلکا آدمی تھا۔ اور اسی ... کے خیالات بھی اس بارہ میں ہلکے قسم کے تھے۔ وہ پاک نوشتوں کی غرض و تفسیر میں ضمیر کو بہت کم جگہ دیتا تھا۔ جیسا کہ اُس کے سلسلہ علم الٰہی کے بعض نفرت انگیز مسائل شاہد ہیں۔ وہ عہد عتیق کی اخلاقی تعلیم کو مسیحی کے دستور العمل کے لیے کافی سمجھتا تھا وہ بیئبل کے ہر ایک حصّہ کو یکساں قابل قدر مانتا تھا۔ جب ایک موقعہ پر ڈچیس اوف فیریرا۔ کوئی زمانہ کی لڑکی نے کہا کہ داؤد کا نمونہ اپنے دشمنوں کے ساتھ عداوت رکھنے کی بابت ہمارے لئے قابل تقلید نہیں ہے۔ تو کالوِن نے سختی سے جواب دیا کہ اگر ہم اس قسم کی تشریحیں کرنے لگیں تو سارے نوشتے درہم برہم ہو جائیں گے۔ اور کہ اپنے دشمنوں سے عداوت کرنے کے بارے میں بھی داؤد ہمارے لئے بطور مثال کے ہے اور مسیح کا نمونہ اور نشان ہے۔ شاید اسی قسم کے خیالات ہی کی بنا پر اس نے سرویٹس کو اُس کے مخالفانہ عقائد کی وجہ سے جلا دیا تھا۔ رومی اِنکویزیشن[1] کے ممبر اپنے افعال کو اسی قسم کی دلائل سے جائز ثابت کیا کرتے تھے۔ تو کالوِن ایسا کیوں نہ کرتا ؟

دوسری نسل میں جب یہ سب جوش و خروش فرو ہو گیا۔ اور آزادانہ روحانی خیالات کسیقدر مُردہ ہو گئے۔ تو بیئبل کو فی الفور وہ رتبہ حاصل ہو گیا جو کہ ایسے حالات کے درمیان اُسے حاصل ہو جانا ایک طبعی امر تھا۔ جیسا کہ

[1] یہ رومی کلیسیا کی ایک عدالت تھی جو بدعتیوں کی تحقیقات کرتی اور اُن کو سزا دیتی تھی ؂

۵

زمانہ حال

اٹھارھویں صدی کی ڈی ازم[۱] اور الحاد کسی حد تک زمانہ اصلاح کے بعد کی اس قسم کی مسائل سازی کا نتیجہ تھا۔ بیبل کے متعلق اِس قسم کی مبالغہ آمیز باتوں نے لوگوں کو طبعی طور پر اُس کے مقابل کے گوشہ میں دھکیل دیا۔ رچرڈ بیکسٹر کا قول ہے کہ "شیطان کا آخری طریق یہ ہے کہ کسی چیز کو حد سے پرے پہنچا کر اُسے بیکار کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح اُس نے کوشش کی کہ بیبل کے اختیار میں مبالغہ کرنے سے اُسے برباد کر دے" مخالفوں نے ہر ایک ذرا ذرا سی غلطی یا اختلاف پر جو بیبل میں دریافت ہو[illegible] اور خاصکر عہد عتیق کی اخلاقی مشکلات پر اپنے حملوں کی بنیاد رکھدی۔ ایسی باتیں اُس شخص کو جو بیبل کی نسبت صحیح خیال رکھتا ہے۔ کسی طرح پریشان نہیں کرسکتیں۔ لیکن اُس زمانہ میں جبکہ اِس قسم کے مبالغہ آمیز اعتقاد رائج تھے وہ نہائت خوفناک ہتھیار تھے۔ اگر یہ کتاب "بالائی قدرت کے الفاظ اور کلمات کا مجموعہ" ہے جسے رُوح القدس نے بذاتِ خود لکھا یا ہے۔ اگر جیسا کہ علما تعلیم دیتے تھے۔ کسی تاریخی یا علمی بیان۔ یا اخلاقی اور روحانی تعلیم میں کسی قسم کا ذرا سا نقص واقع ہونا الہام کے مفہوم کے خلاف ہے۔ تو ایک ملحد کا کام اس کی بیخکنی کرنے میں کچھ مشکل کام نہ تھا +

صاحب عقل و ہوش مسیحیوں نے فوراً تاڑ لیا کہ اِس قسم کی تعلیم کو درست کرنا چاہئے مگر تو بھی کئی نسلوں تک کچھ بھی نہ کیا گیا۔ مگر شاید سب سے پہلی کوشش جو اس بارہ میں کی گئی وہ کولرج صاحب کی ایک کتاب موسومہ "غور و فکر کی امداد" تھی جو اُس کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ یہ ایک ایسے شخص کا کام ہے۔ جو

[۱] وہ لوگ جو خدا کی ہستی کے تو قائل ہیں۔ مگر اُس کو عالم کے انتظام میں کچھ حصّہ نہیں دیتے +

تاریخ کے ہو یا تواریخ کے۔ جغرافیہ کے ہو یا اسماکے" اور پھر اس سے یہ استنباط کیا کہ تمام زبانوں میں پُشت بہ پُشت یہ نوشتے ایسے ہی چلے آئے ہیں۔ کیونکہ کاتب اور ناقل خدا کی قدرت معجزنما کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی غلطی یا تحریف سے بالکل محفوظ رکھے گئے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کس طرح مان سکتے کہ بیئبل ہمہ غلطی سے مبرا ہے[1]؟

یہ بات اُس زمانہ کے یہودیوں کی حرف کی پرستش کے کس قدر مطابق معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ زندگی کلیسیا سے خارج ہو رہی تھی۔ اور یہ مشابہت اور بھی زیادہ کامل ہو جاتی ہے۔ جب ہم یہ پاتے ہیں کہ جیسا یہودیوں میں ویسا ہی اُن لوگوں کے درمیان بھی پاک نوشتوں کے الفاظ کی اِسقدر اعلیٰ عزت و توقیر کے باوجود حقیقی روحانیت نہائت ہی ادنیٰ اور تباہ حالت میں ہو رہی تھی۔ پروٹسٹنٹوں کی ساری تاریخ میں کبھی اِس قدر تنگ دلی اور تعصب اور عداوت نہیں پائی جاتی جس قدر کہ اصلاح کے بعد کے زمانے میں جب کہ اس قسم کے مسائل لوگوں کے عقائد میں جڑ پکڑ گئے تھے +

اِس طور سے اصلاح کے بعد کے دستور پرستی کے زمانہ میں الہام کے متعلق اِس قسم کے جھوٹے مسائل ظہور میں آئے۔ جنہیں ہمارے زمانے کے لوگ الہام کی صحیح تعریف سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور ان مبالغہ آمیز خیالات کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ایسے نامعقول مسئلوں سے دق آ گئے۔ اور جو کچھ ہم شک اور بے دینی اور الحاد اس وقت دیکھتے ہیں۔ اُن کے لئے یہی باتیں جواب دِہ ہیں +

---

[1] جرمنی کے ایک پروٹسٹنٹ سینوڈ (کلیسیا کی جماعت) نے باقاعدہ طور پر ۱۶۷۵ء میں یہ قرار دیدیا +

دوسرا حصّہ

خدا نے بائبل کو کس طرح الہام کیا

فی الحقیقت بائبل سے محبت رکھتا تھا۔ اور جس کو یہ دیکھکر کہ اُن مصنوعی خیالات کے سبب جو اُس کے زمانے میں رائج تھے۔ مذہب کو کس قدر ضرر و نقصان پہنچا ہے۔ سخت رنج و ملال ہُوا۔ وہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ بائبل کی شرح و تفسیر میں ضمیر کے اختیار کو تسلیم کرنا لازم ہے۔ وہ اِس میں انسانی عنصر کی موجودگی اور اُس کے طبعی اور برمحل ہونے کا بھی ثبوت دیتا ہے۔ وہ بڑے جوش سے اس امر کی تردید کرتا ہے کہ بائبل کے الہامی ہونے کے لئے اُس کا ہر ایک نقطہ اور شوشہ سہو و غلطی سے مبرّا ہونا ضروری ہے۔ وہ بائبل کی تعلیم کی عظمت اور خوبصورتی میں ایسا محو ہے کہ اُن تحریروں کو جو اُس کی چھوٹی چھوٹی مشکلات اور اختلافات کے حل کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اُس کا قول ہے کہ "شاید اُنکی تشریح و توضیح ہو سکتی ہے۔ شاید نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کی کسے پروا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں"۔

یہ تو سچ ہے کہ اُس کے خیالات ایک خوفناک حد کے قریب پہنچے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر حالات کے لحاظ سے ایسا ہونا بالکل طبعی امر تھا۔ لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اُس نے بہتوں کو جگا دیا۔ کہ اس مضمون پر سنجیدگی سے غور و فکر کریں۔ کنگسلی اور مورس اور آرنلڈ اور دیگر اصحاب نے یہ جھگڑا برابر جاری رکھا۔ گو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمیشہ بڑی دانائی اور سلامت روی کو اختیار کرتے اور مناسب حد کے اندر ہی رہتے تھے۔ مگر بحیثیت مجموعی اُنہوں نے لوگوں کی اس امر میں بڑی مدد کی کہ وہ بائبل کی نسبت زیادہ فراخ اور زیادہ صحیح خیالات رکھیں۔ اور ہم آجکل اُن کی محنتوں کا ثمرہ کاٹ رہے ہیں۔ "اوروں نے محنت کی اور ہم اُن کی محنتوں میں داخل ہو گئے"۔

۲

مثلاً یہ کہ کیا خدا نے اِس طور سے بئبل کو الہام کیا کہ اُس میں سے انسانی عنصر بالکل خارج کر دیا تھا؟ کیا لکھنے والا محض رُوح القدس کے قلم کے طور پر تھا؟ کیا لکھنے والے کی کوئی بھی ذاتی خصوصیّت یا کوئی انسانی جذبہ یا نفسانی تحریک یا تعصب "کلام اللہ" میں موجود نہیں اور نہ وہ باتیں اُس میں کوئی جگہ پا سکتی ہیں؟

کیا خدا نے بئبل کو اس طور سے الہام کیا کہ اُس میں کسی قسم کی سہو و غلطی کا علم یا تاریخ کے متعلق موجود ہونا ناممکن ہے؟ کیا الہام پر اعتقاد رکھنے سے اس امر پر اعتقاد رکھنا بھی لازم آتا ہے۔ کہ پاک نوشتے ہر طرح کی سہو و خطا سے مبّرا ہیں؟ یا اُس کے ساتھ کیا اس قسم کا اعتقاد رکھنا بھی ممکن ہے کہ کم سے کم اس کے علمی بیانات فقط اُس زمانہ کی علمی حالت کو ظاہر کرتے ہیں؟

یا اخلاقی اور مذہبی اُمور کے لحاظ سے اگر میں یہ یقین رکھوں کہ بئبل میں خدا نے اپنا الہامی مکاشفہ اس غرض سے دیا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے بنی انسان کو اُٹھا کر اعلیٰ زندگی کی طرف لیجائے۔ تو کیا اس کے ساتھ مجھے یہ بھی ماننا ضرور ہے کہ اُس نے یہ مکاشفہ ایک ہی وقت اور ایک ہی دفعہ تمام و کمال دیدیا۔ یا کیا اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا بھی ممکن ہے۔ کہ اُس کی تعلیم ابتدا میں ناممکل اور موٹی سوٹی ہونی چاہئے تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں۔ کیا یہ خیال کرنا روا ہے کہ عہدِ عتیق میں ایسی اخلاقی ہدایات اور شرائع ہو سکتی ہیں۔ جو آجکل کے مسیحیوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیئے بہت ادنیٰ اور ناممکل سمجھی جانی چاہئیں؟

پھر۔ کیا خدا نے بئبل کو اس طور سے الہام کیا کہ اُس کے الہامی ہونے پر اعتقاد رکھنے سے مجھ پر یہ بھی لازم ٹھیرتا ہے کہ مختلف صحیفوں کی پیشانیوں

مُقدّمہ

۱

اِس وقت تک ہم صرف زمین کے صاف کرنے میں مشغول رہے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو ایسے مقام تک پہنچائیں جہاں سے وہ الہام کے مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر سکے۔ ہم نے یہ دریافت کیا ہے کہ موجودہ بے چینی کا بڑا باعث بیئبل میں نہیں ہے۔ بلکہ اُن بیہودہ اور بے سند مفروضات میں ہے جو بیئبل کے متعلق لوگوں نے گھڑ رکھے ہیں ہم نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ مفروضات کے ذریعہ نہیں بلکہ ایک علمی تحقیقات کے طریق پر عمل کرنے سے ہم الہام کے صحیح مفہوم کو دریافت کر سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی تاریخی طور پر ایک مختصر نظر کر کے یہ بھی بتا دیا ہے کہ مختلف زمانوں میں اس بارہ میں لوگوں کے کیا کیا خیال رہے ہیں +

اب ہم اِس طور پر بنیادیں رکھنے کے بعد اِس امر کی تحقیقات میں مشغول ہوتے ہیں کہ اِس مضمون کے متعلق ہم قاعدہ اور اصول کے موافق کیا کچھ اعتقاد رکھنے کے مجاز ہیں +

ہمارے سامنے جو سُوال غور طلب ہے سو یہ ہے کہ

خدا نے بیئبل کو کس طرح الہام کیا؟ الہام کے مفہوم میں کیا کیا باتیں شامل ہیں؟ اس امر کو تسلیم کر کے کہ پاک نوشتوں کے لکھنے والے الہامی تھے ہم پر اُن کی تحریروں کے متعلق کیا کچھ اعتقاد رکھنا لازم آتا ہے؟

پہلی فصل

الہام

ا

الہام کیا ہے؟

اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دینے وقت ایک عالم نے کہا تھا کہ

"اگر تم مجھ سے نہ پوچھو تو میں جانتا ہوں"

اور مجھے یقین ہے کہ ہم میں سے اکثر اشخاص الہام بائبل کے مفہوم کی نسبت اسی قسم کا جواب دینے پر مائل ہونگے۔ ہمارے ذہن میں اس کی نسبت ایک دھندلا سا خیال ہے کہ وہ کسی خاص قسم کی مخفی تاثیر کا نام ہے۔ جو خدا نے پاک نوشتوں پر کی ہے۔ اور یہ خیال عملی ضروریات کے لئے تو کام دے جاتا ہے مگر جب ہم سے اُس کی تعریف اور حد طلب کی جاتی ہے تو ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور مجھے شبہ ہے کہ آیا اس کی صحیح اور مکمل تعریف کرنی ممکن بھی ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ یقین رکھتا ہے کہ خدا نے پاک نوشتوں کے الفاظ کو لکھا دیا۔ اور اسلئے خدا پاک نوشتوں کا ایسا ہی مصنف ہے۔ جیسے مثلاً جان بنین صاحب "مسیحی کے سفر" کے ہیں۔ تو اُس کا الہام کا تصور بالکل صاف ہے۔ لیکن اگر

پر جو مُصنّفوں کے نام لکھے ہیں۔ اُنہیں بالکل صحیح مانوں یا یہ کہ یہ کتابیں جیسی مُصنّفوں کے ہاتھ سے نکلیں اُسوقت سے لیکر ابتک ہر قسم کے تغیر و تبدّل سے بالکل محفوظ چلی آئی ہیں؟

کیا الہام میں سخت دماغی محنت کو دخل نہیں ہے۔ جس کے ذریعہ سے لکھنے والا قدیمی نوشتوں سے ڈھونڈ ڈھونڈکر اطلاع حاصل کرے یا دوسری کتابوں میں سے فقرے کے فقرے اپنی کتاب میں داخل کرلے؟ کیا نامعلوم اشخاص کے ذریعہ سے اُن صحیفوں کا ترتیب دیا جانا یا اصلاح و ترمیم کیا جانا اُن صحیفوں کے الہامی ہونے کو نقصان پہنچاتا ہے؟

ناظرین کو یاد رہے کہ میں بڑے زور سے اس امر کو بار بار لکھ چکا ہوں کہ اِن سوالوں کا جواب دینے میں ہمیں مذہبی لوگوں کے مفروضات یا اعتقادات کو ہرگز دخل نہیں دینا چاہئے۔ اور یہ بھی کہ بئیبل اور کلیسیا دونوں نے ہمیں اس امر کی تحقیقات کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اور سچا طریق اس کام کے سرانجام کرنے کا یہ ہے۔ کہ بڑی احتیاط اور ادب کے ساتھ بیخوف ہوکر ہم مسئلہ الہام کی تحقیقات کریں جیساکہ وہ بئیبل میں ہمارے روبرو پیش کیا گیا ہے ناظرین کو مجھ سے یہ اُمید نہیں کرنی چاہئے کہ میں اِس کتاب میں پورے طور اِس مسئلہ پر بحث کرونگا۔ اِس کے لئے تو ایک بڑی کتاب لکھنے کی ضرورت ہوگی جو اوّل سے شروع کرکے بئیبل کی ایک ایک کتاب پر غور کیا جائے۔ اور مذکورہ بالا سوالوں میں سے ہرایک کے متعلق اُس کی شہادت کو پرکھا جائے۔ میں یہاں اس قسم کے سوالوں کی صرف چند مثالیں دیکر یہ دکھاؤنگا کہ اس قسم کی تحقیقات کس طریق سے کی جانی چاہئے۔ اور نیز وہ نتائج بھی ناظرین کے سامنے پیش کرونگا جو تمام مقتدر اہل الرائے کے نزدیک جن کی رائے کو ہماری نظر میں وقعت ہونی چاہئے۔ مقبول و مسلّم ہیں۔

کے "مقدس لوگوں" کا الہام ان لفظوں میں بیان ہوا ہے کہ وہ روح القدس کی "تحریک" یا "اُٹھائے جانے" سے بولتے تھے جو دم پھونکنے یا نفخ کی نسبت زیادہ زور رکھتا ہے۔ مگر ان دونوں الفاظ سے ہم صرف اتنی ہی سمجھ حاصل کرتے ہیں کہ الہام کے معنی ہیں "الٰہی تاثیر"۔

تو اب سوال یہ ہے کہ بائبل کے واقعات کا بڑی احتیاط کے ساتھ امتحان کرنے کے بعد ہم الہام کی کیا تعریف کریں؟ ہم کو اس تعریف سے بیشک ماننے سے قطعی انکار کر دینا چاہیئے جو خود لفظ ہی میں پائی جاتی ہے یعنے خدا کی طرف سے پھونکا جانا یا ایک الٰہی تاثیر۔ کیونکہ صرف یہی تعریف ہے جو الہام کے سارے ظہورات پر حاوی ہوگی۔ یہ الٰہی تاثیر۔ جیسا کہ بائبل کے امتحان کرنے سے واضح ہوگا۔ بعض اوقات تو فی الحقیقت ایک معمولی بات ہوگی۔ جس کی مدد سے آدمی کو یہ طاقت ملے کہ وہ کسی بات کو زیادہ سنجیدگی اور زیادہ صحت کے ساتھ بیان کر دے۔ بہ نسبت کسی اَور معاملہ کے جو اُس نے محض اپنی عقل و مشاہدے سے دریافت کیا ہے۔ اور بعض اوقات یہ ایک عجیب و غریب اور مخفی قوت ہوگی جو انسان کو خداوند خدا کی پوشیدہ باتوں کے سمجھنے کی قابلیت عطا کر دے۔ اس قوت نے ایک آدمی کو تاریخ نویسی میں مدد دی۔ دوسرے کو قدیمی نوشتوں کی ترتیب دینے میں۔ ایک کو فن معماری میں۔ دوسرے کو دل کے اُبھارنے والے گیت گانے میں۔ اس سے ایک رسول کو کلیسیا کے لئے نیک اور عمدہ صلاحوں سے بھرے ہوئے خط لکھنے میں مدد ملی۔ اور اسی نے دوسرے نبی کے لبوں کو پاک آگ سے چھوا۔ تاکہ وہ اپنی قوم کو اُس کی شرارت اور بدکاریوں سے خبردار کرے۔

اگرچہ وہ دراصل ایک اخلاقی اور رُوحانی نعمت ہے مگر معلوم ہوتا ہے

اس قسم کا اعتقاد ردّ کر دیا جائے تو اُس کے ساتھ ہی ایسی صاف اور واضح تعریف کو بھی چھوڑنا پڑیگا +

الہام کا خیال فقط یہودیوں اور مسیحیوں میں ہی محدود نہیں ہے - قدیم یونانی و رومی مُصنّف بھی اکثر "الٰہی جنون یا تنفّس یا خدا سے اُٹھائے جانے یا خدا سے الہام کئے جانے یا پھُونکے جانے کا ذکر کرتے ہیں فنونِ شریفہ مثل سنگتراشی یا مُصوّری اور شاعری کی لیاقت - پیش گوئی کی قدرت - عشق و محبّت کا جوش اور لڑائی کا تہوّر - یہ سب باتیں اِن فنون کے دیوتاؤں کی طرف منسوب کی جاتی تھیں جو اُس وقت اُس شخص پر قابو پائے ہوئے سمجھے جاتے تھے - یہی الفاظ اور خیالات بعد ازاں مسیحیوں کی مذہبی اصطلاحات میں بھی داخل ہوگئے اور لازمی طور ابتدائی کلیسیا کے تصوّراتِ الہام پر بھی کسی درجہ تک اپنا اثر ڈالا +

لفظ Inspired (یعنی "الہام شدہ"[۱]) صرف دو موقعوں پر انگریزی بیئبل میں استعمال ہؤا ہے - اوّل ایوب ۳۲: ۸ - جہاں لکھا ہے کہ "قادرِ مطلق اپنے دم سے اُنہیں[۲] فہمید بخشتا ہے" دوم ۲ تمطاؤس ۳: ۱۶ "ہر ایک کتاب جو الہام سے ہے" مگر اس سے ہمیں اس خیال کا پورا مفہوم دریافت کرنے میں کچھ مدد نہیں ملتی - انگریزی لفظ کے معنی ہیں "کوئی ایسی چیز جس کے اندر خدا پھونکتا ہے" اور یہ لفظ ہر درجہ کی الٰہی تاثیر پر عائد ہوتا ہے - ۲ پطرس ۱: ۲۱ میں "قدیم زمانہ

---

[۱] اس کتاب میں ہم نے لفظ الہام انگریزی لفظ Inspiration (انسپائریشن) کا ترجمہ کیا ہے جس کے لفظی معنی "کسی کے اندر پھونکدینا" ہیں - لفظ الہام عربی مصدر لہم سے نکلا ہے جس کے معنے "ڈالدینا" ہے یہ دونوں لفظ یعنی انگریزی و عربی قریب قریب بلحاظ لغت و اصطلاح کے ایک ہی معنی رکھتے ہیں +

[۲] عبرانی میں جو لفظ یہاں استعمال ہؤا ہے وہ نشاماہ ہے جو عربی نسمہ سے ملتا ہے +

مکاشفہ کے معنی ہیں کسی چیز کو جو پہلے معلوم نہ تھی ظاہر کر دینا۔ الہام کے معنے ہیں روح القدس کا نفخ یا پھونکنا۔ تاکہ زیادہ روحانی کیفیت یا حالت یا زیادہ گرمجوشی اور گہری محبت پیدا کر دے اور خدا کے مقاصد و منشا کا گہرا علم و فہم حاصل ہو۔ یا دیگر قابلیتوں کو جن کے استعمال کی الہامی شخص کو اپنے منصبی کام کے سرانجام کرنے کے لئے ضرورت تھی زیادہ تیز اور طاقتور کر دے۔

اس لئے الہام کا بغیر مکاشفہ یا کشف کے ہونا ممکن ہے۔ مثلاً اگر نکتہ چینی یا انتقاد یہ ثابت کر دے کہ کسی کتاب کا کوئی جزو بھی بالائے قدرت طریق سے کشف نہیں کیا گیا۔ اور جو واقعات اُس میں درج ہیں وہ معمولی قوت مشاہدہ کے ذریعہ سے یا قدیمی نوشتوں سے یا دوسروں کی شہادت سے حاصل کئے گئے تھے تو اس سے کسی کتاب کا غیر الہامی ہونا لازمی طور پر ثابت نہوگا۔ اس سے ہرگز یہ بیان غلط نہیں ٹھیریگا کہ مصنف کو الہام کے ذریعہ ایک صاف حافظہ اور الٰہی باتوں کے سمجھنے کے لئے ایک تیز فہم اور باریک بین نظر عطا ہوئی تھی۔ اور اُس کو طبعی قوت سے زیادہ قوتِ امتیاز بخشی گئی۔ جس کے ذریعہ سے اُس نے جان لیا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے۔ اور کس طرح کہنا چاہئے۔

یقیناً سارا بائبل الٰہی مکاشفہ نہیں ہے۔ بہت سی باتیں جو محض انسانی قواء کے ذریعہ معلوم نہ ہوتیں۔ وہ خدا نے معجزانہ طور سے بذریعہ مکاشفہ کے ظاہر کر دیں۔ مگر اور بہت سی باتیں ایسی تھیں جن کے لئے مکاشفہ کی حاجت نہ تھی۔ یہودی تاریخ کے واقعات کے معلوم کرنے کیلئے کسی قسم کے مکاشفہ کی حاجت نہ تھی۔ بلکہ قدیم نوشتوں اور مسودوں کا مطالعہ اور الہامی مصنف کا ذاتی مشاہدہ اور حافظہ اس غرض کیلئے کافی تھے۔ اسی طرح رسولوں اور یوسف اور کنواری مریم کے اسما۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا قصہ یا ہمارے خداوند کے معجزات کا بیان کرنے کیلئے جو اناجیل کے لکھنے

کہ اُس سے ذہن کی صفائی اور تیزی میں بھی مدد ملتی تھی۔ اِس کے ظہور طرح طرح کے تھے اور مختلف آدمیوں پر مختلف ہوتے تھے۔ اِس سے اخلاقی اور روحانی سچائی کی گہری سمجھ حاصل ہوتی تھی۔ خدا کا حس۔ روح کا علو۔ راستبازی کی خواہش عقیدت کی گرمجوشی۔ سب اِسی کے پھل تھے۔ اُس سے حکمت اور عدالت کی روح۔ روحانی مکاشفات کے حاصل کرنے کی قابلیت۔ اور ذہنی قُوا ء کی تازگی اور تیزی حاصل ہوتی تھی۔ وہ یہ سب یا ان میں سے بعض طاقتیں عطا کرتی تھی۔ اور وہ اِن طاقتوں کو مختلف مقداریں بخشتی تھی۔ اور اُس کا ظہور مختلف صورتوں میں مختلف ہوتا تھا +

اِس لئے ہمیں الہام کی نسبت یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ایسی چیز ہے جو ہر حالت میں یکساں عمل کرتی ہے۔ یا ہر وقت ایک ہی قسم کا عجیب وغریب نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اِن سادہ الفاظ میں اس کی تعریف نہائت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ وہ طاقت ہے۔ جسے خدا ہر ایک آدمی کو اُس مقدار کے موافق عطا کرتا ہے۔ جس کی امداد کی اُس آدمی کو اپنے خاص سپرد شدہ کام کے سر انجام کرنے کے لئے حاجت تھی +

۲

مکاشفہ اور الہام

تاکہ اِس مضمون پر خیالات میں گڑبڑ نہ ہو۔ یہ ضرور ہے۔ کہ ہم مکاشفہ اور الہام میں اچھی طرح سے امتیاز کرلیں۔ ہم ایک شخص کو الہام کرتے ہیں مگر ہم ایک امر کو کشف یا ظاہر کرتے ہیں "الہام بطور ہوا کے سانس یا جھونکے کے ہے۔ جو ایک اخلاقی ہستی کے بادبانوں کو بھرتا ہے۔ مکاشفہ بطور ایک دُوربین کے ہے۔ جس سے ہم ایسی چیزیں دیکھ سکتے ہیں جو آنکھ سے نظر نہ آسکتیں"

دوسری فصل

دو حدّیں

تمہید

اگرچہ جیسا ہم اُوپر لکھ چکے ہیں ہم الہام کی صحیح تعریف بیان نہیں کر سکتے اور نہ اُس کی حقیقت کو بتا سکتے ہیں۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا الہام دینے میں کس قدر امداد عطا کرتا ہے۔ تاہم اِس کے ظہورات پر جیسا کہ وہ بیبل میں نظر آتے ہیں۔ غور و فکر کرنے سے اُس کی نسبت اپنے خیالات کو بہت کچھ صاف و روشن کر سکتے ہیں۔ ہم یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ آیا الہام اِس امر کو لازمی ٹھہراتا ہے کہ ہم بیبل کے ہر ایک بیان کو محض خدا ہی کا کلام مانیں جس میں کسی مخلوق کے کلام کی آمیزش نہ ہو۔ یا کہ اِس میں انسانی ناکاملیت اور نقص کی ملاوٹ بھی ممکن ہے؟ کیا ایک الہامی نوشتہ میں سہو و خطا کا ہونا ممکن ہے؟ یا کیا ایک الہامی کتاب میں مذہبی یا اخلاقی اُمور میں زمانہ حال کے مسیحی عقائد کی نسبت ادنیٰ درجہ کے اور ناتراشیدہ خیالات کا ملنا بھی ممکن ہے؟

اگر ہم شروع ہی میں اُن حدّوں کو مُقرر کر لیں جن کے درمیان ہماری تحقیقات محدود رہنی چاہیئے۔ اور جن سے باہر ہم یقینی طور پر کہہ سکیں کہ

والوں یا اُن کے خبر دینے والوں نے مشاہدہ کئے تھے کسی مکاشفہ کی ضرورت نہ تھی۔ پولوس رسُول اپنے مشنری سیر وسیاحت کے معلوم کرنے کے لئے جن کا وہ اپنے خطوط میں ذِکر کرتا ہے کسی مکاشفہ کا محتاج تھا +

تو یہ ظاہر ہے کہ بئیبل کا بہت بڑا حِصّہ ہرگز خدا کی طرف سے کشف کے طور پر نہیں دیا گیا۔ اور نہ اس کی حاجت تھی۔ مگر ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ اُس نے سارا بئیبل الہام کیا۔ جب کہ مُصنفین نے اپنی قوّت مشاہدہ یا حافظہ کو استعمال کیا یا قدیم تاریخی نوشتوں سے کام لیا۔ مثلاً یاشر کی کتاب یا جدا اور اِدّو کی تواریخ وغیرہ۔ تو ہم اس امر کے لئے الہام کی ضرورت کو دیکھ سکتے ہیں تاکہ واقعات کی قدر وقیمت اور منشا اور عملی تعلّق ولگاؤ کا صحیح طور سے موازنہ کیا جائے۔ اور ہر ایک چیز اُس کی حیثیت اور رُتبہ کے موافق جانچی جائے۔ اور کہ کوئی واقعہ کافی طور پر حسب ضرورت بیان کیا جائے۔ اور بیرونی تاریخ کے پیچھے خدا کا ہاتھ صاف صاف نظر آئے +

جیسا کہ کسی شریف مصنّف کی کتاب میں خواہ وہ شاعر ہو یا واعظ پایا جاتا ہے اور جس کی تعلیم سے لوگوں کے دِل میں خدا اور مذہب کی نسبت سچے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اِس مسئلہ کے اعتبار سے ہر ایک عالی قدر شاعر ملہم ہے۔ اور ہر ایک گرمجوش اور صادق آدمی جو اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے کوئی الٰہی پیغام رکھتا ہے۔ وہ ایسا ہی خدائے قادر کا نبی ہے۔ گویا کہ اُس کا کلام بھی بائبل کا ایک حصّہ ہے۔ داؤد اور ملٹن شاعر۔ یسعیاہ اور جان بنین۔ افلاطون اور مقدّس پولوس ایک ہی الٰہی روح کے مختلف ظہور ہیں "بائبل کے مُصنّف اُس آگاہی اور شعور کو جو کسی حد تک سارے بنی آدم کو حاصل ہے اور جو دنیا کے برابر وسیع اور خدا کی طرح عالمگیر ہے۔ اوروں سے ذرا زیادہ مقدار میں رکھتے ہیں۔" انبیا کا الہام جس کے ذریعہ سے اُنہوں نے زمانہ آئندہ کی پیش خبری کی۔ وہ فقط بار یاب نظری تھی۔ جس کے ذریعہ سے اُنہوں نے اپنے زمانہ کے میلانوں کو دیکھکر جان لیا کہ اُن سے کیا نتیجہ نکلے گا۔ جو طاقت اُنہیں لوگوں کے ضمیروں کو جگانے کے لئے حاصل تھی وہ اُن کی زندگی کی پاکیزگی و تقدّس کا نتیجہ تھی۔ جیسا کہ انگلستان کے ایک مشہور فصیح البیان نے فرانس کے مشہور ملکی انقلاب کی بابت جو گذشتہ صدی کے شروع میں واقع ہؤا پیشین گوئی کردی تھی۔ اِسی طرح یشعیاہ نے یہودیوں کی اسیری کی پیش گوئی کی تھی۔ جیسا کہ آجکل کسی پاک آدمی کا کلام لوگوں کے دلوں پر تاثیر کئے بغیر نہ رہیگا۔ ویسے ہی ... [illegible] ... کے الفاظ کا بھی حال ہے۔ کیونکہ وہ خدا کی قربت ... [illegible]

۱۔ (الف)

یہ مسئلہ کہانتک صحیح ہے؟

اِس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس میں بہت کچھ ... [illegible] ... جاتی ہے ... [illegible]

الہام کا سچا تصور ملنا ممکن نہیں۔ تو اِس سے ہماری تحقیقات و جستجو میں بہت مدد ملے گی +

اب جو لوگ کسی معنوں میں بھی پاک نوشتوں کو الہامی مانتے ہیں۔ اُن کے درمیان ہم خیالات کی دو حدیں پاتے ہیں۔ جن سے باہر کوئی نہیں گیا۔ نیچے کی حد پر وہ لوگ ہیں جو الہام کو محض ایک طبعی بات سمجھتے ہیں۔ اوپر کی طرف وہ ہیں جو لفظی الہام کے قائل ہیں۔ اگر ہم اِن دونوں کو آخری حدود سمجھ کر اُن کو بحث سے خارج کر دیں۔ تو ہم حدود کو اَور بھی تنگ کر دینگے۔ جس کے اندر الہام کی سچی تعریف و تصور کے واقع ہونے کی اُمید ہو سکتی ہے۔ اور اِس طور سے ہم کسی قدر صحیح تعریف کے زیادہ قریب ہو جائینگے +

ا

طبعی الہام

اِس وقت جبکہ قدیمی اعتقاد اُکھڑے ہوئے ہیں۔ ایک آسان اور سادہ مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو بوجہ آسان اور سادہ ہونے کے بہت سے اہل الرائے اصحاب کے دلوں میں جڑ پکڑتا جاتا ہے۔ اور بہت سے دوسرے لوگ بھی جو ہرگز اہل الرائے کہلانے کے مستحق نہیں ہیں وہ اِسے دوسروں سے مستعار لیکر خواہ مخواہ اُس پر اپنی فصاحت وبلاغت جھاڑتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں سچائی کا کچھ جزو شامل ہے۔ جیسا کہ ایسی صورتوں میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ اِس لئے وہ نہائت خوفناک اور مغالطہ میں ڈالنے والا ہے +

یہ مسئلہ اِس طور سے بیان کیا جاتا ہے کہ بائیبل چند صحیفوں کا مجموعہ ہے۔ جو فہیم اور معتبر اشخاص نے نیک نیتی سے تحریر کئے۔ اور جن کے کام میں رُوح القدس کی طرف سے الہام اور ہدائت دی گئی۔ مگر یہ ہدائت و الہام ایسا ہی ہے

(ا-ب)
لکھنے والوں کا اپنے الہام کی نسبت کیا خیال تھا؟

پاک نوشتوں کے مُصنّفوں اور دوسرے مُصنّفوں کے دعاوے کا مقابلہ کرنے سے پہلے شروع ہی میں یہ سؤال کرنا مناسب ہے کہ یہ مُصنّف خود اس امر کی نسبت کیا خیال رکھتے تھے؛ اُس امر کی نسبت جو خود اُن کی روحوں میں مخفی تھا۔ خود اُن کی رائے یقیناً قابل قدر ہونی چاہئے۔ اور اس سؤال سے ہمیں فوراً ایک شناخت و جواب ملتا ہے کہ ہر چند بڑے بڑے شعرا اور مُعلّمین اور مُحققین بھی کبھی خدا کی طرف سے ملہم ہونے کے دعویدار نہیں پائے جاتے اور نہ اپنے پیغام کے ساتھ اس قسم کے الفاظ شامل کرتے ہیں کہ "خداوند یوں فرماتا ہے" بلکہ کئی ایک صحیفوں کے مُصنّف ایسا کرتے پائے جاتے ہیں +

عہد عتیق پر نظر کرو۔ پہلے شاہ داؤد کے الفاظ سنو۔ جو وہ اپنے الہام کی نسبت فرماتا ہے :-

"خداوند کی روح مجھ میں بولی

اور اُس کا کلام میری زبان پر تھا" (۲ سموئیل ۲۳: ۲)

پھر یشعیاہ کا کلام سنو :-

"خداوند نے جب اُس کا ہاتھ مجھ پر غالب ہوا . . . مجھ کو یوں فرمایا۔" (یشعیاہ ۸: ۱۱) +

پھر یرمیاہ کا بیان سنو :-

"پیشتر اس کے کہ میں نے تجھے پیٹ میں خلق کیا میں تجھے جانتا تھا۔ اور رحم میں سے تیرے نکلنے کے پہلے میں نے تجھے مخصوص کیا اور قوموں کیلئے

سخت غلطی ہو گی کہ الہامی آدمی صرف زمانہ گذشتہ ہی میں ہُوا کرتے تھے۔ اور کہ الہامی نوشتے صرف بیٔبل ہی میں پائے جاتے ہیں۔ اور کہ خدا کی روح نے قدیم زمانے کے غیر مسیحی نیک دل معلّموں کو اور آج کل کے نیک دل مسیحیوں کو الہام نہیں کیا تا کہ اُن کے ذریعہ سے لوگوں کے دل میں زندگی اور فرض کے متعلق بہتر اور اعلےٰ خیالات پیدا کرے ✣

دُعا کی کتاب کے اِن الفاظ کو کون رد کر سکتا ہے۔ کہ خدا ہمارے زمانے میں اپنی روح قدس کے الہام سے لوگوں کے دِل کے خیالوں کو پاک کرتا ہے؟ اور کون اِس سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ لوتھر اور ٹامس اے کمپس۔ کنگسلی اور کارلائل کے پیغامات مذہبی خیالات کی درستی اور ترقیع کے لئے خدا کی طرف سے الہام نہیں کئے گئے تھے؟

لیکن یقیناً یہ سب باتیں اِس اعتقاد کے مخالف نہیں ہیں کہ خدا نے ایک قوم کو دوسری اقوام کے فائدہ کے لئے خاص طور پر تربیت کیا۔ اور اُس نے خاص اور بالائی قدرت الہام کی نعمت دنیا کے قدیمی زمانوں میں خاص خاص آدمیوں کو عطا کی تا کہ اُن کے ذریعہ سے اپنی ذات اور مشیّت کے متعلق بنیادی اُمور بنی انسان پر کشف کرے۔ جو اُس زمانہ کے بعد کی تمام مذہبی تعلیمات کیلئے بطور بنیاد کے رہی ہیں۔ اِسلئے آؤ۔ ہم اِس امر پر غور کریں کہ ہمارے پاس اِس اعتقاد کے لئے کیا دلیل ہے۔ کہ پاک نوشتوں کے مصنّفوں کا الہام ایک خاص قسم کا اور بالائی قدرت امر تھا۔ وہ معمولی الہام کی نسبت جس کی رہنمائی سے آج کل کے لوگ اچھے خیال سوچتے اور نیک کام کرتے ہیں بہتر اور مختلف تھا ✣

اور یہ دیکھکر اُسے اِس امر میں کچھ بھی شبہ نہ رہیگا کہ قدیمی انبیا یہ یقین رکھتے تھے کہ اُن پر ایک خاص قسم کا اور بالائی قدرت الہام نازل ہوتا ہے +

اب عہد جدید پر نظر کرو اور خداوند کے وہ پُرزور الفاظ سُنو جن کا ہم حصّہ اوّل باب دوم میں ذکر کر چکے ہیں۔ پھر مُقدّس پولوس کے بیانات کو دیکھو کہ وہ کس طرح لکھتا ہے کہ مجھے انجیل عطا ہوئی" وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی۔ بلکہ یسُوع مسیح کی طرف سے مجھے اُس کا مکاشفہ ہوا" (گلتیوں ۱: ۱۲) پھر دیکھو کیسے ایک صاحب اختیار کی مانند وہ اپنے خطوں کو شروع کرتا ہے" پولوس۔ یسُوع مسیح کا ایک رسول" گویا کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کا سارا اختیار اسی ایک امر پر منحصر ہے۔ پھر دیکھو وہ کس طرح قدیمی انبیا کی طرح دعویٰ کرتا ہے کہ" یہ بات ہم تمہیں خدا کے کلام سے کہتے ہیں" اور اپنے الہام کے حق میں اُس کا یہی خیال ہے۔ اور اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ وہ عہد عتیق کے نوشتوں کے متعلّق کیا خیال رکھتا ہے تو اُس کے خطوط میں اُن بیشمار حوالوں کو دیکھو جہاں وہ بڑے ادب و عزّت سے اُنہیں" خدا کا کلام" کہتا ہے۔ پھر ایک اور موقعہ پر وہ لکھتا ہے کہ" خدا ہوسیع (نبی کے صحیفہ) میں فرماتا ہے"۔ پھر" خدا ایک اور مقام میں فرماتا ہے میں اُن میں بسونگا اور اُن میں چلوں پھرونگا" (۲-کرنتھیوں ۶: ۱۶)۔ پھر خاص کر اُس مقام کو دیکھو جہاں وہ بڑے وثوق سے تمطاؤس سے کہتا ہے۔ کہ" تمام نوشتے جو خدا سے الہام ہوئے"! جس کا ترجمہ خواہ کسی طرح کرو اُس سے کم سے کم یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ اِن نوشتوں کے ایک خاص قسم کے اور بالائی فطرت الہام کا قائل تھا۔

اور اگر ہم عہد جدید کے باقی صحیفوں میں سے بھی گذر جائیں تو ہم معلوم کریںگے

تجھے نبی ٹھہرایا۔ تب میں نے کہا۔ ہائے۔ خداوند یہوواہ! دیکھ میں بول نہیں سکتا کیونکہ لڑکا ہوں۔ پر خداوند نے مجھ کو کہا مت کہہ کہ میں لڑکا ہوں۔ کیونکہ جن کے پاس میں تجھے بھیجونگا تو جائیگا اور سب کچھ جو میں تجھے فرماؤں گا تو کہیگا...... دیکھ میں نے اپنی باتیں تیرے منہ میں ڈال دیں۔ دیکھ آج کے دن میں نے تجھے قوموں پہ اور بادشاہوں پر اختیار دیا......"

(یرمیاہ ۱: ۵-۱۰) +

عاموس نبی ایک غریب چرواہا تھا۔ جب بیت ایل کے کاہنوں نے اُسے چپ رہنے کا حکم دیا تو یوں کہتا ہے:-

"میں نہ نبی تھا نہ نبی کا بیٹا ہوں۔ بلکہ چرواہا ہوں۔ اور گولر کے پھولوں کا بٹورنے والا ہوں۔ اور خداوند نے مجھے لیا۔ جب میں گلّے کے پیچھے پیچھے جاتا تھا اور خداوند نے مجھے فرمایا کہ جا اور میری اُمّت اسرائیل سے نبوّت کر۔" (عاموس ۷: ۱۴ و ۱۵) +

پھر سنو حزقی ایل کیا کہتا ہے کہ

"روح مجھے اُٹھا لے گئی سو میں تلخ دل ہو کے اور روح میں جوش کھا کے روانہ ہوا کہ خداوند کا ہاتھ مجھ پر غالب ہو رہا تھا۔" (حزقی ایل ۳: ۱۴) +

مگر اور مثالیں جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ناظرین انبیا کے صحیفوں میں سے گذر جائیں۔ اور وہ خود دیکھ لیں گے کہ کس طرح بار بار یہ الفاظ سننے میں آتے ہیں "خداوند کا کلام" "خداوند یوں فرماتا ہے" بعض اوقات وہ دیکھیگا کہ ایک نیم رضا پیغمبر "خداوند کے بوجھ" کے نیچے آہیں مار رہا ہے۔ اور کسی بالائی قدرت ہاتھ کے ذریعہ دھکیلا جا رہا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی خلاف مرضی بولنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جب کہ خدا کی رُوح قدرت کے ساتھ اُس پر اُترتی ہے۔

کر چکا ہوں جن سے اس کتاب کا الہامی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اُن کے یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ کہ طبعی یا فطرتی الہام" کا مسئلہ ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک ہم بائبل کی خاص خاص باتوں کو جو اُسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ بالکل نظر انداز نہ کر دیں +

۷

لفظی الہام

جو دلائل ہم نے اوپر "فطرتی الہام" کے مسئلہ کی تردید میں بیان کی ہیں۔ یہی دلائل اکثر مسئلہ "لفظی الہام" کی تائید میں بیان کی جاتی ہیں۔ اس مسئلہ کے مطابق [illegible] ایک لفظ [illegible] [illegible] [illegible] لفظوں کا [illegible] [illegible] کا الہامی ہوا ہے [illegible] کے لکھنے والے [illegible] [illegible] روح القدس کے [illegible] [illegible] [illegible] اصطلاح [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی تصنیف [illegible] اس مسئلہ کے [illegible] [illegible] الفاظ کو [illegible] [illegible] ہیں۔ خدا نے لفظوں کو دیا اور اُن کی [illegible] مہر کر دی ہے [illegible] لکھنے میں [illegible] ہوئے اس کے [illegible] [illegible] اُس کا ہر ایک صحیفہ۔ ہر ایک باب۔ ہر ایک آیت۔ ہر ایک لفظ۔ ہر ایک حرف [illegible] تاہم مخلوق کی اپنی آواز [illegible] [illegible] اور مصنف [illegible] اس کا ہر ایک کلمہ [illegible]

کہ کس طرح مختلف نویسندہ یہ اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ انبیا اس امر کی جستجو کرتے تھے کہ مسیح کی روح جو ان میں تھی اس کا مطلب کیا تھا۔ (۱ پطرس ۱: ۱۱) اور کہ "خدا کے پاک بندے روح القدس کی تحریک سے بولتے تھے" (۲ پطرس ۱: ۲۱) اور کہ ان باتوں کا ذکر "خدا نے دنیا کے شروع سے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے" (اعمال ۳: ۲۱) کہ "یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو" (متی ۱: ۲۲) لیکن اس قسم کی اور مثالیں نقل کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ہر ایک پڑھنے والے پر صاف ظاہر ہے کہ پاک نوشتوں کے مصنف یہ یقین رکھتے تھے کہ ان کو ایک خاص قسم کا الہام ہوتا ہے۔ اور خدا کی طرف سے ایک معجزانہ قوت بخشی گئی ہے ۔

(۷-ج)

دیگر امورات الہی نتائج

اس کے بھی الہام کے ثبوت میں اور بھی کئی ایک امور پیش ہو سکتے ہیں جو اس مقام پر پیش کرنا غیر موزوں معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ان کی تعلیموں کو ایک قسم کی عجیب اور بے مثل قوت حاصل ہے۔ جو کسی اور مذہب کی تعلیم کو نہیں۔ یا وہ الہی نبوتیں جن کے سبب سے مسیح کی آمد کی عالمگیر انتظاری پیدا ہو گئی۔ یا معجزانہ علم معرفت جس کے متعلق ہم پڑھتے ہیں کہ حاصل تھی۔ "دیکھو میں ایک راز کی بات کہتا ہوں ہم سب تو نہیں سوئیں گے" وغیرہ۔ پھر یہ ایک نہایت عجیب بات ہے کہ کس طرح یہ کتابیں جو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کے درمیان صدیوں کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ پھر بھی سب کی سب ملکر ایک کامل اور جامع کتاب بنجاتی ہیں۔ گویا کہ کوئی استاد اس تمام معاملہ کا انتظام و بندوبست کر رہا تھا۔ اور بھی کئی ایک دلائل ہیں جن کا ہم اس کتاب کے پہلے حصہ میں ذکر

کی طرح کلام کرتا ہوں"۔ جو اگرچہ ایک انسانی مُصنّف کے لئے ایسا کہنا ایک بالکل طبعی بات ہے۔ مگر روح القدس کی زبانی ایسے الفاظ لکھائے جانے کی شکل سے اُمتبد ہو سکتی ہے۔ وہ بعض زبوروں میں اِس قسم کے الفاظ پاتے ہیں جو ہمارے خداوند کی زبان سے بالکل ناموزون معلوم ہوتے +

وہ اِس قسم کی باتوں سے جو بیٔبل میں پائی جاتی ہیں اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ اور اگرچہ اُنہیں لفظی الہام پر یقین کرنے میں کچھ بھی اعتراض نہ ہوتا۔ تاہم وہ اِس امر کو ترجیح دیتے ہیں کہ اِس قسم کی باتوں کو انسانی مُصنّفوں کے ذمہ لگا دیا جائے اِس کے کہ خدا کو اُن کا ذمہ وار ٹھیرائیں۔ اور اِن دونوں باتوں میں سے ایک ضروری ماننی پڑیگی +

اور جب ایک شخص اِس طور پر غور و فکر کرنے لگتا ہے تو اُسے اِس لفظی الہام کے مسئلے کے خلاف ہر طرف سے ثبوت ملنے لگتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ اگر خدا لفظی طور پر اِس کا مُصنّف سمجھا جائے ٹھیک اُنہی معنوں میں جس میں ملٹن یا جان بنین اپنی تصنیفات کے مُصنّف ہیں۔ تو بیٔبل کی عبارت اور زبان ہمیشہ اور ہر حالت میں بے نقص کامل اور یکساں ہونی چاہئے۔ حالانکہ ایسا اکثر دیکھنے میں نہیں آتا۔ علاوہ بریں اُن میں مُصنّفوں کی ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جو آسانی سے دیکھی جا سکتی ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح عہدجدید کے صحیفوں کے لکھنے والے بلکہ خود خداوند عہدِعتیق میں سے آزادی کے ساتھ آیات کو نقل کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ زبان میں نہیں بلکہ اندرونی خیالات اور مضامین میں اِس الہام کے دیکھنے کے عادی تھے۔ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ ہماری بیٔبل میں بہت سا حصّہ قدیمی نوشتوں تاریخی اور دیگر کا غذات کا بھی شامل ہے۔ اور اِس لئے اُن کے لئے اِس امر پر یقین لانا ایک مشکل امر ہے کہ خدا اِن قدیمی گم شدہ نوشتوں کے

ہیں ہوتا۔ اگر خدا بغیر کسی انسانی وسیلہ کے آسمان سے کلام کرتا" حاصل کلام اس مضمون پر عام خیال یہ ہے کہ الہامی نویسندوں نے خدا کے بتانے سے ایسی تاریخیں لکھ دیں جو ہر طرح کی سہو و خطا سے مبرا ہیں۔ اور جن کے تیار کرنے میں اُنہیں اور کسی قسم کے نوشتوں سے مدد لینے کی ضرورت نہ تھی۔

شاید ہمارے ناظرین میں سے کوئی کہے کہ" وہ پُرزور کلمات جو ہمارے خداوند کے اقوال اور بائبل کے بعض مُصنفوں کی تحریرات سے نقل کئے گئے ہیں۔ اُنہیں پڑھکر مجھے یقین ہوتا ہے کہ اغلباً لفظی الہام کا مسئلہ سچ ہے"۔ خیر صاحب۔ آپ کو یہ بھی معلوم رہے کہ بہت سے اہل الرائے اِس امر میں آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ اگرچہ وہ اِن دلائل کی بنا پر بائبل کے الہامی ہونے کے قائل ہیں۔ تاہم اُنہوں نے سطحی باتوں کو چھوڑ کر ذرا آگے بھی جستجو و تحقیقات کی ہے۔ تاکہ اس امر کو معلوم کریں کہ خدا کے الہام کے مفہوم میں کون کون سی باتیں داخل ہیں۔ اور وہ پاک نوشتوں کا امتحان کرنے کے بعد ہرگز یہ یقین نہیں کر سکتے کہ اس لفظ کے مفہوم میں لفظی الہام بھی شامل ہے۔

مثلاً وہ تواریخ کی کتابوں میں صریح نشانات اس امر کے پاتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ لکھنے والے خدا کے لکھانے سے لکھتے اُنہوں نے اپنے دماغوں سے کام لیا۔ اور قدیمی تاریخوں اور روائتوں اور سرکاری کاغذات میں اِن واقعات کی جستجو اور تلاش کی۔ ہم یہ بھی پاتے ہیں کہ باوجود اس ساری تحقیقات و جستجو کے اُن کے بیانات میں بہت کچھ نقص و اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ انجیل نویس اگرچہ قصّوں کے نفس مضمون میں باہم کامل اتفاق رکھتے ہیں تاہم الفاظ کی بابت ایسی احتیاط کرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ مثلاً جیسے کہ صلیب کے اُوپر کے نوشتہ کی بابت جہاں کہ دو انجیل نویس بھی باہم متفق نہیں ہیں۔ نیز وہ دیکھتے ہیں کہ خود مُقدس پولس رسول اس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ" میں ایک احمق

نے اُس طور پر بھی الہام نہیں کیا جس طور پر کہ وہ آج کل بھی نیک لوگوں کو الہام بخشتا ہے۔ اس لئے دونوں مبالغہ آمیز حدود کو چھوڑ کر اور اِس طور سے اپنی تحقیقات کے دائرہ کو محدود کر کے ہم اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کریں گے کہ بائیبل کے الہام کے مفہوم میں کیا کیا باتیں شامل ہیں۔ تاکہ اس بارہ میں ہمارے خیالات و تصورات زیادہ صاف اور واضح ہوجائیں ✦

"ہر ایک فقرہ ہر ایک لفظ اور ہر ایک کلمہ اور ہر ایک حرف" کا بھی لفظی طور پر مصنف سمجھا جائے +

اور وہ اِس قسم کا سوال کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ پاک نوشتوں کے فقرات اور الفاظ اور حروف کے لفظی طور پر لکھائے جانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے سوائے اِس کے کہ خدا ان تمام صدیوں کے دوران بھی اپنی معجزانہ قدرت کے ساتھ اُن کے لفظ بلفظ صحیح طور پر نقل کرنے والوں سے لکھوانے کا بھی بندوبست نہ کر دے۔ مگر بیئیبل کے اصلاح شدہ ترجمے سے تمام لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا ہو گا۔ جو بات کہ علماء کو بہت پہلے سے معلوم تھی کہ پاک نوشتوں کے بعض الفاظ کے متعلق اکثر اوقات ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ وہ اصل تحریر میں لفظ کیا ہے۔ اِس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ کہ ہم تو یہ کہیں کہ ہزار ہا سال ہوئے خدا نے اپنی قدرت کے ذریعہ انتظام کر دیا کہ پاک نوشتوں کا ہر ایک کلمہ خدا ہی کا لکھوایا ہوا ہو۔ مگر ساتھ ہی یہ انتظام نہ کیا کہ وہ ہر زمانے میں بالکل محفوظ بھی رہے جس سے اِس معجزے کا اصلی مقصد و مدعا بالکل نوشتہ ہو گیا ؟

مگر اِس مسئلہ کی تردید میں اور زیادہ قوت خرچ کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ وہ زمانہ گذر گیا۔ جبکہ ایسا کرنے کی ضرورت ہوتی۔ لفظی الہام کی نسبت اب سب تعلیم یافتہ اشخاص یقین کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا واقعات سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور اب وہ دنیا کے دیگر پرانے مردہ دماغی خبطوں کے ساتھ وہ بھی چمگادڑوں اور چھچھوندروں کا حصہ ہے +

اب ہم نے اپنی تحقیقات میں پہلے قدم پر یہ دریافت کر لیا ہے کہ خدا نے پاک نوشتوں کو اِس طور پر الہام نہیں دیا جیسا کہ لفظی الہام کے ماننے والے بیان کرتے ہیں۔ مگر برخلاف اِس کے یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اِس

۱۔ وہ روح القدس سے تحریک کئے جاتے تھے۔

۲۔ وہ محض آدمی تھے۔

وہ ایسے ہی آدمی تھے جیسے کہ ہم ہیں۔ ہماری ہی کمزوریاں اور ہمارے جیسے جذبات اور تعصبات رکھتے تھے۔ اگرچہ رُوح القدس کے اثر سے وہ بہت کچھ پاک صاف اور عالی مزاج ہو گئے تھے۔ ان آدمیوں میں اُن کے مزاج اور طور و اطوار کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کوئی سالم و تعلیم یافتہ تھا۔ کوئی اس سے بے بہرہ تھا۔ ہر ایک اپنے اپنے پہلو سے بیرونی معاملات پر نظر کرتا تھا۔ ہر ایک دوسروں سے اثرات اور تجربات اور تربیت زندگی کے لحاظ سے مختلف تھا۔ اُن کے الہامی ہونے سے اُن کے طبعی قویٰ کا معرض التوا میں پڑ جانا یا بیکار ہونا لازم نہیں آتا۔ اور نہ اس سے اُن کی شخصیت یا تعلیم و خصلت کے اختلافات زائل ہو گئے۔ جو صاحبِ علم تھا اُس کی تحریر سے علمیت ظاہر ہوتی ہے۔ جو چرواہا یا مچھوا تھا وہ اپنی تربیت و عادت کا اظہار کرتا ہے" شاعر شاعر ہی رہا۔ اور فلسفی فلسفی ہی رہا۔ اور مؤرخ مؤرخ ہی رہا۔ ہر ایک کا طبعی خاصہ اور طور و طریق جوں کا توں ہی رہا۔ اور اسلئے ہر ایک کی اُس کے فن کے قوانین کے مطابق شرح کرنی چاہیئے"۔

ایسا کہنے سے بیبل کی کسی طرح سے ہتک و بےعزتی نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ زمین کا کُرہ ٹھیک مدور نہیں ہے۔ تو اس سے اس کی عزت کو کیا داغ لگ جائیگا۔ بلکہ جب ہم ایسا کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم ایک امر واقعی کا بیان کرتے ہیں۔ اُس کی بابت ایک سچی بات کا اظہار کرتے ہیں۔ تاکہ وہ زیادہ درستی سے سمجھی جا سکے۔ ایک زمانہ میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس قسم کے بیانات بیبل کی شان کے شایاں نہیں ہیں۔ اور جو لوگ الہام کے متعلق

تیسری فصل

انسانی اور الہٰی

ا

الہام میں انسانی عنصر

جو شخص صدق دل سے بیئبل کا مطالعہ کریگا وہ ضرور اُس میں انسانی عنصر یا پہلو بھی پائیگا۔ اگر وہ اسے نظرانداز کرنے کی کوشش کریگا تو بیئبل اُس کیلئے ایک عُقدۂ لاینحل یا ایک گورکھدھندا بن جائیگی۔ لیکن اگر وہ اس امر کو ادب وعزت کے ساتھ تسلیم کرلیگا تو بیئبل بالکل صاف اور زیادہ خوبصورت معلوم ہوگی۔ الہام خدا کی روح اور انسان کی روح کے اتصال کا نتیجہ ہے۔ یا شاید زیادہ صاف الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ خدا روح القدس اور انسانی ذہن وضمیر کے اتصال کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں اجزا میں سے ایک سے بھی قطع نظر نہیں ہوسکتی۔ اور نہ جیسا کہ ہم گذشتہ باب میں دکھا چکے ہیں۔ اُن میں سے ایک پہلو پر حد سے بڑھ کر زور دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں گڑبڑ مچنے اور پریشانی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ " آدمی خدا کی طرف سے روح القدس کی تحریک کے سبب بولتے تھے" تو ہمیں اس سچائی کے دونوں پہلوؤں میں امتیاز رکھنا چاہئے ✦

اُن کے دانت اُن کے منہوں ہیں توڑ ڈال"۔ اور پھر "اُس کے بچے سدا آوارہ رہیں اور بھیک مانگیں۔ وہ اپنے ویرانوں سے خوراک ڈھونڈتے پھریں"
(زبور ۱۰۹ : ۱۲) +

اِن باتوں سے قطع نظر کر کے بھی بائبل میں انسانی عنصر بڑی صفائی کے ساتھ نظر آتا ہے۔ اُس کے ایک بڑے حصّہ میں ایسے ایسے حسّات اور جذبات کا ذکر پایا جاتا ہے جو محض انسانی ہیں۔ یعنی تنہائی اور غم۔ خوف ورجا۔ شک اور تلخکامی۔ ہم اس سب کو کلام اللہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور ایک طرح سے یہ کہنا صحیح بھی ہے۔ کیونکہ یہ سب خدا کی طرف سے الہام ہؤا ہے۔ مگر ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اُس کا بہت بڑا حصّہ انسان کا کلام ہے۔ جیسے کہ بچہ اپنے باپ کو پکارتا ہے۔ امداد کے لئے دُعائیں۔ شک وشبہات۔ اور اکثر کبھی خدا کے لئے رُوح کی پرواز۔ یہ سب حسّات ہمارے فطرتی حسّات کے مانند ہیں۔ اور ہم انہیں ہمیشہ محسوس کرتے رہتے ہیں۔ کیا زبور کی کتاب کی خوبصورتی زیادہ تر اس امر میں نہیں ہے کہ وہ بڑی درستی کے ساتھ انہی باتوں کو بیان کرتی ہے جو ہم خود بار بار اپنے اندر محسوس کرتے رہے ہیں؟ "اِس لئے بائبل کے انسانی پہلو کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرنا محض اس لئے کہ اس کے کلام اللہ ہونے کا خیال آمیزش سے خالی رہے۔ ایسی ہی بڑی حماقت ہو گی۔ جیسے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ باپ اور بچّہ کی گفتگو کے لکھنے کا سب سے بہتر طریق یہ ہے کہ اُس میں سے بچّہ کے اقوال وخیالات وحسّات کو بالکل چھوڑ دیا جائے" +

خدا اِسی طریق سے روح انسانی کو تعلیم دیا کرتا ہے۔ اگر صحیح پہلو سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ بائبل میں انسانی پہلو کا ہونا بجائے اُس کی عزّت کو کم کرنے کے اُسے اَور بھی زیادہ بنی آدم کے لئے ایک نہایت مناسب مذہبی کتاب ٹھیراتا ہے لیکن

مسائل گھڑا کرتے تھے۔ بغیر اس کے کہ اُن کا واقعات کی رو سے امتحان و آزمائش کریں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بیئبل خالصاً ایک الٰہی چیز ہے اور انسانی نوِیسندہ محض ایک کل کے طور پر تھا اور اُس کی شخصیت کو اُس کے کام میں کچھ بھی دخل نہیں۔ وہ خدا کے ہاتھوں میں محض ایک قلم کے طور پر تھا۔ جو وہ لکھتا جاتا تھا یا لکھا جاتا تھا۔ یا وہ روح القدس کے ہاتھوں میں محض ایک ساز موسیقی کے تھا۔ لیکن جیسا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں زیادہ توجہ سے بیئبل کا مطالعہ کیا گیا تو ایسے ایسے اُمور ظاہر ہوئے۔ جو اس قسم کے خیالات کے بالکل خلاف تھے۔ نتیجہ یہ دریافت ہوا کہ بہت سی باتوں میں بیئبل بھی دیگر انسانی کتابیں یا عام مجموعہ انسانی کتابوں کی مانند ہے۔ اُن کی زبان اور عبارت ہر قسم کی خطا و سہو سے خالی نہیں ہے۔ ہر ایک مصنف کا طرز تحریر اور طریق خیال جداگانہ ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک عام مصنفوں کی طرح اپنے اپنے عیوب اور خوبیاں رکھتا ہے۔ مؤرخ کو اپنی کتاب کی تصنیف میں وہی طریق اختیار کرنا پڑا ہوگا۔ جو آج کل کے تاریخ نویسوں کو کرنا پڑتا ہے۔ اُسے قدیم نوشتوں سے جو پہلے سے موجود تھے اپنا مضمون اکٹھا کرنا پڑا۔ اور کچھ مصالحہ اپنے مشاہدہ اور حافظہ سے اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے حاصل کیا۔ اُن کی تحریرات میں ان کے عہد کے خیالات کا رنگ پایا جاتا ہے۔ مصنف کی علمی واقفیت بھی اُس کے ہمعصروں کے دائرۂ علم سے محدود معلوم ہوتی ہے۔ بعض نقاد تو یہ کہنے کی بھی جرأت کرتے ہیں کہ وہ اُن میں انسانی تعصبات اور جذبات کے بھی نشانات پاتے ہیں۔ مثلاً جب مُقدس پولوس ایک یونانی شاعر کا قول نقل کرتے ہوئے سارے اہل کریت کو "جھوٹے اور موذی جانور" (طیطس ۱:۱۲) قرار دے دیتا ہے۔ یا جب کہ زبور نویس اپنے ظالموں کے خلاف غصہ میں آ کر چلا اُٹھتا ہے "اے خدا

اُس کے سامنے پیش کی جائیں۔ اِسلئے اگر ایک پہلے سے گھڑا ہُوا الہام و مکاشفہ ایک پہلے سے گھڑی ہوئی زبان میں آسمان سے نازل کیا جائے۔ تو ہم اُس کو بنی انسان کے ساتھ خط و کتابت کرنے کا ایک مناسب اور طبعی ذریعہ نہیں کہیں گے۔ بہرصورت یہ تو ظاہر ہے کہ خدا نے کسی ایسے طریق کو استعمال نہیں کیا ہے۔ اُس نے انسانی ذہنوں کو اپنی سچائی کے ظاہر کرنے کا وسیلہ ٹھیرایا ہے۔ کیونکہ اسی طریق سے انسانی ذہن۔ جن کے لئے وہ نازل کی گئی۔ اُسے بہتر طور سے حاصل کر سکتے تھے۔ اُس نے اُن آدمیوں کو جو ہر ایک ملک اور زمانے سے بہت مناسبت رکھتے تھے استعمال کیا۔ اُس نے مختلف خصائل اور طبائع والے آدمیوں کو الہام کیا۔ اُس نے مختلف خیال کے آدمیوں کو منتخب کیا تاکہ اپنی سچائی کے مختلف پہلوؤں کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ اور اِس طور سے ایک دوسرے کی درستی اور تکمیل کرے[1]۔

یُوحنّا جو تنہائی پسند اور تفکّر و مراقبہ کا عادی تھا وہ دوسرے انجیل نویسوں کی نسبت اشیا کو مختلف رنگ میں دیکھتا ہے۔ آتش مزاج اور سرگرم پطرس کی تنگ خیالی اور نیم مہذّب و ناتربیت یافتہ دماغ کی تکمیل کے لئے ایک وسیع خیال اور منطقی پولس کی ضرورت تھی۔ جو مسیحی دین کی عالمگیر قدرت و وسعت کا اندازہ لگانے اور اِس قول کی حقیقت سمجھنے کی کہ سب لوگ جو ایمان رکھتے ہیں خدا کے نزدیک مقبول ہیں۔ قابلیت رکھتا تھا۔ حالانکہ مقدس یعقوب

---

[1] یہاں ہم ایک تمثیل کا ذکر کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے مقدس سیرل ساکن اسکندریہ نے روح القدس کے عمل کو جیسا کہ وہ مختلف آدمیوں پر کرتا ہے بیان کیا ہے۔ ایک ہی بارش ساری دنیا پر برستی ہے۔ مگر وہ چنبیلی میں سفید اور گلاب میں سرخ اور دوسرے پھولوں میں ارغوانی اور لاجوردی ہو جاتی ہے دراصل تو وہ ایک ہی قسم کی اور لاتبدیل ہے۔ مگر ہر ایک چیز کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے سے اسکی فطرت کے موافق رنگ بدل لیتی جاتی ہے۔

اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی اس امر کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں جب کبھی ہم اس سے قطع نظر کرنے یا منکر ہونے کی کوشش کرتے۔ یا خدا کی تعلیم کی سچائی کو اس امر پر منحصر کرتے ہیں کہ اُس میں انسانی پہلو نہیں ہے۔ تو اس سے ہم اپنے مذہب کے مخالفوں کو ایک بہت بڑا موقعہ حملہ کرنے کا دیتے ہیں +

۲

انسانی عنصر کی قدر و قیمت

ہم جانتے ہیں کہ خدا اگر چاہے تو بغیر وسیلہ انسانی ذہن یا ہاتھ کے اپنا الہام عطا کر سکتا ہے۔ وہ اگر چاہتا تو ہر روز آسمان سے اپنی سچائیاں بیان کر دیا کرتا یا فرشتوں کے ذریعہ بھیج دیتا۔ یا آسمان پر موٹے موٹے حرفوں میں منقش کر دیتا۔ یا پہاڑوں پر ایسے طور سے لکھ دیتا جو کبھی محو نہ ہو سکتیں۔ اس طور سے وہ ہر ایک طرح کے بگاڑ یا خرابی سے بالکل محفوظ رہتیں۔ اور اس طرح سے وہ ساری دنیا میں ایک ہی دفعہ شائع کی جا سکتیں۔ خدا کے لئے اِن باتوں میں سے کسی بات کو کرنا ایسا ہی آسان تھا جیسا کہ یہ امر کہ سچائی کو رفتہ رفتہ اور بعض اوقات دھندلے طور سے ناکامل انسانی ذہنوں کے ذریعہ سے ظاہر کرے +

مگر کیا اس قسم کا مکاشفہ انسان کی ضرورتوں کے لئے کافی ہوتا؟ اگرچہ ہم بہت کچھ نہیں جانتے۔ مگر یقیناً اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ بہر صورت خدا کا موجودہ طریق عمل سب سے بہتر ہے۔ فی الواقعہ ہم یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ اور کونسی تجویز ایسی ہے جو معترض پیش کر سکتا ہے۔ ہر ایک پیغام جو خدا کی طرف سے انسان کو ملے۔ ضرور ہے کہ وہ انسانی قُوا ء کے مناسب حال ہو۔ الٰہی باتوں کو انسان تب ہی سمجھ سکتا ہے۔ جب کہ وہ انسانی فطرت کے قوانین کے مطابق

یا صرف ونحو کے قاعدوں کی پابندی کی اتنی پروا نہ تھی۔ اُس کے مقصد کے لئے دھڑکنے والا دل۔ تیز آنکھ۔ اور پُرعقیدت دِل۔ جو خدا اور انسان کی اُلفت ومحبت سے بھرا ہو۔ زیادہ کارآمد تھے۔ بہ نسبت اِس کے کہ تاریخی واقعات کی ذرا ذرا سی باریکیوں یا علمی اُمور میں سہو وغلطی سے مبرا ہونے کا خیال رکھنا۔ بھلا یہ ذرا ذرا سی مُردہ باتیں کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ بمقابلہ اُس ہمدردی کے جو ایک انسان کے دل میں دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جس سے ایک شخص کے کلام سے دوسروں کے دل میں جوش وتحریک پیدا ہو جاتی ہے +

اے مردو اور عورتو۔ اگر تم پاک نوشتوں کو اچھّی طرح سمجھنا چاہتے ہو۔ تو اِس امر کو یقین جانو۔ خدا انسانی تماشا گاہ کے پیچھے کھڑا ہُوا تپلیوں کا ناچ نہیں نچاتا۔ تم بئیبل میں انسانی عنصر کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتے۔ تم نقص اور ناکاملیّت اور محدودیّت کے خیال سے ڈرتے ہو۔ تم انسانی جذبات اور حسّات کے تسلیم کرنے سے خوف کھاتے ہو۔ کیونکہ یہ باتیں تمہارے ذہن کے تصوّر سے جو تم الہام کی نسبت رکھتے ہو ٹکراتے ہیں۔ مت ڈرو۔ "خدا کا نُور اپنی آسمانی پاکیزگی کو انسانی صورتوں میں منعکس ہونے سے ہرگز نہیں کھو بیٹھتا۔ برخلاف اِس کے اِنسان ایسی ہمدردی کو محسوس کرنے سے جو اُس کے سے جذبات اور حسّات کی موجودگی کو بتاتی ہے بہت کچھ فائدہ حاصل کرتا ہے"۔ یقیناً خدا کی تدابیر ہماری تدابیر سے زیادہ معقول ہیں۔ بھلا اِس سے بڑھکر کونسا قدرتی طریق ہے جس کے مطابق انسان آسمان کی طرف سے تعلیم حاصل کرتا؟ اِس سے بڑھکر اور کونسا طریق ہے۔ جس سے بئیبل ایسی کتاب بن جاتا جو سارے بنی اِنسان کے لائق ہو؟

جو ایک یہودی طرز کا مُقدس آدمی تھا۔ اور ہمیشہ زندگی کے عملی پہلو پر نظر رکھتا تھا۔ اِس بات کو تاڑ گیا کہ کس طرح نجات بالایمان کی تعلیم کے متعلق بھی بآسانی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں گے کہ گویا ایمان عمل سے زیادہ اہم و ضروری ہے۔ اور اِس لئے اُس نے ایک دوسرے یُوحنا بپتسما دینے والے کی طرح دین و مذہب کی بنیادی سچائی پر زور دیا کہ محض نیکو کاری ہی میں انسان کی شرافت ہے ؛

اِسی طرح الٰہی روح انسانوں کی زندگی کے مختلف اہم موقعوں پر اُن کے پاس آئی۔ وہ اُن کے پاس اُن کی خوشی اور غم اور رشک و شبہ اور مایوسی۔ ایمان کی مضبوطی اور آزمائشوں کے جدوجہد کے موقعہ پر آئی۔ اور اُس نے انسانی روح کے ذریعہ اُس کی مختلف حالتوں میں عالمگیر انسانی روح کے ساتھ کلام کیا جو اِس کے سوا اور کسی طرح ہرگز نہ کر سکتی۔ اُس نے یشعیاہ کے پُرجوش غضب۔ اور یرمیاہ کی غمناک آہ و زاری کے ذریعہ جو وہ اپنی شریر قوم کی نسبت کرتے تھے۔ کلام کیا۔ اُسی نے قدیم زمانے کے زبور نویسوں کے دِل کو چھُوا۔ اور ہم اُن کی کشمکش کا حال سُنتے ہیں۔ جو وہ اپنے غموں اور اپنے گناہوں کے ساتھ کرتے تھے۔ اور نیز اُن کی بچوں کی سی فریاد و پکار۔ جو اُن کے دل سے زندہ خدا کی طرف اُٹھتی تھی۔ اُن کے نوشتوں میں سُنائی دیتی ہے۔ اُسی نے ہوسیع کے دِل میں اپنا الہام ڈالا۔ جو اپنی سب سے دردناک مصیبت پر جو کسی انسان پر پڑنی ممکن ہے۔ یعنی اپنی بیوی کی بیوفائی پر نوحہ و زاری کرتا ہے۔ اور اُس کے اِس غم اور اِس غیر تبدیل محبت کو اِس امر کے ظاہر کرنے کا ذریعہ بنا دیا کہ خداوند یہوواہ بھی اپنی نافرمانبردار اُمت کے لئے اِسی طرح افسوس کرتا ہے ؛

اِسی لئے خدا نے اِس طور سے بیبل کو الہام کیا۔ اُس کو اپنے نبیوں کی علمیت

حالت میں قہر کو ساری چیزوں کا انجام سمجھنے لگتا ہے۔ تو ہمیں یہ کوئی تعجب کی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ بالکل انسانی فطرت کے تقاضا کے مطابق ہے۔ اور اگر ہمیں اِس بات پر تعجب ہو کہ کیوں اُس کے اِس قسم کے الفاظ کاٹ نہیں ڈالے گئے۔ پیشتر اِس کے کہ اُس کی تحریرات بائبل میں شامل کی گئیں۔ تو ہم کہیں گے کہ بلاشبہ خدا کو یہی منظور تھا کیونکہ اُس کا مقصد اس طور سے اچھی طرح پورا ہوتا ہے۔

اور جب ہم اَور الفاظ دیکھتے ہیں جو جنگ وجدل کے زمانوں میں لکھے گئے۔ جو مسیح کی روح کے ساتھ محبت وملائمت کے لحاظ سے میل نہیں کھاتے۔ تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ لوگ جنہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے آدمی ہی تھے۔ مگر ایسے آدمی جو اگرچہ الہام یافتہ تھے۔ تاہم اُنہیں ابھی تک پورے طور پر تعلیم حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ اُن کے طبعی جذبات ابھی تک پورے طور پر روح القدس کی تاثیر سے مغلوب اور پاک صاف ہوئے تھے۔ ہمیں تاریخ کے اَور واقعات کی طرح اُن کو بھی اُن کی طبعی حیثیت کے موافق سمجھنا چاہیئے۔ گو ہم اُن کی دعاؤں کو مسیحی روح کے موافق نہیں سمجھتے۔ مگر باوجود اِس کے بھی ہم جانتے ہیں کہ وہ خدا پرست آدمی تھے۔ اور ہم اُن سے فرائض کی بجا آوری کے متعلق عمدہ عمدہ سبق سیکھ سکتے ہیں۔ وہ اُس معاملہ کی پیروی میں جسے وہ درست اور خدا کا معاملہ سمجھتے تھے۔ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے +

ہم اپنی ہمدردی کے ذریعہ اُن کے حسات کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ ہم اُن کی تاریخ کو اُس کے طبعی معنوں کے مطابق پڑھتے ہیں۔ مگر جب ہم تاریخ بائبل میں کوئی واقعہ پڑھتے ہیں۔ گو کہ وہ دنیا کے تاریک زمانوں ہی میں کیوں نہ واقع ہوا ہو۔ تو ہمارے پہلے ہی سے ٹھانے ہوئے خیالات کے سبب جو ہم بائبل کی نسبت ٹھیرا چکے ہیں اُس واقعہ کی طبعی صورت پہلے ہی سے اُس میں سے خارج کر دیجاتی ہے

۳

انسانی عنصر کو فراموش کرنے کی خرابی

ایک قدیمی یہودی ربّی کا قول ہے کہ "شریعت بنی انسان کی زبان میں بولتی ہے۔ اور بائبل کے حق میں بہت بہتر ہوتا اگر یہودی ربّی اور اُن کے مسیحی پیرو اِس بات کو ہمیشہ مدنظر رکھتے۔ کیونکہ اِس قسم کے تراشے ہوئے مسئلوں سے جو عرصہ سے مروّج چلے آتے ہیں۔ بائبل کے فطرتِ انسانی کے مطابق ہونے کی خوبی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔

انسانی روح کی آواز اُس کی مختلف حالتوں میں جو بائبل کے صحیفوں میں سُنائی دیتی ہے۔ اگر ہم اُسے فی الحقیقت اپنی ہی جیسی روح انسانی کی آواز سمجھیں۔ تو وہ کیسی دل پر اثر کرنے والی ہوگی۔ اور کیسی دلچسپی کے ساتھ ہم لوگوں کو اپنی آزمائشوں اور امتحانوں کے ساتھ جدوجہد کرتے یا زندگی کے اسرار کی بابت سؤال کرتے دیکھیں گے۔ اگر ہم کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ لوگ خاصکر وہ جن کا ذکر ہم عہد عتیق میں پڑھتے ہیں۔ ہمارے ہی جیسے معمولی ناکامل انسان تھے۔ جن میں خدا کا بڑا عظیم الشّان کام جس سے وہ لوگوں کے چال چلن اور خصائل کو درجہ بدرجہ نشوونما دیکر کمال کی طرف لیجاتا ہے۔ جاری ہو رہا ہے اور کہ یہ آدمی رفتہ رفتہ روح قدس سے نور حاصل کرکے شرافت کے اعلےٰ مدارج کی طرف ترقّی کر رہے ہیں۔ اور اُسی کے اثر کے نیچے یہ لوگ اپنے اپنے خیالات اور اُمنگوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ فونوگراف کی طرح عالم بالا کے سکھائے ہوئے الفاظ کو دُہرا رہے ہیں +

جب دنیا کے تاریک زمانوں میں پیشتر اس کے کہ کامل مکاشفہ حاصل ہُوا ایک خداشناس آدمی ایک مایوسی و اضطراب کے دریا میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس

صحیح مطلب سمجھنا سیکھ لیں گے +

۴

الٰہی عنصر کی انسانی عنصر کے ساتھ آمیزش

ہمیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیبل میں انسانی عنصر کی موجودگی پر خاص طور پر زور دیا جائے۔ یہ پہلو اِس وقت تک اکثر مذہبی لوگ فراموش کرتے رہے ہیں۔ اور یہی غفلت ایک بڑی حد تک موجودہ بے چینی کے لئے جوابدہ ہے۔ مگر دوسری جانب گذشتہ صدی کے مطالعہ بیبل سے یہ امر بھی زیادہ زیادہ واضح ہوتا رہا ہے۔ کہ یہ انسانی عنصر بیبل میں لوگوں کے خیال کی نسبت نہیں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور اُس کے مُصنّفوں کو اپنے قواء کے استعمال میں بہت زیادہ آزادی رہی ہے۔ اِس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیبل کی صحیح معرفت کے لئے اس پہلو کو بھی ہماری نظروں کے سامنے خاص طور پر وقعت دیجائے +

علاوہ بریں چونکہ ہمارے زمانہ میں الہام و مکاشفہ کے انسانی پہلو پر بہت ہی زور دیا جارہا ہے۔ اِس لئے اور بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم الٰہی پہلو کو نظرانداز نہ کردیں۔ اِنسانی خیالات کی تاریخ کے مطالعہ سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ اُس کا میلان ہمیشہ اس طرف رہتا ہے۔ کہ گھڑی کے پنڈولم کی طرح کبھی ایک جانب کو دور تک چلے جائیں۔ کبھی اُس کی مخالف سمت کو۔ اور جس قدر ایک طرف زیادہ جائینگے۔ اُسی قدر دوسری سمت کو اور بھی زیادہ دُور تک جا پہنچیں گے۔ اِس لئے ہم کو اس خطرہ سے اپنی حفاظت کرنی چاہئے۔ جبکہ ہم اس امر کو پورے طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو تعلیم دینے کے لئے انسانی وسیلہ کو استعمال کیا ہے۔ تو اُس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ وہ فقط ایک وسیلہ ہی ہے۔ اور وہ جو اُس کے پیچھے اور اُس کے اندر اور اُس کی تہ میں ہے

صرف اسلئے کہ وہ واقعہ بیبل میں ہے۔ ہم اُن لوگوں کو جن کا اُس میں ذکر ہے معمولی قسم کے حقیقی آدمی نہیں سمجھتے ہیں ہم اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ خدا نے ناکامل آدمیوں کو اپنی تعلیم کا ذریعہ ٹھیرایا۔ اور وہ آدمی ایک ہی دفعہ چھلانگ مار کر اپنی روحانی تعلیم کی چوٹی تک نہیں پہنچ گئے۔ اور اِس لئے بجائے اس کے کہ ہم اُن سے غضبناک ہو کر انتقام کے لئے پکار اُٹھنے کے ساتھ ہمدردی کریں۔ بجاے اِس کے کہ ہم اُن کی اُس فریاد وپکار کو ایسا ہی سمجھیں جیسے کہ ایک بچہ چوٹ کھا کر چلّا اُٹھتا ہے۔ اور اپنے باپ کے پاس بھاگا جاتا ہے۔ ہم اس کو "کلام الٰہی" پر ایک دھبہ سمجھنے لگتے ہیں +

ہمارے لئے اس امر کو سمجھنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح قوی مزاج اور غضبناک محب وطن۔ جو خدا اور وطن کے لئے خوشی سے اپنی جان دیدیتے۔ اپنی چاروں طرف بیرحمی اور ظلم کا دَور دَورہ دیکھکر سخت جوش وغضب کی حالت میں اس قسم کی انتقام وکینہ آمیز دُعائیں لکھ گئے جیسی کہ ہم زبور کی کتاب میں پاتے ہیں؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے بیبل میں سے انسانی عنصر کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ خدا کو چاہئے تھا کہ ان آدمیوں میں سے جوش وغضب نکالکر اُنہیں محض پُتلیوں کی طرح بنا دیتا۔ پیشتر اس کے کہ اُس نے اُنہیں اپنے ہم جنسوں کو تعلیم دینے کے لئے منتخب کیا۔ ہم اس طور سے تمام انسانیت اور طبعی جذبات کو اُن میں سے خارج کر دینا چاہتے ہیں۔ پھر کہیں اُن کے الہامی ہونے پر یقین کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ خدا اس قسم کی کلوں کو استعمال کرتا۔ نہ ایسے جوش وتحریک سے بھرے ہوئے آدمیوں کو۔ خیر کچھ ہی ہو۔ مگر خدا نے ایسا نہیں کیا۔ خدا نے آدمیوں ہی کو استعمال کیا۔ اور جس قدر جلدی ہم اس واقعہ کو تسلیم کرلیں گے اُسی قدر صحت وصفائی کے ساتھ ہم بیبل کو پڑھنا اور اُس کا

۵

لکھا ہوا کلام اور کلام جو خود مسیح ہے۔

بیبل میں الٰہی اور انسانی عنصر کے یکجا موجود ہونے کی سب سے عمدہ مثال خود ہمارا خداوند ہے۔ جس میں دو طبیعتیں۔ یعنی الٰہی اور انسانی مجتمع تھیں نہیں بلکہ اسے محض مثال سے بڑھکر کہنا چاہیئے۔ کیا لکھا ہوا کلام الٰہی اور کلام جو خود مسیح ہے۔ یہ دونوں مکاشفے خدا نے انسانیت ہی کے ذریعہ سے اِنسان کو عطا نہیں کئے؟ اور کیا یہی امر ایک بڑی حد تک اِس مطابقت کو ثابت نہیں کرتا؟ کیا یہ لکھا ہوا کلام اُسی ہستی کی ناکامل اور انسانی تصویر نہیں جو اپنی باطنی ماہیت اور فطرت کے لحاظ سے ہمارے علم سے باہر ہے؟ اور کیا ہم بڑے ادب وعزت کے ساتھ اُس ابدی "کلام" کی نسبت بھی یہی بات نہیں کہہ سکتے جو "ابتدا میں خدا کے ساتھ اور جو خود خدا تھا"؟

اِن دونوں میں الٰہی اور انسانی عنصر کا اتحاد پایا جاتا ہے۔ اُس (مسیح) میں الٰہی فطرت کمزور انسانیت کا برقع پہنے ہوئے ہے۔ اس (لکھے ہوئے کلام) میں الٰہی روح ناکامل انسانی ذہنوں اور ناکامل انسانی زبان کے ذریعہ اپنے کو آشکارا کر رہی ہے۔ اُس میں الوہیت اپنے پُر قدرت معجزے اور غیر مرئی عالم کے مکاشفے جلوہ گر کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی انسانیت اپنی کمزوری اور تکان اور بھوک اور دکھ کے ذریعہ ظاہر ہو رہی ہے۔ اِس میں الٰہی عنصر۔ اعلےٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم اور نبوّت اور مکاشفہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور انسانی عنصر انسانی جذبات اور بےصبری کی حرارت اور مایوسی اور خوف کی برودت میں آشکارا ہو رہا ہے۔ اُس میں خدا کے عظیم الشّان کلمات۔ اور راستبازی۔ اور آنے والے عالم کے راز روزمرہ کی معمولی باتوں۔ یعنے کھانے پینے۔ رہنے سہنے کے معمولی فقرات کے ساتھ ملے جلے

وہ خدا کی روح کی قدرت ہے +

ہم الٰہی اور انسانی عنصر کے درمیان ایک خط فاصل نہیں کھینچ سکتے۔ ہم اُس کے کسی حصّہ کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ "یہ انسانی ہے"۔ "وہ الٰہی ہے"۔ بعض حصّوں میں جیسے کہ اناجیل میں الٰہی پہلو زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے حصّوں میں جیسے کہ تواریخ کی کتابوں میں۔ انسانی پہلو زیادہ معلوم دیتا ہے۔ وہ بطور ایک سونے کی کان کے ہے۔ جس میں سونا مٹی اور پتھر سے ملا ہوُا پایا جاتا ہے۔ اور اگرچہ کہیں سونے کی مقدار کم ہے کہیں زیادہ۔ مگر سب کا سب سونے کی موجودگی کے سبب درخشاں معلوم ہوتا ہے۔ یا یوں کہو کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسی سورج کی کرنیں رنگین شیشوں والی کھڑکی میں سے گذر رہی ہوں شعاعیں ان شیشوں میں سے گذرنے کے سبب رنگین نظر آئیں گی۔ ہم ایسی روشنی کسی اور طرح حاصل نہیں کر سکتے۔ بعض حصّوں میں تو یہ توسّل کی چیز ذرا موٹی اور ناکامل سی ہے۔ بعض حصّوں میں روشنی اپنی چمک دمک کے سبب آنکھوں کو چندھیائے دیتی ہے۔ مگر یہ روشنی اِن رنگوں سے جُدا نہیں کیجا سکتی اور ہر ایک شعاع میں نور اور رنگ مِلا جُلا نظر آتا ہے۔ مگر اس توسّل کی موجودگی کو نظر انداز کر دینا سخت حماقت ہوگی۔ کیونکہ اِس سے غلط فہمی اور بےچینی پیدا ہوتی ہے۔ اور آدمی خواہ مخواہ ایک حیرت و تعجّب میں پڑ جاتا ہے کہ کیوں خالص روشنی ہمیں نہیں ملتی۔ مگر اس سے بھی بڑھکر حماقت کی بات یہ ہوگی کہ ہم خود روشنی ہی کو نظر انداز کر دیں۔ اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ یہ رنگین گنبد بجائے خود منوّر ہے۔ اور یہ جسے ہم آسمانی روشنی سمجھے بیٹھے ہیں خود زمین سے ہی ہے! خدا کی روح کے سوا کوئی اعلےٰ تعلیم نہیں مِلسکتی۔ اور نہ روح انسانی کے لئے کوئی حقیقی نور ہے مگر وہی "نور جو دنیا میں آکر ہر ایک آدمی کو روشنی بخشتا ہے"۔

تعصبات دور ہو جائینگے۔ جن کا دور ہونا بائبل کی صحیح معرفت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ شاید اس امر پر غور کرتے کرتے کسی کی توجہ اس بات کی طرف بھی پھر جائے کہ کس طرح یہودی کسی "آنے والے" کا انتظار کر رہے تھے۔ مگر وہ ایک شخص کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ آنے کا انتظار کر رہے تھے جو غلط تھا اور اس لئے جب ایک غریب مسیح ظاہر ہوا تو اُسے بڑھئی کا بیٹا سمجھکر انہوں نے رد کر دیا۔ شاید بعض اپنے دل سے یہ سوال بھی پوچھیں کہ "اگر یہ غلط تصور اُس زمانہ میں مسیح کو قبول کرنے میں رکاوٹ کا باعث ٹھیرا۔ تو کیا ممکن نہیں کہ ایسا ہی غلط تصور ہمیں بائبل کی قبولیت سے روک رکھے؟ اگر مسیح کو یہ کہنا پڑا تو کیا بائبل بھی زبان حال سے نہیں کہہ سکتی کہ مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر کا موقعہ نہ پائے"؟

سُنائی دیتے تھے۔ اِس میں نبوّت اور مکاشفہ اور نیکی اور شرافت کے الٰہی سبق معمولی قصہ کہانیوں اور کرسی ناموں اور تاریخی واقعات کے ساتھ۔ جن کا بعض اوقات آج کل کی زندگی کے ساتھ کچھ بھی واسطہ وتعلق نظر نہیں آتا۔ مخلوط پائے جاتے ہیں۔

اُس (مسیح) میں بھی حکمت نے رفتہ رفتہ نشو ونما حاصل کیا۔ اگر وہ بچپن ہی سے ہمہ دان ہوتا تو وہ کامل انسان نہ ہوتا۔ اِسی طرح اِس (کلام) میں بھی ہم ایسا ہی نشوونما۔ ایسی ہی اخلاقی اور روحانی تعلیم میں بتدریج ترقی پاتے ہیں۔ جس میں الٰہی رازوں کا مکاشفہ رفتہ رفتہ زیادہ صاف اور واضح ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جیسا کہ خود خداوند نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ عہدِ عتیق کے زمانے کی تعلیم عہدِ جدید کی تعلیم سے ادنےٰ درجہ پر ہے۔ نہیں بلکہ۔ کسی قسم کی بے ادبی کے مجرم ٹھیرنے کے بغیر۔ ہم اس مقابلہ کو اَور بھی پرے لیجا سکتے ہیں۔ اُس (مسیح) میں اُس کی زمینی زندگی کے خاتمہ تک بھی۔ علم کے لحاظ سے خاص حدود پائی جاتی تھیں۔ جو اُس کی انسانیت کی وجہ سے تھیں۔ مثلاً وہ فرماتا ہے۔ کہ "اُس دن اور اُس گھڑی کو کوئی آدمی نہیں جانتا ...... بیٹا بھی نہیں بلکہ باپ"۔ بھلا اگر خود اُس کلام کا یعنے مسیح کا۔ یہ حال تھا۔ تو کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ لکھے ہوئے کلام میں لکھنے والے کے انسانی جہل وبےعلمی کے نشان پائے جائیں اور وہ لوگ ایسی باتوں سے جن کا آشکارا ہونا خدا نے انسانی تحقیقاتوں اور دریافتوں کے ذریعہ سے ٹھیرایا تھا۔ ناواقف پائے جائیں؟

مگر ہم اس مضمون پر ایک علحدہ باب میں بحث کریں گے۔ لیکن ہم اُمید کرتے ہیں کہ ناظرین اپنے طور پر اس مشابہت اور مطابقت پر جو بیٔبل اور ہمارے خداوند کی ذات کے درمیان ہے۔ اور جس کا ہم نے یہاں محض اشارتاً ہی ذکر کیا ہے۔ خوب غور وفکر کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ اِس طور سے بہت سے

کہ تاریخ یا علم الارض یا علم ہیئت کے متعلق بیانات کو علمی لحاظ سے بالکل صحیح ماننا چاہیئے۔ اور یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ اس زمانہ کے مروجہ و مسلمہ خیال ہیں جن کو [illegible] لکھنے والوں کی لاعلمی یا اُن نوشتوں کی نقل نویسوں سے جن سے وہ واقعات اخذ کئے گئے کسی قسم کی غلط بیانی یا سہو و خطا کے وقوع ہونے کا امکان نہیں ہے ✦

اس خیال سے خواہ مخواہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دکھا دے کہ ان تین ہزار سال کے عرصہ میں مصنفوں نے کوئی ایک بھی علمی یا تاریخی بیان لکھا ہے جس کا غلط ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔ تو ہمیں بائبل کے الہامی ہونے کی نسبت اپنا اعتقاد ترک کر دینا چاہیئے ✦

یہ دعوے واقعی خطرناک ہے۔ مگر باوجود اس کے بہت سے بیدار لوگ تہ دل سے اسے مانے بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر لی صاحب نے "الہام" پر ایک کتاب لکھی ہے جو اکثر لوگوں کے نزدیک مستند سمجھی جاتی ہے۔ اس میں ایک فقرہ لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جغرافیہ یا تاریخ کے متعلق تفصیلی باتوں میں اور نیز علم طبعیات کے متعلق جو باتیں بائبل میں پائے جاتے ہیں۔ وہ ہر ایک کتاب کے ہر ایک حصے میں ہر طرح کی سہو و خطا سے مبرا اور بالکل صحیح ماننے چاہئیں۔ اس میں آپ صاحب کے قول کو بھی نقل کرتا ہوں کہ خدا مقدس نوشتوں کے لکھنے والوں کے کام کی نگہبانی کرتا تھا اور اس کی غرض و مقصد یہ تھا کہ ان کی تحریر غلطی سے بالکل خالی رہے۔ ایک دوسرے صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر علم طبعیات کے متعلق کوئی غلطیاں بائبل میں نظر آئیں تو بائبل خدا کی جانب سے نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم ثابت کئے دیتے ہیں کہ اس میں ایسی کوئی غلطی نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے مخالفوں سے تحدی کرتے ہیں۔ کہ وہ ساری بائبل میں سے کوئی ایسی غلطی نکال دیں" ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مستند

چوتھا باب

کیا بائبل سہو و خطا سے مبرا ہے

۱

انسان کے بنائے ہوئے مسئلے کیا دعوے کرتے ہیں؟

میں اس کتاب میں برابر اس امر کا بیان کرتا چلا آیا ہوں کہ بہت سی مشکلات جو لوگوں کو بائبل کے متعلق پیش آتی ہیں۔ اُن کی بنا زیادہ تر اُن کے غلط خیالوں پر ہے کیونکہ وہ اُس کے متعلق بعض ایسے دعوے کر بیٹھتے ہیں جن کے لئے اُن کے پاس کوئی سند نہیں۔ اور پھر یہ امید کرتے ہیں کہ بائبل ہمارے اِن خیالات کے برعکس ثابت نہ ہو۔ اِن سب میں سے دو خیال سب سے بڑے ہیں۔ اور بہت سی بڑی بڑی مشکلات انہیں سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس باب میں ہم اُن میں سے ایک پر بحث کریں گے +

پہلا خیال - خدا کی اخلاقی اور روحانی سچائیوں کی تعلیم کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے معلموں کو ہر طرح کی سہو و خطا سے محفوظ رکھے +

یا دوسرے لفظوں میں۔ اگر بیبل الہامی کتاب ہے تو وہ ہر قسم کی لغزش سے پاک ہونی چاہئے۔ خواہ مذہبی امور میں خواہ غیر مذہبی امور میں جو اُس میں بیان ہوئے ہیں۔ ضرور ہے کہ اس کے لکھنے والے ہر ایک تفصیلی امر میں بھی غلطی سے محفوظ ہوں۔ اُس

غلطیاں۔ نہ اُس کے لکھنے والوں کی بابت قدیم زمانہ کے جھگڑے۔ نہ اسی قسم کی اَور کوئی بات۔ خواہ وہ موجودہ صورت کیسے بھی کہیں ٹہہکر کیوں نہ ہو۔ پاک نوشتوں کے اختیار و سند کو ضائع کرسکتی ہے۔ مگر اُس صورت میں کہ نبیوں اور رسولوں اور ہمارے خداوند نے یہ وعدہ دیا ہو کہ وہ کتاب جس میں الہٰی مکاشفہ درج ہو۔ اِن اِن باتوں سے محفوظ و مبرا ہونی چاہیئے"

اب کیا رسولوں اور نبیوں اور ہمارے خداوند نے کبھی یہ وعدہ دیا ہے کہ کتاب مُقدّس ایسی باتوں سے بری ہونی چاہیئے؟ کیا بیبل نے کہیں اپنے لکھنے والوں کی نسبت ایسا عالمگیر دعویٰ کیا ہے؟ کیا کسی بیبل کے صحیفے کی لکھنے والے نے یہ دعوے کیا ہے۔ یا اُن کے کلام سے یہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ اُسے خدا کی طرف سے ایسی رہنمائی حاصل تھی۔ کہ وہ اپنی کتاب کی چھوٹی چھوٹی تفصیلی باتوں میں بھی خطا و غلطی کے امکان سے محفوظ رہیگا؟ یا کیا اُن میں سے بعض مُصنفوں نے اپنے سے پہلے مُصنفوں کے حق میں اس قسم کی شہادت دی ہے؟ یا کوئی مُصنّف اس قسم کی تحریر چھوڑ گیا ہے۔ کہ اُسے خاص الہام کے ذریعہ یہ حکم ملا ہے کہ باقیوں کو سہو و خطا سے بَرا ہونے پر گواہی دے؟ یقیناً کوئی اسی قسم کا بیان دکھایا نہیں جاسکتا۔

لیکن شائد کوئی کہے کہ یقیناً فقط الہام کا ہونا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ بیبل میں ذرا سا سہو و خطا ہونا بھی غیر ممکن ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر خدا کا منشا صرف صحت و درستی والی تاریخوں سے جیسے کہ ہمارے آجکل کی انگریزی یا ہندوستانی تاریخیں ہیں۔ ایسا ہی کامل طور پر سرانجام ہوسکتا ہے۔ تو ہم کو اس بات کے فرض کرنے کا کوئی حق نہیں کہ اُس نے بیبل کے مُصنّفوں کو اس قدر بہشتی بخشی کہ وہ ذرا ذرا سی تفصیلی باتوں میں بھی جن کا کتاب کی اصلی غرض سے کوئی واسطہ

ہونا اور سہو وخطا سے مبرا ہونا صرف مکاشفہ ہی سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اُن الفاظ سے بھی جن میں وہ مکاشفہ دیا گیا ہے۔ پاک نوشتوں میں غلطی کا پایا جانا صرف ہماری تعلیم ہی کی تردید نہیں کر دیتا بلکہ بیبل کے دعاوی کی بھی۔ اور اسلئے اُس کے الہام کی بھی جس نے یہ دعوے کئے ہیں؁

لیکن اگر فی الحقیقت یہی بات ٹھیک ہے کہ ایک غلطی کے ثابت ہو جانے سے الہام سے انکار کرنا لازم ٹھیرتا ہے۔ تو ہم پر لازم ہے کہ اس بات پر زور دیں تاکہ ہمارے عقائد میں غرق نہ ہو جائے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو یقیناً وہ لوگ بلا ضرورت بیبل کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں۔ اور اپنے شکی بھائیوں کے رستے میں کانٹے پیدا کر رہے ہیں۔ اور مخالفین کو خواہ مخواہ حملے کا موقعہ دے رہے ہیں۔ اس لئے ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ بات درست ہے؟ نہیں بلکہ ہم سوال کریں گے کہ کیا اس بات سے الہام کے عقیدہ کی شکست ہوتی ہے؟

۴

نوشتوں کا ذریعہ کیا ہے؟

[illegible] الفاظ کو جن کا آگے بھی حوالہ دے چکا ہوں پھر دوہراتا ہوں [illegible] اس لئے [illegible] [illegible] سے ہم کو [illegible] [illegible] [illegible] چاہئے۔ نوشتوں کے الہام کے متعلق فقط یہی سوال ہونا چاہئے۔ کہ آیا وہ وہی ہیں جس کا دعوے کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ آیا یہ کتاب فلاں قسم کی ہے۔ یا فلاں طور سے شائع کی گئی ہے۔ جیسا کہ بعض کمزور عقل والے آدمی خیال باندھ بیٹھا کرتے ہیں۔ کہ الٰہی مکاشفہ والی کتاب کو ایسا اور ایسا ہونا چاہئے۔ اور اس لئے نہ تو اُس کی متشابہات۔ نہ عبارت کی ظاہری

دفتروں سے - ! چنے حافظہ اور اپنے ہمعصروں کی شہادتوں کے ذریعہ سے اپنی کتابوں کا مصالحہ جمع کرنا پڑتا تھا۔ تو اس صورت میں اس قسم کا دعویٰ کرنا یقیناً حد سے باہر جانا ہے۔ کہ اُن کی تاریخی یا علمی معلومات یا بیانات کی تمام تفصیلی باتیں بھی سہو وخطا کے امکان سے بری ہیں +

اور میں پھر کہے دیتا ہوں کہ اس قسم کا دعوےٰ کتاب مُقدس میں کہیں نہیں کیا گیا لکھنے والے کبھی اس امر کے دعویدار نہیں ہوئے۔ کہ اُن کی تحریر غلطی سے مبرا ہے اگر ہم اُن کے حق میں اس قسم کے دعوے کرنے لگ جائیں تو یقیناً اُس میں اُن کا کچھ قصور نہیں ہے۔ کیونکہ ظاہراً تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بائبل۔ خاص کر عہدِ عتیق ہم کو اس قسم کے دعوے کرنے سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ الہامی تاریخ نویس بار بار یہ بتانے کو اپنا قطع کلام کرتے ہیں کہ اُن کی تاریخیں براہِ راست خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ بلکہ اُنہوں نے اپنا مصالحہ قوم کے دوسرے غیر الہامی نوشتوں سے جمع کیا ہے۔ سلاطین اور تواریخ کی کتابوں کے مصنف ایک ہی واقعہ کی متوازی تاریخیں لکھتے ہیں۔ جو تفصیلی اُمور میں ایک دوسرے سے ہرگز اتفاق نہیں کرتیں۔ اور بعض اوقات ایسے اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ جنہیں باہم تطبیق دینا امکان سے باہر ہے۔ مگر وہ اسی قسم کے اختلافات ہیں جیسے کہ عمدہ قابلِ اعتبار تاریخوں کے باہمی مقابلہ سے دریافت ہوتے ہیں۔ ایسے اختلافات جن کی غیر موجودگی اس امر کی دلیل سمجھی جائیگی کہ اُنہوں نے باہم صلاح کر کے ان تواریخ کو لکھا ہے یا ایک نے دوسرے کو نقل کیا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ ان اختلافات میں بھی تطبیق ہوسکتی۔ اگر ہم کو سارے واقعات کا علم ہوتا۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہوسکتی۔ لیکن جو شخص بائبل کی حقیقت سے واقف ہے۔ اُسے اس امر کی کچھ بھی پروا نہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہے یا نہیں۔ مگر ان اختلافات کی موجودگی اُس

نہیں غلطی نہ کھائیں۔ مثلاً عہد عتیق میں الہامی مصنف ہمیں اطلاع دیتا ہے۔ کہ اُن کی تاریخ کا بہت سا حصہ قدیم گم شدہ ذریعوں سے مثلاً جدا ور ادّو غیب بین۔ اور اسرائیل اور یہوداہ کے دفتروں میں سے اخذ کیا گیا ہے۔ ہمارے پاس ان قدیمی طوماروں کے اور ہ لوگوں کی قومی تاریخوں کے غلط ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر یقیناً ہمیں یہ فرض کر لینے کا بھی حق نہیں ہے۔ کہ اُن میں کی کسی بات میں بھی مثلاً لاویوں کے شجرہ نسب۔ یا شاہ سلیمان کے گھوڑوں کی تعداد کے بیان کرنے میں بھی کسی قسم کی غلطی کو راہ نہیں۔ اور اگر ایسی غلطی ہوئی بھی تو خدا نے ایک معجزہ کے ذریعہ اُسے ضرور درست کر دیا۔ اگر بالفرض ایسی کامل صحت و درستی اُس کے اصلی مدعا کے لئے ضروری ٹھیرتی تھی۔ اس امر کو ہم ذرا آگے چلکر اچھی طرح سے سمجھ سکیں گے +

اگر ناظرین میری اُن تمام دلائل پر لحاظ کرتے آئے ہیں جن کی بنا پر میں نے لفظی الہام کے مسئلہ کو ردّ کیا ہے۔ تو اُنہوں نے معلوم کر لیا ہوگا کہ جب تک اُسے براہ راست بیئبل سے اس امر کا ثبوت نہ ملے۔ اُس کو کوئی حق نہیں کہ بیئبل کے کسی مصنف کے حق میں سہو و خطا سے مبرا ہونے کا دعوے کر بیٹھے۔ اگر وہ محض بطور قلم کے یا مُنہ کے ہوتا۔ جسے روح قدس نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے استعمال کیا۔ تو ہم کہہ سکتے تھے کہ اُس کی تحریر غلطی سے خالی ہونی چاہئے۔ لیکن اگر یہ بات سچ نہیں ہے کہ بیئبل کی تاریخی کتابوں کے لکھنے والے بغیر امداد قدیمی نوشتوں کے لکھنے پر قادر تھے۔ اور قدیمی تاریخوں کے سنین اور واقعات اُن قدیمی نوشتوں کے دیکھے بغیر صحیح طور پر معلوم کر سکتے تھے۔ اگر اُنہیں بھی ہمارے زمانے کے مؤرخوں کی طرح انبیا کی جماعتوں کی تحریروں اور یاشر یا جنگ نامہ یہوداہ جیسی قدیمی کتابوں اور پرانی روایتوں۔ اور گاؤں اور شہروں اور سرکاری

کرتے ہیں۔ تو کیا ہم کو یہ امر صاف نظر نہیں آتا کہ اُس کے مذہبی معلموں کے لئے ہر امر میں لغزش سے آزاد اور محفوظ ہونا ضروری امر نہیں؟ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اُس کا معمولی قاعدہ یہ ہے کہ وہ ایک شخص کو اس قسم کے قوائے اور ملکات عطا کرتا ہے۔ جن کی مدد سے وہ ایک خاص قسم کے علوم کو مطالعہ کر سکے۔ گو کہ دوسرے علوم کے لحاظ سے وہ نسبتاً جاہل رہتا ہے۔ مثلاً شاعری یا مصوری یا موسیقی یا ریاضی میں جو مشہور و معروف علما و فضلا گذرے ہیں۔ وہ اپنے دائرہ علم سے باہر کی باتوں سے کچھ ایسے بہت واقف نہیں تھے۔ اگر ایسے اُمور میں خدا کا یہ عام قاعدہ ہے تو کیا اس سے یہ قیاس کرنا نامناسب ہے۔ کہ مذہبی تعلیم کے بارے میں بھی اُس نے یہی وطیرہ اختیار کیا ہو گا؟

البتہ یہ تو ممکن ہے کہ اگر خدا کی مرضی ہو تو وہ ہر ایک الہامی شخص کو عالم کے تمام اسراروں اور رازوں کے متعلق کامل طور پر غیر خاطی اور عالم کُل کر دیتا۔ مگر سوال یہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے پاس ایسا یقین کرنے کی وجوہات ہیں کہ اُس نے ایسا کیا ہے؟ اور کیا اُس کے مقصد و مدعا کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ایسا کرتا؟

ہمیں چاہئے کہ خدا کے غیر معلوم کاموں کا اُس کے معلوم کاموں کی نسبت وشباہت کے موافق تصفیہ کرنا چاہئے۔ اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہر بات میں کفایت کا لحاظ رکھتا ہے۔ نہ کاملیت کا۔ یعنی یہ دیکھتا ہے کہ اُس کے مدعا کے حصول کے لئے کونسی بات کافی ہو سکتی ہے۔ نہ یہ کہ وہ کاملیت کے ذہنی تصور کے مطابق ہو۔ اب ہم دیکھیں گے کہ آیا اس بارہ میں اسی اُصول پر عمل ہوا ہے یا نہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اس امر کو تحقیق کرنا چاہئے کہ خدا

شخص کو جھٹلا رہی ہے۔ جو بیئبل کے الہام کو ایسی چھوٹی چھوٹی تفصیلی باتوں کی صحت و درستی پر موقوف کرتا ہے +

۳

عام عقل و تمیز کیا چاہتی ہے ؟

توخدا نے کہیں بھی نہیں کہا کہ الہام کے لئے ہر مضمونِ مرقومہ کی صحت و درستی ایک لازمی امر ہے۔ مگر تو بھی یہی دعوے کیا جاتا ہے۔ اور اس قسم کے تمام مسئلوں کی بنیاد بھی اسی خیال پر ہے۔ کہ "اگر بیئبل میں کسی قسم کی غلطی کی گنجائش ہو۔ خواہ اُس بات کا تعلق اخلاقی یا مذہبی اُمور سے نہ بھی ہو۔ تو بیئبل قابلِ اعتبار نہ ٹھیریگی۔ اور انسان کی رہنما بننے کے لائق نہ ہوگی۔ اگر وہ ہر بات میں غیر متزلزل یعنی لغزش اور سہو و خطا سے مبرا نہیں تو ہم کو کیسے یقین آئے۔ کہ وہ اُن سچائیوں کی نسبت بھی جو نہائت ہی اہم و ضروری ہیں۔ سہو و خطا سے پاک ہے ؟"

لیکن کیا بیئبل پر اس طور سے حکم لگانا قرینِ عقل بات ہے ؟ کیا ہم دوسری باتوں کے علم پر اسی طور سے حکم لگایا کرتے ہیں ؟ کیا یہ ضرور ہے کہ ایک آدمی ہر ایک بات میں غلطی سے مبرا ہو۔ جب کہیں وہ کسی ایک امر میں ہمارا رہنما بننے کے لائق ٹھیر سکتا ہے ؟ کیا یہ ضرور ہے کہ ایک طبیب کاشتکاری اور کان کھودنے اور قانون دانی اور جہاز رانی وغیرہ علوم میں طاق ہو۔ تب کہیں وہ ہماری صحت و تندرستی کے معاملات میں رائے دینے کے لائق ٹھیریگا ؟ کیا ہم کسی واعظ کے عقائد کی درستی پر شک کرنے لگتے ہیں۔ اگر بالفرض وہ کسی کے قول کو نقل کرتے ہوئے اُس کے مصنف کے نام میں غلطی کر بیٹھے ؟

نہیں بلکہ جب ہم خدا کے طریقوں پر جن سے وہ ہمیں معمولی علم عطا کرتا ہے غور

لئے ہندوستان یا کسی دوسرے ملک کی تاریخ سے کچھ بھی بڑھکر وقعت نہیں رکھتیں بئیبل کو براہِ راست اِن باتوں سے کچھ بھی واسطہ نہیں۔ البتہ ضمنی طور پر اُس میں اِن کا ذکر آجاتا ہے ÷

مگر الہام کا تعلّق دیگر اُمور سے ہے جو ہمارے لئے نہائت ہی ضروری اور اہم ہیں۔ وہ ہمیں خدا کی طرف سے اِس لئے عطا ہُوا ہے کہ ہمارے چال چلن کا رہنما ہو اور ہماری تہذیب اخلاق کی عمارت کی تعمیر میں مُمّد ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ خصلت یا چال چلن انسانی زندگی کا تین چوتھائی ہے۔ اور اِسی تین چوتھائی حصّہ کے ساتھ اِن الہامی تحریروں کا تعلّق و واسطہ ہے۔ اِس لئے بئیبل کا الہام اِس امر میں نہیں کہ وہ علمی یا تاریخی اُمور کے متعلق بے خطا تعلیم دے۔ بلکہ یہ کہ لوگوں کو بتائے کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔ اور انسان اور خدا کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ اُنہی میں سے ایک الہامی آدمی ہم پر بئیبل کی اغراض کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ یہ سب صحیفے خدا کے الہام سے لکھے گئے ہیں۔ اور فائدہ مند ہیں۔ مگر کس کام کے لئے؟ کیا اسلئے کہ یہ موسوی بیانات خلقت عالم کی نسبت۔ اور عبرانی قوم کی تاریخیں ہمیں بتائیں؟ اِن میں سے کوئی بھی نہیں۔ بلکہ تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند ہیں ÷

پاک نوشتے انسان کے لئے خدا کی درسی کتابیں ہیں۔ اُن کے لکھنے والے بڑے بڑے مُعلّم ہیں جو دنیا کی تعلیم کے لئے مقرّر ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص شاعری یا مُصوّری یا سنگ تراشی کا فن سیکھنا چاہتا ہے۔ تو وہ بڑے بڑے استادوں اور بڑی بڑی قوموں اور بڑی بڑی کتابوں سے جو ان فنون میں کامل مہارت و دستگاہ رکھتے ہیں۔ واقفیت پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے کو راستبازی اور خدا کی راہوں کے لئے تیار کرنا چاہتا ہے تو اُسے اُن اُستادوں اور قوموں اور کتابوں

کا مدعا ہمیں بیئبل کے دینے میں کیا تھا؟ تب ہم اِس امر کا فیصلہ کر سکیں گے کہ آیا کامل طور پر سہو و خطا سے مبرا ہونا اس مدعا کے حصول کے لئے ضرویات سے تھا +

۴

پاک نوشتوں کا مقصد

اس سوال کا جواب دینے کو کہ الہام سے خدا کی غرض اور مدعا کیا ہے سب لوگ آمادہ ہیں - اور اس بارہ میں اختلاف رائے بھی بہت کم ہے - لیکن پھر بھی یہ نہائت ہی اہم سوال ہے - کیونکہ اس کے جواب کو بڑی احتیاط سے برابر مدِ نظر رکھنے سے ہم اچھی طرح دیکھ سکیں گے - کہ بہت سی متنازعہ فیہ باتیں جو ساری موجودہ بے چینی کا باعث ہیں - کیسی غیر اہم اور ہلکی ہیں +

تو الہام کی غرض و مدعا کیا ہے؟ کیا اس کی یہ غرض ہے کہ ہم کو علم الارض یا علم ہئیت کے مسائل کے متعلق صاف اور بے خطا علم حاصل ہو جائے - یا یہ کہ وہ ہمیں بتائے کہ خدا نے آسمان و زمین کو کس طرح خلق کیا؟ کیا اُس کا یہ منشاء ہے کہ ہم بنی اسرائیل کی تاریخ کے متعلق غلطی کھانے سے محفوظ رہیں - یا یہ کہ ہمیں اُس کے تمام بادشاہوں کے عہدِ حکومت کا صحیح صحیح زمانہ بتائے - اور یہ کہ فلسطین کے باشندوں کی باہمی خانہ جنگیوں میں ٹھیک ٹھیک کتنے آدمی کام آئے؟

یقیناً اُس کا منشا ہرگز اس قسم کی باتیں بتانا نہیں ہے - خدا کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ بیئبل میں ہمارے لئے علمی تحقیقات کا ایک مبسوط سائیکلوپیڈیا یا مخزن العلوم مہیا کر دے - جس سے علم حاصل کرنے کے لئے معمولی تحقیقات و جستجو کی ضرورت نہ رہے - روح القدس جس نے بیئبل کا الہام دیا - خوب جانتا تھا کہ بنی اسرائیل کے کرسی نامے - اور لڑائیاں اور اسی قسم کے دیگر اُمور کی تفصیلی باتیں ہمارے

نہیں۔ نہ سنہری سفوں کے ذریعے۔ نہ کانٹ چھانٹے عقائد ناموں کے ذریعے۔
بلکہ تواریخ اور مکالمات اور اشعار اور ناٹکوں کے ذریعے خدا اپنا مکاشفہ عطا
کرتا ہے۔ یہودی قوم کے بزرگوں کے حالات میں۔ اُن کے بادشاہوں کے
کارناموں میں۔ انبیا کے جلتے ہوئے اقوال ہیں۔ اور اُس شخص کی گفتگویں۔ جو
ایک گلیلی بڑھئی کے بھیس میں اپنے الٰہی عظمت وجلال کو چھپا کر جلوہ گر ہؤا۔
ہاں اُس شخص کی دیہاتی لوگوں کے ساتھ بات چیت میں۔ ہاں اُن سب متفرق
باتوں میں ہم اُن کے خیالات کو جو وہ خدا کی نسبت رکھتے تھے۔ اور خدا کے ارادوں
کو جو وہ انسان کے ساتھ رکھتا ہے معلوم کرتے ہیں۔ بیبل کی کتابیں اِس امر کو
تحریر کرتی ہیں کہ کس طرح خدا بتدریج بنی اسرائیل کی اخلاقی اور روحانی تعلیم و تربیت
کرتا رہا۔ اور کس طرح اُس نے اُن کے ذریعہ سے باقی دنیا کو اپنا مکاشفہ عطا کیا۔
مثلاً بیبل میں سے قاضیوں کی تواریخ کو لو۔ یہاں بھی ہم بار بار اُسی سبق کو
دُہرایا جاتے دیکھتے ہیں۔ پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح لوگوں نے گناہ کیا اور خدا
کو بھول گئے۔ پھر اُن کی سزا کا ذکر پڑھتے ہیں کہ کس طرح وہ خدا کے مقرر کئے
ہوئے ظالم کے ذریعے جس کے وسیلے اُس نے اپنی مرضی کو پورا ہونے دیا۔ اُن پر
وارد ہوئی۔ پھر وہ بیچارے مصیبت یافتہ لوگ اپنے اس دُکھ اور غم کی حالت
میں تائب ہو کر خدا کو جسے انہوں نے رنجیدہ کیا تھا پکارتے ہیں۔ اور فی الفور
اُن کی امداد کے لئے ایک نجات دینے والا پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن تھوڑے
ہی عرصہ کے بعد وہ پھر اپنی شرارتوں کی طرف عود کر آتے ہیں۔ پھر وہی ساری
بات دُہرائی جاتی ہے۔ اور پھر ہم وہی چکر گناہ اور سزا اور توبہ اور رہائی کا اور
پھر گناہ اور سزا اور توبہ اور رہائی کا بار بار گھومتا دیکھتے ہیں۔ اور ان سارے واقعات
میں خدا کا ہاتھ صاف صاف نظر آتا ہے ۔

سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ جو اس مقصد کے واسطے قلم و مقرر و تحریر ہوئی ہیں ٭

یہ تحریریں بڑے بڑے اخلاقی اور روحانی واقعات اور فرائض اور اشخاص کا اور اخلاقی ذمہ واریوں اور اُس خوشی و مسرت کا جو رضائے الٰہی کے ساتھ موافقت پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ذکر کرتی ہیں۔ اُن کا مدعا یہ ہے کہ اُس ابدی اختلاف کو جو راستی اور ناراستی۔ اطاعت اور نافرمانی۔ خودغرضی اور قربانی۔ پاکیزگی اور شہوت پرستی میں پایا جاتا ہے۔ بتائیں۔ اور ذہن نشین کردیں۔ وہ اِس امر کی تعلیم دیتی ہیں کہ خدا القدس اور نیکی کو چاہتا ہے۔ وہ اُن لوگوں کا جو آزمائشوں سے سخت جنگ کرتے ہیں۔ مددگار ہے۔ بلکہ جب کہ آدمی لڑائی میں ہار جائے اور اُس کی زندگی ناپاک ہوجائے۔ تو اُس وقت بھی پاکیزگی کو پھر حاصل کرنے اور خدا کی طرف لوٹنے کی راہ موجود ہے۔ بشرطیکہ آدمی سرگرمی سے اُس کی تلاش کرے ٭

۵

اُس کا طریق تعلیم

اسی قسم کی سچائیوں کے مکاشفہ کے لئے بیبل دی گئی تھی۔ مگر اِن باتوں کے متعلق کانٹے چھانٹے اور تراشے ہوئے مسائل بنے بنائے آسمان سے نازل نہیں ہوئے۔ مثلاً یہ کہ :۔

خدا انسانوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔

خدا ناپاکی اور دغابازی سے نفرت کرتا ہے۔

خدا سچے تائب کو معاف کردیتا ہے۔

اگر ایسا ہوتا تو شاید ہم پاک نوشتوں کے ہر نقطے اور شوشے میں لفظی طور پر صحت و درستی ہونے اور اُس کے ہر طرح کی سہو و غلطی سے مبرا ہونے کی اُمید کرسکتے ہیں۔ مگر

اُن کی تعلیم کے حاجتمند ہیں۔ مستند معلم ٹھہریں۔ یعنی ہمیں بتائیں کہ خدا اور انسان کے درمیان کیا رشتہ ہے۔ اور خدا انسان سے کیا سلوک کرتا ہے۔ اس غرض کیلئے یہ ضروری ہے کہ تاریخ قابل اعتبار تاریخ ہو۔ اور واقعات کا تذکرہ کافی طور پر صحیح و درست ہو۔ اور وہ اُن اُمور کی تعلیم دینے کے واسطے جو اپنے حسن سلوک کے متعلق خدا ہمیں بتانا چاہتا ہے۔ کافی ہوں۔ مگر اس امر کے لئے کیا یہ ضروری امر ہے کہ افواج کی تعداد کو بڑی صحت سے بیان کرے؟ جہاں کہیں علم ہیئت یا علم الارض کے متعلق کسی امر کی طرف اشارتاً ذکر ہوا ہو۔ وہ بھی اُصول علم کے مطابق صحیح ہو؟ کیا یہ امر دینی تعلیم کے لئے خوفناک ہوگا۔ اگر بائبل کے کسی صحیفے کا لکھنے والا اپنے زمانہ کے نہایت دانا اور عقیل اشخاص کے ساتھ یہ یقین رکھتا تھا کہ سورج زمین کے گرداگرد گھومتا ہے۔ یا اگر اس نے دو متضاد بیانات میں سے کہ ارونا[۱] کی کھلیان کے لئے کیا قیمت ادا کی گئی تھی۔ ایک بیان کو لیکر اپنی کتاب میں درج کردیا۔ ہم اُس شخص کے حق میں کیا کہیں گے۔ جو کسی ملک کی تاریخ کی بابت اس قسم کے خیال رکھے۔ مثلاً یہ کہے کہ تاریخ انگلستان سے جو سبق حاصل ہوتے ہیں۔ وہ اس امر کے سبب بالکل ناقص ٹھیرتے ہیں۔ کہ جنگ کریسی کے مخالف بیانات افواج کی صف بندی کے متعلق ایک دوسرے سے بالکل میل نہیں کھاتے۔ یا یہ کہ قرون وسطیٰ کا ایک مؤرخ سحر و افسون اور چڑیلوں اور ڈائنوں کی ہستی کا معتقد تھا؟

ہمیں اپنی بائبلوں کو ایسے ہی عقل و ہوش سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ جیسے دوسری تاریخوں کو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ خدا کے مقصد کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک الہامی آدمی ہر ایک امر میں سہو و خطا سے بری ہو۔ اگر بالفرض کوئی آسمانی آواز

[۱] دیکھو ۲ سموئیل ۲۴: ۲۴ اور ۱ تواریخ ۲۱: ۲۵ +

ہم اس کتاب کے خاص سبق کو فی الفور معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ ہماری تعلیم کے لئے ایک سچا بیان ہے۔ کہ خدا انسان کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ خدا کے الہام نے اس مؤرخ کو تاریخ کا سچا فلسفہ سکھا دیا ہے۔ کہ خدا ساری انسانی زندگی کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ اگرچہ ظاہراً ایسا معلوم دے رہا ہے کہ گویا سب کچھ محض اتفاقی طور پر واقع ہو رہا ہے۔ وہ گناہ سے نفرت رکھتا ہے اور افراد کو اور اقوام کو بھی اُن کے گناہوں کے لئے سزا دیتا ہے۔ اگرچہ بعض وقت لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ سزا محض اتفاقی طور پر نہیں۔ بلکہ خدا کے قوانین کے عمل سے واقع ہوتی ہے۔ اور جب گنہگار تکلیف اور دکھ سے تنگ آ کر اور اپنے گناہوں سے پشیمان ہو کر خدا کے حضور میں سچے دل سے تائب ہوتا ہے۔ تو وہ اُس وقت اپنے کو "خداوند خدا۔ رحیم اور مہربان۔ بدی اور تقصیر اور گناہ کو معاف کرنے والا" بھی ثابت کرتا ہے ✦

۲

خطا اور غلطی سے کس قسم کی بریت کی ضرورت ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ خدا کو اور اس رشتہ کو جو وہ انسان سے رکھتا ہے ظاہر کر دے۔ اس میں بعض تاریخی واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اُن کی تشریح کی گئی ہے۔ اور ہمارے لئے ان واقعات اور اُن کی تشریح کی قدر و قیمت صرف اس امر میں ہے کہ اُن کا علم حاصل کرنے سے خدا کی ذات اور اُس کی مرضی اُس کے تعلقات اور رشتہ کی جو وہ ہمارے ساتھ رکھتا ہے۔ معرفت حاصل کریں یہی خدا کا سب سے بڑا مقصد انسان کے لئے ہے "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ اکیلے سچے خدا کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے پہچانیں"۔

تو الہامی نوشتوں میں بڑی اہم بات یہ ہے کہ وہ اس معاملہ میں جس میں ہم

مسائل کے بارے میں بھی ایسی ہی بیخطا ہے ؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے ہمارا بہت کم واسطہ ہے۔ یہ بات محض انشا پردازی سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسلئے اُس پر آزادگی کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے میں کچھ ہرج نہیں +

۸

بائبل کے سہو و خطا سے پاک ہونے کے متعلق عام تصورات کی خطرناک حالت

اب ایک قدم آگے بڑھو۔ پاک نوشتوں کے ہر ایک طرح کے تفصیلی اُمور میں کامل طور پر بے خطا ہونے پر اصرار کرنا۔ فقط ایک غیر ضروری اور بے سند بات ہی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کا ماننا الہام کے عقیدہ کو سخت معرض خطر میں ڈالتا ہے۔ بھلا بتاؤ تو فرانس کے مشہور مصنف اور فصیح البیان رینان کو کس چیز نے ملحد بنا دیا؟ یہی بات کہ الہام کا عقیدہ سہو و خطا سے بریت کے عقیدہ کے ساتھ جکڑا ہوا تھا چارلس بریڈلا کو کس چیز نے بائبل کا دشمن بنا دیا؟ یہ کہ پادری جس نے اُسے مستقیم ہونے کے لئے تیار کیا۔ اُس نے اُس ذی فہم لڑکے کے سوالات کو جو وہ الہام کے مسئلہ پر کرتا تھا۔ اپنی تنگ خیالی کی وجہ سے زجر و توبیخ کے ساتھ رد کر دیا۔ اور اُن کا کچھ تسلی بخش جواب نہ دیا۔ ناظرین آپ بھی کئی لوگوں سے واقف ہونگے۔ جن کا ایمان اسی قسم کی تعلیمات کے سبب سے زائل ہو گیا ہے۔ چند ماہ ہوئے خود میرے ذاتی تجربہ میں بھی یہ امر آیا اور میں نے دیکھا کہ میرے ایک بڑے گاڑھے دوست کے ایمان پر اسی قسم کی غلط تعلیم نے پانی پھیر دیا +

یقین جانو۔ وہ لوگ بائبل کے نادان دوست ہیں۔ جو الہام کو اس قسم کے سوالات کے ساتھ وابستہ کر رہے ہیں۔ جب مذہبی معلموں کی جماعت میں ایسے اشخاص موجود ہوں جو یہ کہیں کہ ایک ذراسی غلطی کے ثابت ہونے سے بائبل کا الہامی ہونا مردود ٹھہریگا۔ جب کہ لفظوں کے صاف صاف معنوں کو کھینچ تان کر

کل کو ہمیں بتا بھی دے کہ اُن کے علمی اور تاریخی مسائل کا ہر ایک نقطہ اور شوشہ بالکل صحیح و درست ہے۔ تو اِس سے الہامی کتابوں کی قدر و قیمت ایک ذرہ بھر بھی زیادہ نہیں ہو جائیگی۔

۷

کیا بائبل سہو و خطا سے مبرّا ہے؟

تو اس سوال کا کہ کیا بائبل سہو و خطا سے مبرّا ہے۔ ہمارا یہ جواب ہے۔ ہاں بائبل سہو و خطا سے مبرّا ہے۔ مگر اس امر میں کہ وہ خدا کو ہم پر ظاہر کرتی ہے۔ اور ہمیں وہ تمام باتیں سکھاتی ہے۔ جن کا جاننا نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ وہ اس امر میں سہو و خطا سے مبرّا ہے کہ وہ لوگوں کو مسیح کی معرفت بخشتی ہے اور اعلیٰ اور روحانی زندگی کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ وہ اپنے اس خاص پیغام کے لحاظ سے۔ اور اس وجہ سے جو کچھ ہونے کا اور جو کچھ کرنے کا دعوےٰ کرتی ہے۔ سہو و خطا سے مبرّا ہے "۔ وہ تمام باتیں جو وہ خدا اور مسیح اور سچائی اور راستبازی۔ اخلاقی محبت اور خدا کے خوف و محبت میں زندگی بسر کرنے کی دانائی کے متعلق سکھاتی ہے۔ اُن سے کامل طور پر قابل اعتبار ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اور ایسے ہی قابل اعتبار اس کی وہ تعلیمات ہیں جو وہ ایسے اُمور کے متعلق دیتی ہے۔ کہ انسانی زندگی کہاں گمراہی میں پڑتی ہے۔ چال چلن کے لئے سب اُمور میں سیدھا راستہ کونسا ہے۔ راستبازانہ زندگی حاصل کرنے کا کیا طریق ہے۔ اور کس طرح انسانی زندگی خدا کے نمونہ اور شباہت میں کاملیت کو پہنچ سکتی ہے"۔ (ٹامس صاحب)

اِن اُموریں بائبل ہر طرح کی سہو و خطا سے مبرّا ہے۔ اور ہم کو یاد رہے کہ یہی بے خطائی ہے جس کی اُس سے اُمید رکھنی چاہیئے۔ اور یہ امر کہ آیا وہ علمی یا تاریخی

اور صدقِ دلی پر موقوف ہے۔ ایسی رکاوٹوں سے چھوٹ کر مذہب کی طرف رجوع لائینگے۔

۹

ایک احتیاط

مگر آخر میں ہمیں چند الفاظ بطور احتیاط کے لکھنے ضروری ہیں۔ چونکہ ہم نے پاک نوشتوں کی علمی اور تاریخی غلطیوں کے امکان پر اس قدر زور سے بحث کی ہے۔ شائد اس سے ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے۔ کہ شائد یہ امر نہائت اہم ہے۔ مگر انہیں مفصلہ ذیل چند باتیں یاد رکھنی چاہئیں کہ (۱) صرف چند ہی صورتیں ہیں اور وہ بھی نہائت خفیف ہیں جن کی بابت صحت و درستی کا سوال اُٹھایا گیا ہے۔ (۲) اور ان میں سے بھی بعض تو محض ناقلوں کی غلطیاں ہیں نہ اصل نوشتوں کی۔ (۳) اور اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہئیے کہ واقعات کے باقی حصوں سے جو تحریر نہیں کی گئی۔ اور جو قصّہ کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ ہم ناواقف ہیں۔ اور نیز یہ بھی کہ جب ایک ہی واقعہ کے کئی ایک صحیح بیان بڑے اختصار کے ساتھ یکجا جمع کئے جاتے ہیں تو ناظر کے دل میں غلطی یا اختلاف کا خیال پیدا ہونا ممکن ہے حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہوتا۔ دیگر تواریخ سے اس قسم کی مثالیں لیکر اُن پر غور کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا +

اِس لئے جب کہ ہم بائبل کے علمی اور تاریخی مسائل کے کامل طور پر سہو و خطا سے مبّرا ہونے پر اصرار نہیں کرنا چاہتے۔ اُس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ امر کوئی بہت بڑی وقعت اور اہمیت کے قابل نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے نقصوں کا۔ جو ان مٹی کے برتنوں میں جن میں خدا کے خزانے بھرے ہیں۔ پائے جاتے ہیں۔ بہت کچھ لحاظ کرنا بالکل فضول ہے۔ البتہ اگر بے چین دلوں کی تسلی کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ خدا کے وسیع اور پُر ثمر ہرے بھرے

ذرا ذرا سے اختلافات کو تطبیق دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یا اُس کے علمی اُمور کی متعلقہ باتوں کو زمانۂ حال کی تحقیقاتوں اور دریافتوں سے ملایا جاتا ہے۔ تو اس سے بیبل کو کچھ نفع نہیں حاصل ہوتا۔ بلکہ اُلٹا اُس کی [illegible] عذاب میں پھنستی ہے۔ ایسی کتابوں کو پڑھکر تو خواہ مخواہ یہ خیال پیدا ہوگا کہ گویا ہماری نجات کا مدار اسرائیلیوں کی ادنیٰ علمی واقفیت کی صحت پر موقوف ہے۔ یا یہ کہ ہمارا مذہب معرضِ خطر میں ہے اگر ہم قابلِ اطمینان طور پر یہ ثابت نہ کرسکیں کہ بنی اسرائیل کے پہلوٹوں کی تعداد ٹھیک ۲۲۲۷۳ تھی۔ جب تک لوگ الہام کے متعلق اس قسم کے جھوٹے خیالوں کو چھوڑ نہیں دینگے۔ جب تک وہ یہ نہیں سیکھیں گے کہ راستبازی کے ابدی شریعت کی نسبت خدا کا اعلان ان باتوں سے بالکل آزاد ہے۔ تب تک بیبل کی حقیقت ٹھیک طور پر سمجھ میں نہیں آئیگی۔ اور نہ دشمنوں کے بیہودہ حملوں سے چین ملیگا۔

ہم اس قسم کے تصورات کے ہرگز پابند نہوں۔ ہم سچائی کے طالب ہوں۔ اور سچائی ہمیں آزاد کردیگی۔ اس سے ہمارے ایمان کو تقویت ملیگی۔ اور ممکن ہے کہ ہمارے سوا اور بھی بہت سے لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ کیا ایسی اُمید رکھنا بیجا ہے۔ کہ اگر ہم اپنے بے سند مسائل کو رد کردیں تو بیبل کی مخالفت اور عداوت کا بہت بڑا حصہ رفتہ رفتہ زائل ہوجائیگا۔ لوگ خواہ مخواہ یہ نہیں چاہتے کہ وہ ملحد یا دہریہ بن جائیں۔ یہ ہم ہی ہیں جنہوں نے اپنے احمقانہ خیالات سے انہیں بے ایمانی پر مجبور کردیا ہے۔ جب انہیں یہ یقین ہوجائیگا کہ عیسائی ہونا نامعقول یا متعصب بننا نہیں ہے۔ اور کلیسیا جو تجارت میں دغا فریب کی ممانعت کرتی ہے وہ شہادتوں اور تحقیقاتوں میں بھی ایسا کرنے کو ویسا ہی معیوب سمجھتی ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ہم فقط سچائی ہی کی طلب اور جستجو میں ہیں۔ اور سچائی کی تحقیقات میں ہم بالکل بے خوف اور ہر قسم کے تعصب سے آزاد ہیں۔ تو یقیناً بہت سے لوگ جن کی بے اعتقادی نیک نیتی

پانچواں باب

خدا کی تعلیم کی بتدریج ترقّی

۱

عہدِ عتیق کی اخلاقی مشکلات

اِس سے پہلے فصل میں میں نے دو عام خیالوں کا ذِکر کیا ہے۔ جو سب باتوں سے بڑھکر لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ پیدا کرنے اور زیادہ تر اس تمام بے چینی کا باعث ہیں۔ اُن میں سے پہلا جس کا ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔ زیادہ تر بائبل کے متعلق ذہنی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ مگر اب ہم اِس دوسرے خیال پر بحث کرتے ہیں +

دوسرا خیال۔ الہام کے لئے یہ شرط ہے کہ اخلاقی اور روحانی سچائیوں کے متعلق خدا کی تعلیم جو اُس کے ذریعہ سے دی جاتی ہے - وہ ادنےٰ اور ناکامل صورتوں سے ترقّی کر کے اعلیٰ صورتوں تک نہ پہنچے بلکہ ابتدا ہی سے اُسے اپنی ساری کمالیت کے ساتھ جلوہ گر ہونا چاہیئے +

یہ خیال دونوں خیالوں میں سے زیادہ خطرناک ہے۔ بہت سے اشخاص کے نزدیک پاک نوشتوں کے متعلق ذہنی مشکلات کچھ بہت وزن نہیں رکھتیں عام عقل انسانی کی مدد سے وہ بہت جلد دیکھ لیتے ہیں کہ خدا کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ الہامی نویسندہ کو انشائی اور علمی اُموریں سہو و خطا سے مبرّا کر دے تاکہ وہ

مرغزار میں اس قسم کی مشکلات اور اختلافات کو چھپائے رہنا غیر ضروری ہے۔
اگر ہم روحانی خوراک کے لئے بیبل کو مطالعہ نہیں کرتے تو اس قسم کے دوسرے مطالعوں سے کسی قسم کا فائدہ اور قوت حاصل نہیں ہو گی۔ جیسا کہ فلر صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر لوگ کلام اللہ کی سادہ خوراک کو نہیں کھائیں گے تو اگر اس کی ہڈیاں ان کا گلا گھونٹ دیں تو ان کے لئے گلہ و شکوہ کا مقام نہیں"۔

۲

تعلیم کا ایک معقول طریقہ

یہ تو سچ ہے کہ اس قسم کی مشکلات بائبل کی اخلاقی تعلیم کے خوبصورت چہرہ پر بطور بدنما دھبوں کے ہیں۔ لیکن اگر ہم سچے دل سے مسئلہ الہام کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو اس قسم کی مشکلات سے ہرگز پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے میں جانتا ہوں کہ بعض اصحاب جن کے دل میں پاک نوشتوں کا ادب وعزت میں عقل و دانش کو بہت دخل نہیں ہے۔ اس قسم کے واقعات کی اخلاقی حیثیت پر بحث کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ اس قسم کی حرکت کو ایک گستاخی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کون ہو کہ اپنے ضمیر کو بائبل کی باتوں پر حکم لگانے کے لئے جج مقرر کرو۔ کولرج صاحب اپنے اقرارات میں ایک عالم خادم الدین کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب اس کے سامنے بائبل کے فعل کے قابل تعریف ہونے پر اعتراض کیا گیا۔ تو یہ کہکر بحث کا خاتمہ کر دیا کہ وہ میں تو بائبل سے بہتر کوئی اخلاقی تعلیم نہیں چاہتا۔ اور کسی چیز کے قابل تعریف ہونے کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ بائبل نے اُسے تعریف کے قابل بیان کیا ہے "

ایسے اصحاب بائبل کے لئے نہایت بڑے خطرے اور مشکلات پیدا کرتے ہیں مجھے خوف ہے کہ اس وقت بھی ایسے کئی شخص موجود ہونگے۔ اور اس لئے میں یہاں اس امر پر بڑے اصرار کے ساتھ زور دیتا ہوں کہ جب تم بائبل کا مطالعہ کرو تو بلا خوف واندیشہ کسی آیت کے ایسے معنوں کو جو عالمگیر مسیحی ضمیر کے خلاف ہیں رد کرتے جاؤ[ا]

[ا] یہ یاد رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ میرے یا تمہارے ضمیر کے فرداً فرداً مخالف ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میرا یا تمہارا ضمیر کسی امر میں خراب یا غلطی پر ہو۔ مگر تعلیم یافتہ مسیحیوں کے مجموعی ضمیر کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو ÷

لوگوں کو حسن تقدس کی تعلیم دینے کے قابل ہو۔ مگر جو مشکلات درحقیقت خوفناک ہیں۔ وہ اس امر سے پیدا ہوتی ہیں کہ عہد عتیق کے بعض اقوال منورشدہ مسیحی ضمیر و آگاہی کے موازنہ میں بہت ادنیٰ اترتی ہیں۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قسم کی باتیں بھی روح القدس کے الہام سے لکھی گئی ہوں؟

مثلاً ہم ابتدائی زمانے میں خدا کی نسبت بہت ہی ادنےٰ اور بے ڈھنگے خیال پاتے ہیں۔ گویا کہ وہ محض ایک قومی دیوتا تھا جسے فقط اسرائیل ہی کی حفاظت وبہبودی مقصود تھی۔ اور دوسری اقوام کی طرف سے عداوت نہیں تو بےپروائی تو ضرور کرتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بیبل میں غلامی اور کثرت ازدواجی کی اجازت دی گئی ہے۔ اور آدمی فقط ایک طلاق نامہ لکھکر اپنی جورو کو الگ کرسکتا تھا۔ ہم نفرت بھرے دل کے ساتھ اُس دغا بازی کا ذکر بھی پڑھتے ہیں۔ جسے دبورا نبیہ نے بڑی خوشی سے سُنا۔ اور اُس پر ایسے ہی برکت کے کلمے فرمائے جیسے مُقدس کنواری کے حق میں کہے گئے کہ

"حبر قینی کی جورو یاعیل سب عورتوں سے مبارک ہے" (قاضیوں ۵: ۲۴)

بعض نہایت ہی حمد وستائش سے معمور زبوروں میں ہم بعض وقت ایسی دعاؤں کو سُن کر حیران رہ جاتے ہیں۔ جن میں خدا سے دُعا والتجا کی جاتی ہے کہ گنہگاروں پر یا اس سے بھی بڑھکر زبور نویس کے دشمنوں پر اپنا غضب اور عذاب نازل کرے ہم نہیں خیال کرسکتے کہ یسوع مسیح اس قسم کی آرزوؤں کو پسند کرتا۔ بلکہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ خود ہمارے دل بھی اس امر کو گوارا کرتے نظر نہیں آتے ٭

بہتر سمجھیگا۔ بجائے اس کے کہ کسی آدمی کے ساتھ نامناسب سلوک کرے۔ یا بیمروتی یا بیمہری سے پیش آوے۔ یہی ایمان ہے جس کے لئے بیبل کا مطالعہ کرتے وقت تمہیں دعا مانگنی چاہئے۔ تمہیں پُر محبت۔ وفادار۔ اور با اعتماد بچے کی طرح ہونا چاہئے۔ جو ہمیشہ اپنے باپ کا باوفا فرزند بنا رہتا ہے۔ اور اُس کی خصلت و عزت کے لئے غیرتمند ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو اُس کی شان کے شایاں نہ ہو۔ تو اُس پر کبھی یقین نہیں کرتا۔ خواہ لوگ یہ بھی کیوں نہ کہا کریں۔ کہ ایسی باتیں خود اُس باپ کی تحریری کلام میں لکھی ہوئی ہیں +

اگر میرے ناظرین میں سے کوئی شخص اپنے دل میں یہ ٹھان بیٹھا ہے کہ ضمیر کو بیبل کی اخلاقی تعلیم پر حکم لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تو اُسے اِس کتاب کو آگے نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر ایسا نہیں تو میں جہاں تک ہو سکیگا اُس کی امداد کے لئے حاضر ہوں۔ اُس کے لئے میری یہ تجویز ہے۔ کہ بالفعل اُسے ان مشکلات سے الگ ہٹا لیجاؤں گا۔ اور اس فصل کے خاتمہ پر پھر اُسے اُن کی طرف متوجہ کرونگا۔ اس وقت میں اُسے اُن کے فیصلہ کے بہتر طور پر لائق بنانے کی کوشش کرونگا +

مَیں یہ امر جتا دینا چاہتا ہوں کہ اُن مشکلات کے پیدا ہونیکا یہ باعث ہے۔ کہ لوگ بحث غلط مقدمات سے شروع کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "اگر خدا روح القدس عہد عتیق کی تعلیم دینے والا تھا۔ تو ضرور ہے کہ ہر زمانہ میں وہ ایک ہی قسم کے عالی پایہ اور شریف فرائض و احکام کی تعلیم دے۔ کسی قسم کی ناکاملیت یا انگھڑپن۔ یا ادنیٰ اخلاقی تعلیم کسی زمانہ میں بھی ایسی تعلیم کے۔ جو خدا کی طرف سے ہونے کی دعویدار ہے شایان شان نہیں ہے"! مگر میں اس دعوے کو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ تمہیں اس قسم کا دعویٰ کرنیکا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ میں تمہارے ہی طریق سے جو تم اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرتے ہو تمہیں یہ دکھا دوں گا کہ

خدا ہی نے تمہیں ضمیر بھی دیا ہے۔ اور بیٔبل بھی۔ ضمیر ہی کے ذریعہ سے روح الہٰی روح انسانی کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ اور اِس لئے کسی فقرہ کا مضمون جو انسان کے حق اور راستی کے سب سے اعلیٰ مقیاس کے خلاف ہو۔ اُس کو ہمیشہ بے اعتباری اور شبہ کی نظر سے دیکھنا چاہیئے +

یہ خیال کرتے ہوئے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ اس بیسویں صدی کے شروع میں اس قسم کے الفاظ لکھنے کی حاجت پڑی۔ مگر ہم اس امر سے اپنی آنکھیں ہرگز بند نہیں کر سکتے کہ اس قسم کے الفاظ کی حاجت ہے۔ اور کہ آگے ہی مذہب کے مُقدمہ کو کلام اللہ کی شرح و تفسیر میں اس خدا داد ضمیر کے نہ استعمال کرنے کے سبب بہت ہی ضرر و نقصان پہنچ چکا ہے +

اکثر اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں حق و باطل کے محض انسانی خیالات کی بنا پر اس قدر حوصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر ہم کو یہ کہا جائے۔ (جیسا کہ اکثر کہا گیا ہے) کہ پاک نوشتوں کا فلاں مسئلہ انسان کے اعلیٰ خیالات وحسّات سے جو وہ درستی اور مناسبت اور فیاضی کی نسبت رکھتا ہے۔ مخالف نظر آتا ہے۔ تو بھی ہمیں اپنی اس اخلاقی نفرت کا ذرا بھر بھی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ سچّا اور بچّوں کے ایسا ایمان ہر ایک بات کو بلا تامّل قبول کرنے پر آمادہ ہوگا +

مگر یقین جانو کہ سچّا بچّوں کے ایسا ایمان ہرگز ایسا نہیں کریگا۔ اور یہ ایک نہائت ہی معیوب امر ہے۔ اور اس سے سچّے مذہب کی بنیادوں کو ضرر پہنچتا ہے۔ جب کہ ایمان کا اس طور سے ذکر کیا جاتا ہے۔ خدا پر ایمان لانا ایک شخص پر ایمان لانا ہے۔ ایک صاحب خصلت شخص پر۔ جو لامحدود عدل اور محبت اور تقدس اور شرافت اور فیاضی کی صفات سے موصوف ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جو (اگر ایسا کہنا بے ادبی میں داخل نہ ہو) اپنی الوہیت سے قطع تعلق کرتا

اِس امر کو معلوم کریگا - کہ یہ ریاضی کا مسئلہ تمام عالم کے قائم الزاویہ مثلثوں کے حق میں صحیح ٹھیرتا ہے - باپ کو مشکل سے وہ وقت یاد ہوگا - جبکہ اس قسم کی دریافتیں اُس کے لئے بالکل نئی باتیں تھیں - وہ اُن بیشمار زینوں کو بھی دیکھ سکتا ہے - جو ابھی اُس کے اور اُس کے بیٹے کی علمی واقفیت کے درمیان واقع ہیں - اور جن پر اُس کے بیٹے کو قدم بقدم چڑھنا ہے - لیکن اگر وہ دانا ہے - تو وہ اس امر میں ہرگز جلد بازی نہیں کریگا - وہ یہ نہیں کہیگا کہ "میں جانتا ہوں کہ میرا یہ اعلیٰ علم سچا اور قیمتی ہے - اور اُس سے مجھے بہت ہی ذہنی خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے - اسلئے میں اپنے بیٹے کو بھی اسی وقت اُس کے سکھانے کی کوشش کرونگا - کیا ضرور ہے کہ میں ان ادنیٰ علوم کی تعلیم پر اپنا وقت ضائع کروں - جبکہ دوسرا علم ایسا اعلیٰ اور عظیم الشان اور خوبصورت ہے" ۔ نہیں - ہرگز نہیں - کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کے بیٹے کا ذہن اس وقت اس کے لائق نہیں - اور اس لئے وہ عقلمندی سے اُس کے ذہنی نشو و نما کے بتدریج ترقی پانے کا صبر سے انتظار کرتا ہے ۔

۴

دوسری مثال

اور کیا یہی اصول ہماری اخلاقی اور مذہبی تعلیم و تربیت پر بھی حاوی نہیں ہے؟ ایک دانا اور سمجھدار آدمی کو وسط افریقہ میں غلاموں کے درمیان مشنری مقرر کر کے بھیجو - جو ابھی ابھی غلامانہ اور وحشیانہ زندگی سے نکل رہے ہیں - اور جن کی پرانی عادتیں ابھی تک اُن پر قابو رکھتی ہیں - اور شرابخواری اور ناپاکی اور قتل اور لوٹ مار اُن کے لئے معمولی باتیں ہیں - کیا وہ اُن کی اصلاح اس طور سے شروع کریگا کہ اُن کے تمام نقصوں اور بیہودہ عادتوں پر یک قلم پانی پھیر دے - اور اعلیٰ درجہ کے چال چلن اور عادت و خصلت کے متعلق سخت قواعد مقرر کردے - جن کے حسن و خوبی

جس بات کی تم بیبل سے اُمید کرتے ہو وہ بالکل خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے۔
بلکہ تمہیں اُس میں اُسی قسم کی تعلیم کا اُمیدوار رہنا چاہئے۔ جس کا اُس میں پایا جانا
ممکن ہے۔ یعنی ادنیٰ اور سہل تعلیم جو رفتہ رفتہ اور قدم بقدم ترقی کرتی جاتی ہے۔
اور جو آخر کار یسوع مسیح کی تعلیم میں اپنے کمال کو پہنچتی ہے +

۳

پہلی مثال

ہم اپنے تمام تعلیمی اُمور میں بلا تامل اس قانون کو کہ ہر ایک چیز بتدریج و بہ ترتیب نشو و نما پاتی ہے۔ تسلیم کر لیتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں نہائت ہی ادنیٰ اور ابتدائی باتوں سے شروع کرنا چاہئے۔ اور کہ شروع میں نہائت ہی موٹے موٹے اور نامکمل خیالوں پر اکتفا کرنی ضرور ہے۔ بلکہ امر واقعی تو یہ ہے۔ کہ جب تک اعلیٰ مسائل کے سمجھنے کے لئے ذہن کافی طور پر تیار نہ ہو تو اعلیٰ علوم کی تعلیم نہ صرف ناکارہ ہوگی۔ بلکہ اُس سے انسان خواہ مخواہ دھوکا کھائیگا +

علم ہندسہ کا ماہر جو عالم کی نہائت ہی پیچیدہ اشکال و سُوالات کے حل کرنے میں اُستاد ہے۔ اُس پر بھی ایک زمانہ گذر چکا ہے۔ جبکہ وہ طفل ابجد خوان تھا۔ اُس وقت اُس کے لئے اس قسم کے دقیق سُوال بالکل عقدۂ لاینحل ہوتے۔ اور وہ اُن کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل عاری ہوتا۔ اُس کے دل میں کبھی خیال بھی نہیں آئیگا کہ اپنے لڑکے سے جس نے ابھی اقلیدس کے مقالۂ اوّل کو شروع کیا ہے۔ ابھی سے اس قسم کے اعلیٰ مطالعوں کی اُمید کرے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک طول طویل اور بتدریج تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ پیشتر اس کے کہ اُس کا بچہ اس امر کو سمجھنے کے قابل ہوگا۔ کہ مثلث قائم الزاویہ کے وتر پر جو مربع بنایا جائے وہ اُس کے دوسرے دونوں ضلعوں کے مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ اور اس سے بھی زیادہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ

دل میں خدا اور مذہب کے متعلق ناکامل اور موٹے سوٹے خیالات جاگزین رہیں وہ اپنے کو اُس بیچارے پُرخطا آدمی کی جگہ پر رکھ کر جو اعلیٰ زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اُس کے ساتھ ہمدردی کریگا۔ اور اُس کے خیالات کو سمجھنے کی کوشش کریگا۔ کیونکہ اُسے سچے دل سے اس امر پر اعتقاد ہے کہ یہ لوگ آخرکار ضرور ترقی کر کے اعلیٰ زندگی کو حاصل کریں گے +

وہ راستباز آدمی ہمیشہ خدا سے اِن بیچارے وحشیوں کے حق میں دعا کریگا کہ "وہ اپنے روح القدس کے الہام سے اُن کے دل کے خیالوں کو پاک کرے" مگر اُسے اس امر کا بھی یقین ہے کہ خدا روح القدس کی حضوری سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر قسم کی غلطی اور بدکاری معدوم ہو جائے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اُن لوگوں میں کچھ کچھ سچائی اور کچھ کچھ روحانی زندگی موجود ہے۔ اگرچہ اس کی مقدار اکثر بہت ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ اور اس یقین کے ساتھ وہ صبر کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔ اور برابر اُنہیں تعلیم دیتا اور اُن کے حق میں دعا مانگتا رہتا ہے۔ اور اُمید کو [illegible] نہیں دیتا رفتہ رفتہ جبکہ اِن لوگوں میں سے بعض ایک اعلیٰ شریف مزاج مسیحی کے درجہ کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اور مصلوب کے راستہ پر قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا وہ اپنی ابتدائی تعلیم و تربیت اور ابتدائی خیالات پر پیچھے کو نظر نہیں ڈالیں گے اور اُسے ایک ابتدائی منزل نہیں سمجھیں گے جس سے وہ اب بہت دُور نکل آئے ہیں۔ مگر کیا ساتھ ہی وہ یہ اقرار نہ کریں گے کہ یہ ادنیٰ منزل اُن کی اس اعلیٰ زندگی کے حصول کے لئے ایک لازمی تیاری تھی +



برہمن کا نشو و نما۔ ایک مثال

ہم غیر اقوام کی زندگی سے بھی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ پروفیسر میکس مولر صاحب

کی قدر کرنے کی وہ بالکل قابلیت نہیں رکھتے۔ اور جن پر زور دینے سے اُن کے بغاوت پر آمادہ ہو جانے کا اندیشہ ہے؟ کیا اُس کی ابتدائی تعلیم یہ ہوگی کہ انہیں خود انکاری اور دشمنوں سے محبت رکھنے۔ عورتوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے۔ اعلیٰ ایمان اور پُر محبت عبادت۔ اور خدا کے لئے اپنی جان کو تسلیم کر دینے کے فرائض سکھائے؟ کیا وہ یک قلم اُن سے یہ اُمید رکھیگا۔ کہ وہ اپنے چال چلن میں وہ اعلیٰ تقدیس و نیکوکاری ظاہر کریں۔ جو اعلےٰ سے اعلےٰ مسیحی ولیوں میں نظر آتی ہے؟

یقیناً نہیں۔ اگر وہ دانا اور فہیم ہوگا تو وہ ابتدا میں بہت سی باتوں سے جو اُسے ناپسند ہونگی چشم پوشی کریگا۔ بہت سی باتیں جنہیں دیکھکر اُسے افسوس اور ناخوشی ہوگی۔ درگذر کریگا۔ کیونکہ اُسے بتدریج نشو و نما حاصل ہونے کا قانون خوب یاد ہے وہ آسان آسان اور سادہ سادہ احکام جاری کریگا۔ وہ چھوٹی چھوٹی ابتدائی باتوں کی تعلیم دیگا۔ وہ ہر ایک ایسی علامت کو دیکھکر جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ درحقیقت نیکی کی طرف ترقی کر رہے ہیں۔ خوش ہوگا۔ اگرچہ اُس کے ساتھ بہت کچھ بدی کی آمیزش بھی کیوں نہ ہو۔ دعا اور اُمید اور محبت کے ساتھ وہ اپنے لوگوں کو نگاہ رکھیگا۔ اور اپنی تعلیم کے سلسلہ کو بڑے صبر اور استقلال سے جاری رکھیگا۔ اُسے اُن کے مزاج و خصلت میں حقیقی ترقی دیکھکر اگرچہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو زیادہ خوشی ہوگی۔ بہ نسبت اس کے کہ اُن سے کسی بیرونی قواعد کی سختی سے پابندی کرائے۔ وہ آہستہ آہستہ ترقی کرنے پر قانع ہوگا۔ اور رفتہ رفتہ بے معلوم مدارج سے اپنے مدعا کو حاصل کرتا جائیگا۔ وہ ایسے چھوٹے چھوٹے کاموں کو۔ جو گو باہر کے لوگوں کے نزدیک تعریف کی نسبت زیادہ تر قابل زجر و توبیخ ٹھیریں۔ مگر اُس کی نظر میں ان بیچارے وحشیوں کی ترقی کے اعلےٰ زینوں پر چڑھنے کی علامت ہیں بڑی شادمانی سے ملاحظہ کریگا۔ وہ کچھ عرصہ تک اس امر پر قناعت کریگا کہ اُن کے

اقوام کے حق میں بھی صحیح ہے۔ آدمی گہوارے سے لیکر قبر تک برابر ترقی کئے جاتا ہے۔ اور یہی حال اقوام کا بھی ہے۔ اُن میں بھی برابر نشو ونما حاصل کرتے رہنے کی قابلیت ہے۔ ہر ایک نسل گذشتہ نسل کی نشو ونما کے نتائج کو اپنی ذات میں شامل کر لیتی ہے اور آگے قدم بڑھاتی جاتی ہے +

اُس طاقت کے لحاظ سے جس کے مطابق زمانہ حال زمانہ ماضی کے نتائج کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ بنی انسان کو اگر ایک عظیم انسان کہیں تو بجا ہے۔ جس کی عمر ہزار ہا سال کی ہے۔ مختلف زمانوں کی ایجادیں اور دریافتیں سب اُسی کا کام ہیں۔ اور عقائد او مسائل اور رائیں اور اصول سب اُسی کے خیال ہیں۔ مختلف زمانوں کی سوسائیٹیوں کی حالت اُس کے طور وطریق ہیں۔ وہ ہماری ہی طرح علم او رخودداری اور ظاہری جسامت میں برابر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور اُس کی تعلیم بھی اُسی طریق اور اُنہیں وجوہات کے لحاظ سے ہماری ہی طرح ہوتی ہے +

اِسلئے قوم کے حق میں بچپن اور جوانی اور کہولت کے الفاظ کا استعمال کرنا بالکل برمحل ہے۔ نہائت قدیم زمانوں کے انسان ہمارے مقابلہ میں محض بچے ہی تھے۔ اُن کے لئے ادنیٰ اور ابتدائی قسم کی تعلیم کی ضرورت تھی۔ اُن میں ایسی خودداری نہ تھی۔ اور اُن کے نقصوں اور گناہوں سے بہت کچھ درگذر کرنی مناسب ہے۔ وہ خدا کے اس عظیم الشان مدرسہ کی ادنیٰ جماعتوں میں تعلیم پاتے تھے +

۷

خدا کا مدرسہ

اگر مجھے اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی ہے تو اُمید ہے کہ ناظرین نے اب اس اصول کو کہ خدا بنی انسان کو رفتہ رفتہ اور درجہ بدرجہ تعلیم دیتا ہے۔ خوب جان

برہمنوں کی مذہبی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ شاگرد کو مذہبی نشوونما کے تین مدارج میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی طالب علمی۔ خانہ داری۔ اور گیان دھیان کی زندگی میں سے۔ طالب علموں کو پہلے ویدوں کو برزبان کرنا پڑتا ہے۔ اور جب وہ خانہ دار ہوتا ہے تو اُسی کے مطابق وہ اپنے سب کاروبار اور پوجا پاٹ کرتا ہے۔ مگر جب وہ تیسرے درجہ کو پہنچتا ہے اور اُس کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور اُس کے بال سفید ہو جاتے ہیں تو وہ ان تمام ادنیٰ باتوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اپنے سارے خیالوں کو برہم پر لگا دیتا ہے۔ وید اب اس کے لئے علم کے لحاظ سے گویا ایک ادنیٰ چیز ہو جاتے ہیں۔ اور اگنی اور آندر کا اب نام ہی نام رہجاتا ہے۔ ہزارہا سال سے ایسے برہمنوں کے خاندان چلے آتے ہیں۔ جن میں بیٹا روز بروز ویدوں کے شلوک برزبان کرتا ہے۔ اور باپ دن بدن پوجا پاٹ میں مشغول رہتا ہے۔ اور دادا ان سب ریت ورسوم کو محض بطلان سمجھتا ہے۔ بلکہ ویدوں کے دیوتاؤں کو بھی نہیں مانتا۔ بلکہ اُن کو اُس اعلیٰ ہستی کے جس کا کوئی نام نہیں ظاہری ناموں کے طور پر سمجھتا ہے۔ اور اُس کی ساری توجہ اُس اعلیٰ گیان اور معرفت پر لگی ہے۔ مگر دادا باوجود اس کے اپنے بیٹے اور پوتے کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اور نہ وہ اگرچہ وہ ظاہری ریت ورسم کے قواعد کی پوری پابندی کرتے ہیں۔ اِس کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس تنگ دروازہ سے گذر چکا ہے۔ اور اس لئے اُس کی اس آزادی اور اعلیٰ خیالات کے اعلیٰ درجہ کے لئے جس کو اُس نے حاصل کرلیا ہے۔ اُس کو نہیں ستاتے ۔

۶

قوم کی تعلیم

اب ہم اِس امر کو دیکھیں گے کہ جو اصول افراد کے حق میں صحیح ہے وہی اصول

گئی۔ وہ یہ بھی دکھاتا ہے۔ کہ اُن کا خدا کا تصوّر کیسا ناکامل اور انگھڑت تھا۔ جیسا کہ اُن بچّوں کا ہوتا ہے۔ جن کی تعلیم ابھی شروع ہوئی ہو۔ وہ یہ دکھاتا ہے کہ کیسی حقیقی دینداری اور اخلاقی امور میں گرمجوشی کے ساتھ اعتقاد کی ناکامل اور نامناسب صورتیں اور خدا کی رضا کے متعلق غلط خیالات بھی ملے ہوئے ہیں۔ وہ یہ دکھاتا ہے کہ ہر ایک زمانہ میں اُس زمانہ کی حیثیت اور حالت کے مطابق تعلیم ملتی رہی۔ نہ تو اس میں بہت جلدی تھی۔ نہ سُستی۔ وہ ہر زمانہ کے حالات اور سوالات کے ساتھ اپنے کو ربط دیتی تھی۔ اگرچہ ہمیشہ اُس سے کچھ نہ کچھ بڑھی ہوئی نظر آتی تھی۔ مگر ایسی نہیں کہ لوگ اُس کی پیروی کرنے ڈر جائیں۔ القصہ ہر ایک سمجھدار شخص جو غور سے اس کا مطالعہ کریگا وہ یہ دیکھ لیگا کہ اُس میں مذہبی خیالات نے بتدریج نشو ونما حاصل کیا۔ اور خدا اور راستی اور فرض کی نسبت ابتدائی ناقص خیال رفتہ رفتہ ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ اس اخلاقی خوبصورتی کو حاصل کر لیا جو ہم یسوع مسیح کی تعلیم میں دیکھتے ہیں +

اگر کسی کو اب بھی الٰہی تعلیم کی اس نشو ونما کے متعلق شُبہ باقی رہے تو اُسے ہمارے خداوند کے ان اقوال کو پڑھکر اُس میں کچھ حجّت باقی نہیں رہیگی۔ مثلاً "تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا۔ کہ اپنے پڑوسی سے محبّت رکھنا اور اپنے دشمن سے عداوت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبّت رکھو۔ اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو"۔ "موسیٰ نے تمہارے دل کی سختی کے سبب بعض آسان شرائط پر طلاق کی اجازت دی"۔ مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو زناکاری کے سوا کسی اَور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے"۔ اور پھر دوسرے موقعہ پر جب کہ غضبناک شاگرد اپنے اُستاد کے دُکھ دینے والوں پر آسمان سے آگ برسانا چاہتے تھے۔ جیسا کہ ایلیاہ نے کیا تو اُس نے

لیا ہے۔ اور اب وہ بیّبل کی اخلاقی تعلیم کے متعلق صحیح خیال کو قبول کر سکیں گے۔
بیّبل یا یوں کہو کہ عہد عتیق کو اب یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ احکام یا ہدایات
یا مثالات کا مجموعہ ہے۔ جو ہر زمانے اور ہر حالت کے لوگوں کے لئے قابل تعمیل و پیروی
ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو اُس کو اس شرافت اور مذہبی اُمور کی تعلیم میں بتدریج
ترقی کرنے کی کہانی سمجھنا چاہیئے۔ کہ کس طرح وہ آہستہ آہستہ خدا کی معرفت کو حاصل
کرتے گئے۔ عہد عتیق یہ بتاتا ہے کہ کس طرح ایک خاص قوم اس طور پر تربیت کی گئی۔
اور کس طرح ایک بیچاری قوم نے جو غلامی کی حالت میں مصر سے نکلی تھی۔ رُکاوٹ اور
ہدایت اور سرزنش اور ملامت کے ذریعہ بڑی سہولت اور تدریج کے ساتھ اعلےٰ
حالت کی طرف ترقی کی۔ کس طرح خدا اُن کی نگہبانی کرتا رہتا تھا۔ جیسے سنار چاندی سونے
کو کٹھالی میں صاف کرتا ہے۔ اور اُس سے رفتہ رفتہ ساری میل ملاوٹ کو
خارج کر دیتا ہے ۔

اس میں اُس بتدریج طریق تعلیم کا ذکر ہے جس کا ہم اُوپر اپنی مثال میں
ذکر کر چکے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی باتیں تھیں جو اس ابتدائی زمانہ میں درگذر
کی گئی تھیں۔ یا جیسا کہ اعمال ۱۷: ۳۰ میں لکھا ہے "چشم پوشی" کی گئی۔ کس طرح غلامی
یک لخت دور نہیں کر دی گئی۔ بلکہ اُس کی بیرحمیوں کی ممانعت کی گئی۔ اور اُسکی
بدعملیوں کو روکا گیا۔ کس طرح عورتوں کی طلاق کی بالکل ممانعت نہیں کی گئی۔ مگر
اُس پر سخت قیدیں لگا دی گئیں۔ تاکہ لوگ بے پروائی سے اُس پر عملدرآمد نہ کریں۔
کس طرح کینہ اور انتقام کے وحشیانہ قومی دستور پناہ کے لئے شہر مقرر کرنے کے
ذریعے ہلکے کر دیئے گئے۔ تاکہ منتقم کا غیظ و غضب انقضائے زمانہ سے سرد ہو جائے۔
وہ دکھاتا ہے کہ کس طرح ملائمت اور تحمل اور بُردباری اور دوسروں کی
بہی خواہی کی تعلیم رُوح القدس کے الہام سے رفتہ رفتہ اُن کے قوانین میں داخل ہوتی

کی اِس اخلاقی تعلیم کے بڑے مدرسہ کی اعلےٰ جماعتوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ہم اُس بڑی عالمگیر قربانگاہ کی ذرا اونچی سیڑھیوں پر ہیں۔ جو تاریکی میں سے خدا کے نور کی طرف چڑھتی جاتی ہیں +

اس لئے ادنےٰ منزلوں والے لوگوں کے کلام اور افعال پر نکتہ چینی کرتے وقت ہمیں چاہئے کہ اُن پر اُن کے مدارج کے موافق حکم لگاویں۔ اُن کے ادنےٰ درجہ پر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روح القدس کے الہام سے بے بہرہ تھے اگر ناظرین نے میرے اس خیال کو بخوبی ذہن نشین کر لیا ہے کہ مذہب بنی انسان کی ایک جاری تعلیم کا نام ہے۔ وہ بتدریج آگے بڑھتے چلے جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ انسان ایک مخفی روح قدس کی طاقت سے جو اُس کے اندر سکونت کرتا ہے درجہ بدرجہ خدا کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تو وہ یہ دیکھ لیگا کہ آج سے تین ہزار برس پہلے خدا اور راستی اور فرض کی نسبت ادنیٰ درجہ کا خیال ہونا الہیٰ الہام کی موجودگی کے ساتھ بالکل بے ربط نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھ جائیگا کہ ممکن ہے کہ خود موسیٰ اور سموئیل نبی اور داؤد بعض باتوں میں ہمارے آج کل کے سنڈے سکول کے بچوں سے بھی ادنیٰ روحانی خیال رکھیں۔ مگر باوجود اس کے اُن کے تصورات اُن کے زمانہ کے لوگوں کے خیالات سے اسقدر بلند و بالا تھے۔ کہ صرف الہیٰ الہام کی موجودگی کی بنا پر ہم اس فرق کی تسلی بخش وجہ بتا سکتے ہیں +

البتہ اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ خدا کی نیکی اور بدی کے قوانین کسی درجہ تک بدل گئے ہیں۔ کیونکہ وہ ایسے اٹل ہیں۔ جیسے وہ قوانین جو تمام عالم کی حرکات پر حاوی ہیں۔ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ جیسا کہ قوانین طبعی۔ ویسے ہی اخلاقی قوانین بھی درجہ بدرجہ لوگوں پر ظاہر کئے گئے۔ جوں جوں وہ اُن کے سمجھنے کے قابل ہوتے گئے "بقول ہر ڈر عہد عتیق کے نقص معلم کے نہیں بلکہ متعلم کے نقص ہیں

انہیں بتا دیا کہ مسیح کی روح ایلیاہ کی روح نہیں ہے۔ اور کہ وہ روحانی تعلیم کے ایک اعلیٰ درجہ سے تعلق رکھتے ہیں ؂

ہمیں یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ بیئبل ہی ہے جو ہمیں سکھاتی ہے۔ کہ ہمیں قدیمی تعلیم کی اخلاقی حالت پر کس طرح حکم لگانا چاہئیے " خود یہی امر کہ ہم عہد عتیق کے نقصوں اور کمیتوں پر ایک زیادہ اعلےٰ مقیاس کے مطابق حکم لگا سکتے ہیں۔ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کس طرح بڑے صبر کے ساتھ روح حق اپنے کام کو سر انجام دیتا آیا ہے۔ اور اِن واقعات کی بنا پر ہم بلا تامل یہ کہہ سکتے ہیں کہ مکاشفہ کے اس الہٰی انتظام و طریق میں بالکل کامیابی ہوئی ہے" مقدس خروسستم لکھتا ہے۔ " یہ مت پوچھو کہ عہد عتیق کے احکام اس وقت کس طرح نیک ٹھیر سکتے ہیں۔ جبکہ اُن کی ضرورت جاتی رہی۔ بلکہ یہ پوچھو کہ جب زمانہ کو اُن کی ضرورت تھی تو اُس وقت وہ کیسے اچھے تھے۔ اُن کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ ہم اب اُن پر نظر کر کے اُنہیں ناقص خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسی اچھی طرح سے ہماری تربیت نہ کرتے یہانتک کہ ہم زیادہ اعلےٰ چیزوں کے حصول کے قابل ہو جائیں۔ تو ہم کبھی اُن کے نقصوں کو اس وقت نہ دیکھ سکتے "

۸

اخلاقی مشکلات پر بحث

میں نے اوپر یہ کہا تھا کہ جب ناظرین اِن امور پر حکم لگانے کے لئے صحیح خیال حاصل کرلیں گے۔ تو میں پھر اُن کو ان مشکلات پر بحث کرنے کے لئے مدعو کروں گا۔ میں نے اس سے پہلے اس امر پر زور دیا ہے کہ انسانی ضمیر کو بیئبل کے اشخاص کے الفاظ اور حالات پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ اُن کی نکتہ چینی کرتے وقت ہمیں کس قدر چشم پوشی اور درگذر کرنی چاہئیے۔ اسوقت ہم یائیل یا دبورہ یا سموئیل یا ایلیاہ کی نسبت خدا

کے حق میں سخت بددعا کی گئی ہے۔لیکن اگر ہم قانون نشو ونما کو مدّنظر رکھیں تو اُس میں کوئی بھی مشکل نظر نہیں آتی۔یہ دعائیں محض ذاتی انتقام کا اظہار نہیں ہیں بلکہ اُس دعوے کا جو اسرائیل خدا پر رکھتی ہے۔کہ وہ اپنے عدل کو قائم کریگا۔مگر یہ سب اُس زمانہ کی باتیں ہیں۔جبکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہی دنیاوی زندگی ہی ہے جس میں آخرکار خداکو اپنے عدل کا تقاضا پوراکرنا چاہئے۔یہ وہ زمانہ تھا جبکہ لوگ گناہ اور گنہگار کے درمیان امتیاز نہیں کرتے تھے۔جبکہ اخلاقی امور کے متعلق غضب اور شرارت سے نفرت کا اظہار اس طور سے کیا جاتا تھا کہ شریر کو دشمنِ خدا سمجھکر اُس پر خداکے غضب و لعنت کی بھرمار کی جاتی تھی۔ہم دیکھتے ہیں کہ اس صورت میں ہم ایسے آدمیوں پر حکم لگا رہے ہیں جو خداکی سلطنت کی عمارت کے ابتدائی زمانوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بائبل میں انسانی عنصر بھی موجود ہے۔اور کچّی دھات اگرچہ سونے سے معمور ہے توبھی وہ بالکل خالص سونا نہیں ہے۔+

(۳) پھر ہم اُس میں غلامی اور کثیرالازدواج اور طلاق بھی پاتے ہیں۔ جنکی (یہ یاد رہے) اگرچہ اجازت نہیں دی گئی اور نہ اُن کے لئے کسی قسم کی ترغیب وتحریص کی گئی ہے۔بلکہ فقط اُن کی برداشت کی گئی اور اُن پر قیدیں لگائی گئی ہیں۔اور رفتہ رفتہ عالم بالا کی بڑھتی ہوئی تاثیرات سے انہیں زیادہ زیادہ پاک وصاف کردیا گیا ہے +

(۴) پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اُس میں بعض کاموں کی تعریف کی گئی ہے۔یا اُن کا بلا کسی قسم کی زجر والزام کے ذکر ہؤا ہے۔جنہیں ہم مسیحی دین کی زیادہ صاف روشنی حاصل ہونے کے سبب قابل الزام سمجھتے ہیں۔مثلاً اُسی واقعہ کو لو جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے کہ اسرائیل کی بہادر زبتیہ یا ئیل کی فعل کی بہت

اخلاقی تعلیم کے سلسلہ میں ان کا ہونا ضروریات سے ہے۔ وہ جزوی اور بتدریج حاصل ہونے والے مکاشفہ کے لازمی حدود کے سبب سے ہیں۔ اگر خدا مختلف زمانوں میں تاریخی طور پر مکاشفہ عطا کرنا پسند کرتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ یہ مکاشفہ ہر زمانہ کے لوگوں کی ضرورتوں اور ذہنی اور اخلاقی قابلیتوں کے ساتھ وابستہ ہو" (نیومین سمایتھ) +

اگر بتدریج ترقی پانے کا قانون ہمیشہ مدنظر رہے تو عہدِ عتیق کی اخلاقی مشکلات بہت کچھ رفع ہو جائیں گی۔ اب ہم اِن مثالوں کو جن کا ہم نے اس فصل کے شروع میں ذکر کیا نکالیتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ ہمارے موجودہ نقطۂ نظر سے وہ کیسے نظر آتے ہیں؟

(۱) ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں لوگوں کے ذہن میں خدا کا ایسا تصور جاگزین تھا جسے کامل نہیں کہہ سکتے۔ اُن کے نزدیک خدا بزرگ اور طاقتور ہے۔ وہ سب خداؤں سے بڑا ہے۔ راستبازی کو چاہتا ہے۔ بدکاری سے نفرت رکھتا ہے۔ مگر اکثر اُس کی نسبت ایسے خیال ظاہر کئے جاتے ہیں کہ گویا وہ فقط قوم اسرائیل کا ہی خدا ہے۔ اور اُسے دنیا کی اَور اقوام کی کچھ پروا نہیں۔ مگر کہیں کہیں اعلیٰ سچائی کی شعاعیں بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً وہ نینوہ کی پروا کرتا ہے۔ عربی ایوب سے اچھا سلوک کرتا ہے خاصکر اُس کا یہ کلام کہ موعودہ نسل کے ذریعہ" زمین کی ساری قومیں برکت پائینگی" قابل لحاظ ہے۔ رفتہ رفتہ انبیا کی حدنگاہ وسیع ہوتی جاتی ہے۔ مگر مسیح کی آمد کے بعد یہ قدیم ناکاملیت آخرکار دور ہو گئی۔ اور یہوواہ سب انسانوں کا خدا ظاہر ہوا۔ ایسا خدا "جو چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں۔"

(۲) ہم زبور میں اعلیٰ اخلاقی تعلیم پاتے ہیں۔ اور زبور نویس خدا اور تقدس کے لئے بڑی سرگرمی اور آرزو کا اظہار کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی کہیں کہیں ہم ایسے کلمات بھی پاتے ہیں جن میں خدا کے نافرمانوں کے حق میں اور بعض زبور نویس کے دشمنوں

میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ اور میں اُس دور دراز زمانہ اور ملک اور اُس عبرانی جنگجو عورت کے حالات پر نظر کرتا ہوں۔ جو ابھی تک روحانی خِلقت کی اُس ابتدائی حالت میں تھی۔ جب تک کہ میں اِس پُرجوش اُولوالعزم اور بہادر عورت پر غور کرتا رہتا ہوں۔ اور اُس کے ارادہ اور خصلت کے زور و قوت پر نظر کرتا ہوں۔ تو میں وہاں ایک بڑی گہری اُلفت و محبت کا ابتدائی جوش و خروش دیکھتا ہوں۔ اس طور پر تو سب کچھ درست نظر آتا ہے اور میں اُس کے ہدائت و نمونہ سے سبق حاصل کر سکتا ہوں۔ اس تیز اور غیر معمولی جوش کو دیکھکر میں اُس زیادہ صاف و شفاف روشنی کو جو مسیحی کے راستہ پر پڑتی ہے پہچانتا ہوں۔ اور اُس کے لئے خدا کا شکر کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ دیکھکر کہ عہد عتیق کے اُولوالعزم اور بہادر کس طرح بالکل اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے۔ اور اپنے ادنیٰ ذاتی اغراض و مقاصد سے اوپر اُٹھائے جاتے تھے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے الہیٰ آقا کی خدمت میں وہ اپنے سارے جسم و جان کو قربان کر دیتے تھے۔ مجھے انکسار و فروتنی کا ایک سبق حاصل ہوتا ہے اور میں شرمسار ہو کر اُنکی مثال و نمونہ کی پیروی کے لئے اپنے کو اُکسانے پر مجبور ہوتا ہوں[۵]+

اور اگر دیبورہ کو چھوڑ کر ہم بائبل کی طرف متوجہ ہوں تو ہمیں اِن مشکلات کے حل کرنے کے لئے بھی اسی کلید سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی تعلیم و تربیت کے ابتدائی زمانہ میں لوگوں کے تصورات اخلاقی اُمور کے متعلق بہت ادنےٰ اور ناکامل تھے +

اس صورت میں بھی ہم ایک نہائت بہادرانہ مگر ناقص فعل کو دیکھتے ہیں۔ جو ایسے پُرآشوب زمانوں میں بہت ہی قابل تعریف سمجھے جاتے ہیں۔ اگرچہ اِن

[۵] کولرج صاحب +

تعریف کی گئی ہے۔ اس کے بارہ میں لوگوں نے طرح طرح کی دلچسپ تشریحیں کی ہیں یا مثلاً یہ کہ سسرا نے بائبل کے ساتھ بدسلوکی کی ہوگی۔ جس کا بدلہ اُس نے اس طور سے لیا۔ یا یہ کہ دبورہ نبیہ نے یہ کلمات الہام سے نہیں کہے ہونگے۔ یا یہ کہ پاک نوشتوں کے صاف بیانات میں بائبل کے اِس فعل کو ہرگز قابل تعریف نہیں ٹھہرایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر مجھے اس قسم کے مفروضات کے لئے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اگر ناظرین میرے طریق استدلال پر جس کا اوپر ذکر ہوا ہے غور کریں گے تو اس قسم کی تشریحوں کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ دبورہ نے نبیہ ہونے کی حیثیت میں کلام کیا۔ مگر اُس کو اُس الہٰی نور کا فقط تھوڑا سا حصّہ ملا تھا۔ جو اُس کے بعد رفتہ رفتہ بڑھتا گیا یہانتک کہ آخرکار روز روشن کے درجہ کو پہنچ گیا +

"تم میروز پر لعنت کرو۔ خداوند کا فرشتہ بولا۔ اُس کے باشندوں پر بڑی لعنت کرو" یہ دبورہ کا گیت تھا۔ مگر کیا اُس نے یہ الفاظ کسی ذاتی غرض کو پورا کرنے کے لئے یا کوئی ذاتی انتقام لینے کے واسطے کہے تھے؟ ہرگز نہیں +

"وہ اسرائیل کی ماں" تھی۔ اور وہ ایک ماں کے دل کی گرمجوشی اور ایک حُب الوطن کی سرگرمی سے کلام کر رہی تھی۔ اور وہ اُن لوگوں کو جنہوں نے ظالموں کے مقابلہ میں اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ لیا تھا محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور محبت بھرے دل سے اُن کو برکت دے رہی تھی۔ اور اسی محبت سے جو غضب اور انتقام کی آگ اُس کے دل میں اُس کے دشمنوں کے مقابل میں بھڑک رہی تھی اُس کو بھی اُس نے اُن بزدل اور خودغرض لوگوں پر لعنتیں کرنے میں ظاہر کر دیا جو ایسے ضروری موقعہ پر "خداوند کی امداد کے لئے ہاں قوت والوں کے خلاف خداوند کی امداد کے لئے نہ آئے" جب تک دبورہ کی تصویر

جہاں کہ ظالموں اور مظلوموں دونوں کی جماعتوں کے درمیان نیک لوگ پائے جاتے تھے۔ تو گو ہم ایذا رسیدہ لوگوں کے ساتھ کامل ہمدردی رکھتے ہیں تو بھی بعض صورتوں میں کیا ہم یہ اُمید و یقین نہیں کر سکتے کہ یہ ستمگر لوگ بھی ایک ایسی ہی دینی سرگرمی سے تحریک دلائے گئے تھے۔ اگرچہ اُن کی یہ سرگرمی جہالت اور غلطی پر مبنی تھی اور وہ بھی یاتیل کی طرح خدا کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ اُس کی طرح انہوں نے بھی ایسے وسائل اختیار کئے جنہیں مسیحی روح قابل الزام ٹھیراتی ہے؟" .....

یہ بات بالکل راست اور برمحل ہے کہ ہم بہت سے اشخاص کے کاموں کو جن کی عہد عتیق میں تعریف ہوئی ہے قابل الزام ٹھیرائیں۔ کیونکہ ہم نے وہ باتیں دیکھی ہیں جو انبیا اور صدیقین کو زمانوں تک دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ مگر پھر بھی یہ بات اس سے کچھ کم راست اور ضروری نہیں ہے کہ ہم کو چاہیے کہ اُن کی اس نہ ڈرنے والی سرگرمی کی پیروی کرنے کی کوشش کریں۔ جس سے خالی رہنے کے لئے ہماری موجودہ علم و معرفت کی حالت میں ہمارے پاس کوئی معقول عذر نہیں ہے۔ اور جس سرگرمی کے باعث باوجود جہالت اور کم علمی کے اپنے بُرے کاموں کے لئے بھی اُنہوں نے برکت حاصل کی ❖

۹

تعلیم میں بتدریج ترقی کے اصول سے قطع نظر کرنے کے نقصان

بیئبل پر اس تاریخی قاعدہ سے نظر کرنا۔ اور یہ سمجھنا کہ وہ ایسے کامل ہدایات کا مجموعہ نہیں ہے جو ہر حال اور زمانہ سے یکساں تعلق رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ خدا کے انسان کو بتدریج تعلیم و تربیت کرنے کی کہانی ہے اُس شخص کے لئے جو اُس کی تعلیم کو سمجھنا چاہتا ہے۔ نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ گذشتہ زمانے میں اس اصول کی طرف سے بہت کچھ بے پروائی کی گئی

میں نیکی اور بدی دونوں کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ وہ دلیری اور جانبازی اور جاں نثاری جو اسرائیل کو ظالم کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھی۔ ہاں یہ سب خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔ اگرچہ اُس میں ایسی دغابازی بھی ملی ہوئی تھی جس کو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم قابل الزام ٹھہرائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر ہم کو اس قصہ کے تمام واقعات معلوم ہوتے اور اگر یہ کہانی پاک نوشتوں میں نہیں بلکہ کسی دوسری تواریخ میں درج ہوتی تو بڑی آسانی سے ہم بھی اُس کی تعریف میں تر زبان ہوتے۔ ہم ممالک کی تواریخ میں بہت سے بہادری اور اُولوالعزمی کے کاموں کو بڑی تحسین و تعریف کی نظر سے دیکھا کرتے ہیں۔ حالانکہ اخلاقی مقیاس میں وہ ہرگز پورے نہیں اُترتے۔ تو اگر یہودیوں کی تاریخ میں اسی قسم کے واقعات ہماری نظر کے سامنے آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُنہیں بھی اسی نظر سے نہ دیکھیں (دیکھو سٹینلی صاحب کی یہودی کلیسیا کی تاریخ)

ڈاکٹر ارنالڈ صاحب نے بائبل کے مقدمہ میں نہائت برجستہ الفاظ لکھے ہیں جن کا یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا:۔

"بائبل کی تعریف سے جو حقیقت منکشف ہوتی ہے سو یہ ہے کہ خدا جہاں کہیں راستی اور صدق دلی کو دیکھتا ہے۔ وہاں جہالت کے بارہ میں بہت کچھ اغماض کرتا ہے۔ اور وہ جو سچے دِل سے اپنے علم کے اندازہ کے موافق اُس کی خدمت کرتے ہیں۔ وہ اُس کے انتظام و قدرت کے عام سلسلہ کے موافق اُس سے برکت اور آفرین حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کی آنکھیں اور دل اپنی ذات پر نہیں بلکہ اپنے فرائض کی بجا آوری پر لگے ہیں۔ وہ اُس دھوآں اُٹھتے ہوئے سن کی مانند ہیں جنہیں وہ بجھاتا نہیں۔ بلکہ اُنہیں محفوظ رکھتا ہے تاکہ شعلہ زن ہوں ... جب ہم اُن افسوسناک مگر شاندار شہادتوں کا حال پڑھتے ہیں۔

خلاف اخلاق ظلم و ستم کا جواز ثابت کیا جاتا تھا۔ جب کہ بے گناہ غریب عورتوں کو احبار کی آیات کے حوالہ سے جادوگرنیاں اور چڑیلیں سمجھکر جلایا جاتا تھا۔ جبکہ ایسے ایسے جرائم اور بیرحمیوں پر (جیسے کہ مقدس[۵۱] بارتولما کے دن کا قتل) پوپ اور کلیسیا کے اعلےٰ افسر خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے اور اُن کے کرنے والوں کو خدا کے قدیم بہادروں کے برابر سمجھتے تھے[۵۲]" یہ سب حماقتیں اور بیرحمیاں کبھی واقع نہ ہوتیں۔ اگر لوگ بئبل کو اُس طور سے مطالعہ کرتے جو اُس کا حق تھا۔ اور اگر وہ مسیح کی تعلیم کو درستی سے سمجھتے کہ خدا کا مکاشفہ ترقی پذیر ہے اور کہ عہد عتیق کے الہام یافتہ مقدسوں اور اُلوالعزم لوگوں کے اخلاقی تصورات بھی عہد جدید کے مقابلہ میں فقط ایسے ہیں جیسے دھوپ کے مقابلہ میں چاندنی۔ اور مئے انگوری کے مقابلہ میں پانی +

مگر اس بات پر زمانہ حال میں بھی پورا پورا لحاظ نہیں کیا جاتا جس کا نتیجہ سچائی کے مقدمہ میں ایسا ہی دردناک ہے۔ بہت سے سوچ سمجھ والے مسیحی ہیں جنکا ایمان انہیں عہد عتیق کی مشکلات کے باعث رفتہ رفتہ خدا اور بئبل پر سے اُٹھتا جاتا ہے۔ بہت لوگ اس خیال سے کہ غلامی اور کثیر الازواجی کی خدا کی طرف سے اجازت ہے۔ بیچین ہو کر سوال کرتے ہیں۔ بہت لوگ اُس خدا میں جس نے جہان سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشدیا۔ اور عہد عتیق کے اُس قومی خدا میں جو فقط ایک خاص قوم پر نظر رحمت رکھتا تھا نمایاں فرق دیکھکے حیرت زدہ ہو رہے ہیں۔ لوگوں کو یہ بتانا چاہئے کہ خدا کے تصورات اور اخلاق

---

۵۱ ۲۴ اگست کا روز مقدس بارتولما رسول کی یادگار کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ مگر اب خاصکر اسلئے مشہور ہے کہ اسی روز کی پہلی شام کو ۱۵۷۲ء میں ہیوگونات لوگ جو پراٹسٹنٹ تھے شاہی حکم سے عام طور پر فرانس میں قتل کئے گئے تھے +

۵۲ منقول از فیرر صاحب دیباچہ پلپٹ کمنٹری یعنی تفسیر الواعظین +

جس کے سبب سے مذہب کے بارہ میں نہائت افسوسناک نتائج پیدا ہو گئے ۔

"اس بات کو یاد کر کے افسوس آتا ہے کہ تاریخ کے کتنے خون آلودہ صحیفے اس بربادی اور جان کنی سے خالی نظر آتے اگر لوگ اس امر کو یاد رکھتے کہ عہد عتیق کی شریعت ابھی تک ایک ناکامل شریعت تھی اور عہد عتیق کی اخلاقی تعلیم نے پوری روشنی اور ہدائت کے درجہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ جب بعض مسائل کے خونخوار حامئی اپنی اُن سختیوں کے ثبوت میں توراۃ کے حوالوں سے سند لاتے تھے جب بادشاہوں کا قتل اہود اور یائیل کے نمونوں سے جائز قرار دیا جاتا تھا۔ جب صلیبی[۵۱] لڑائیاں لڑنے والے "کافروں" کے خون کے دریا بہا دینا خدا کی اعلےٰ خدمت سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ اس امر کی تائید میں قاضیوں کے صحیفہ کا حوالہ دیسکتے تھے جہاں قوموں کی قوموں کو تباہ و ہلاک کر دئے جانے کا ذکر ہے۔ جب کہ انکوزیشن[۵۲] کی بیرحمیوں اور عذابوں کی تائید میں جو بدعتیوں اور غیر مذہب والوں پر روا رکھے جاتے تھے۔ سموئیل اور ایلیاہ نبی کا نمونہ پیش کیا جاتا تھا۔ جبکہ کثیر الازدواجی اور غلامی کی بربادکن رسم کے جواز میں قدیم بزرگوں مثل ابراہیم اور یعقوب کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ جب کہ آیات کے مضامین کو کھینچ تان کر اُن سے

---

۵۱ یہ وہ لڑائیاں تھیں جو اہل یورپ نے مسلمانوں کے ساتھ شہر یروشلم (بیت المقدس) پر قابض ہونے کے لئے کیں اور جو کئی سو سال تک جاری رہیں (دیکھو محاربات صلیبی مطبوعہ پنجاب ریلیجس سوسائٹی) ۔

۵۲ رومی کلیسیا کی ایک عدالت کا نام ہے جو ملحدوں اور بدعتیوں کی تحقیقات و سزا کے لئے قائم کی گئی تھی جس کے ذریعہ سے قریباً سوا دو سو سال کے عرصہ میں ۳۲ ہزار آدمی قتل کیے گئے۔ اور قریباً ۳ لاکھ اور طرح سے سزایاب ہوئے۔ یہ عدالت ہسپانیہ میں ۱۴۸۱ء میں قائم ہوئی تھی اور ۱۸۲۰ء میں سرکاری طور پر منسوخ کی گئی ۔

اُسی طرح ہم عہدِ عتیق کے صحیفوں کو بھی اُس کی خدمت میں لیجاتے ہیں۔ ہم اُن کی تعلیم کا مسیح کی تعلیم سے موازنہ کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں ہمیں یہ تعلیم اُس کی تعلیم سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ہم اُس کو اپنے مذہب کا صحیح نقشہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں +

۱۰

اعتراض اور اُن کے جواب

اب میں اپنے کو ناظرین کی جگہ رکھکر اور مختلف طبیعت و مزاج کے آدمیوں سے اس معاملہ پر بحث و گفتگو کر کے بعض مشکلات کو جو اس باب کے مطالعہ سے اُن کے دل میں پیدا ہونی ممکن ہیں۔ بیان کرتا ہوں۔

پہلا اعتراض "ضمیر کو بائبل کے مختلف حصوں کی قدر و قیمت کی نسبت حکم لگانے کی اجازت دینا ایک خوفناک امر ہے اور گویا اپنے مُنہ میاں مٹھو بننا ہے۔ ہم کون ہیں کہ الہامی الفاظ میں سے چننے اور انتخاب کرنے کا حوصلہ کریں؟"

جو کچھ ہم پہلے ہی اِس مضمون پر بیان کر چکے ہیں اگر اُس سے معترض کی تسلی نہیں ہوئی تو میں اُس کو فقط اِتنا اور یاد دلاؤنگا کہ خواہ یہ میاں مٹھو بننا ہو یا نہ ہو۔ ٹھیک یہی بات ہے جو وہ اور دوسرے سمجھدار انسان بائبل کے متعلق کر رہے ہیں جب وہ زبور کا مطالعہ کر کے اُٹھتا ہے۔ تو وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کہ اُسے بھی گرمجوشی کے ساتھ زبور نویسوں کی طرح خدا سے محبت رکھنی چاہیئے اور اُس پر اعتماد رکھنا اور اُس کی حمد و تعریف کرنی چاہیئے۔ وہ یہ کبھی نہیں خیال کرتا کہ اُسے بھی اُن کی طرح خدا سے دعا مانگنی چاہیئے۔ کہ اُس کا غصہ اُن لوگوں کے خلاف جو اُس سے باغی ہیں بھڑک اُٹھے۔ وہ اُس میں یہ دو ہدایات

کے تصورات نے رفتہ رفتہ نشو و نما حاصل کیا۔ ابتدائی خیالات کو بعد کے خیالات سے وہی نسبت ہے جو بچہ کے خیالات کو ایک فیلسوف کے خیال سے ہوتی ہے۔ بچے کے خیالات بچے کی حالت کے مناسب ہوتے ہیں۔ مگر وہ ایک فیلسوف کے پورے نشو و نما پر پہنچے ہوئے ذہن کے لئے بالکل نامناسب ہوتے ہیں +

بیئبل کو اُس کے مقاصد اور معانی کے تاریخی مدعا کو مدِ نظر رکھکر مطالعہ کرو اور تم روز بروز اُس حکمت اور صبر کا جو خدا دنیا کی تعلیم میں کام میں لایا زیادہ زیادہ علم حاصل کرتے جاؤ گے لیکن جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں اُسے اس تاریخی کلید کے بغیر مطالعہ کرو۔ اور "الہام بیئبل کو محض ایک سطح مسطح سمجھو جس میں نہ تو فاصلہ ہے نہ گہرائی تو تمہیں الٰہی حکمت کا کچھ کچھ اسی قسم کا تصور حاصل ہوگا۔ جیسے کہ کوئی شخص آسمان کو ایک چپٹی سطح سمجھے جس میں تمام ستارے جڑے ہوئے ہیں اور اُن انتہا فاصلوں کو جو علما ان ستاروں کے درمیان بتلاتے ہیں۔ اور اُس تمام یگانگت اور اتحاد کو جس کے مطابق یہ سب حرکت کر رہے ہیں بالکل فراموش کردے۔ بھلا ایسا شخص خدا کی اُس قدرت و جلال کا جو آسمانوں کی صنعت میں نظر آتا ہے کیا اندازہ لگا سکیگا" +

اِسلئے جب کبھی کوئی ملحد عہد عتیق کے مُتعلق کسی اخلاقی مشکل کا ذکر کرکے ہم پر طعنہ زنی کرنے لگے اور یہی کہے کہ "مسیحی دین خدا اور رجال علین وغیرہ کی نسبت اس اس قسم کی تعلیم دیتا ہے اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ میں اسے بیئبل میں لکھا پاتا ہوں" تو ہمیں اُس کے اس بیان کو تسلیم کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ چونکہ بیئبل کی تعلیم ایک ترقی پذیر مکاشفہ ہے۔ تو اس صورت میں یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ کوئی شخص ابتدائی مدارج کا کلام لیکر ہم سے کہے کہ "دیکھو یہ تمہارا خدا ہے۔ دیکھو یہ تمہارا مذہب ہے" جیسے کہ ہم اپنے کو مسیح کے حضور میں لاتے ہیں۔

کہونگا کہ اِس امر پر سوچنے کے لئے ابھی بہت وقت ہے۔ جب مسیحی دنیا اُس اعلیٰ مقیاس کے کسی قدر قریب پہنچے کے۔ جو مسیحی دین پیش کرتا ہے۔ قابل ہو جائیگی۔ تو یہ بھی غنیمت سمجھا جائیگا۔ اُس مقیاس سے پرے نکل جانا تو ایک دوسری بات ہے۔ یہ مقیاس اب قریباً انیس سو برس سے ہمارے سامنے ہے۔ غالباً مسیحی اس وقت اُس اعلیٰ مقیاس کے جو مسیحی دین ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ رسولوں کے زمانہ سے لیکر کسی زمانہ کی نسبت زیادہ قریب معلوم ہوتے ہیں۔ مگر تو بھی کیا کوئی قوم اور کوئی فرد بشر یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے قریباً اُسے حاصل کر لیا ہے؟ اس مقیاس سے بڑھکر کوئی چیز ہمارے ذہن میں نہیں آسکتی۔ ہم ابھی تک برابر اُس کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ہم سے پرے اور بلند و بالا نظر آتا ہے +

عہد عتیق کا عہد جدید سے مقابلہ کرنے میں اس امر کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُن دونوں کے درمیان وہ واقعہ حائل ہے جو تاریخ عالم کا مرکز ہے یعنی مسیح کا جسم انسانی اختیار کرنا۔ جو کچھ اس سے پہلے ہؤا وہ سب اُس کے لئے تیاری کے طور پر تھا۔ اور جو کچھ اس کے بعد واقع ہؤا وہ سب اُسی واقعہ کی تشریح اور تفصیل اور اُسی کے نتائج کو عملی صورت میں ظاہر کرنے کے لئے ہے +

عہد عتیق تیاری کے طور پر تھا۔ عہد جدید خاتمہ ہے۔ عہد عتیق کی تعلیم اگرچہ اعلیٰ اور خوبصورت ہے تاہم کامل نہیں۔ وہ بہت صدیوں میں رفتہ رفتہ ترقی پاتی رہی ہے اور بہت عرصہ تک رفتہ رفتہ روز روشن کی طرف بڑھتی چلی گئی ہے۔ یہانتک کہ وقت پورا ہونے پر خدا نے اپنا فرزند بھیج دیا۔ اب عہد جدید کی تعلیم شروع ہوئی۔ بتدریج نہیں۔ اور نہ فقط عہد عتیق کی تعلیم کے لحاظ سے بطور ایک قدم آگے بڑھنے کے۔ بلکہ وہ دفعتاً اور ایک ہی بار اپنی ساری آب و تاب میں جلوہ گر ہوئی۔ اور اِس لئے اُس زمانہ کی حالت سے جس میں وہ رائج ہوئی اِس قدر بلند و بالا تھی کہ

پڑھتا ہے کہ "چھوٹے لڑکو۔ ایک دوسرے سے محبت رکھو"۔ اور کہ "وے خون اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں"۔ وہ ان میں سے ایک کو تو عالمگیر سمجھتا ہے۔ مگر دوسرے کی طرف سے بے اعتنائی کرنے میں اُسے کچھ تامل نہیں ہوتا +

ضرور ہے کہ ضمیر ان امور میں امتیاز کرے بیبل کے مطالعہ سے ہم کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے جب تک کہ خدا کی روح ہمارے شامل حال نہ ہو۔ اور یہ روح انسانی ضمیر کے ذریعہ سے کام کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بیبل کے مطالعہ کے ساتھ روح القدس کی امداد کی دعا کو لازمی ٹھیراتے ہیں۔ ضرور ہے کہ وہ کامل سچائی کی طرف ہماری رہنمائی کرے۔ روح القدس کا کام لکھنے والوں کو الہام دینے کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو گیا۔ وہ اب بھی اپنی کلیسیا اور اُس کے افراد کے اندر قوت بخشنے والی طاقت کی مانند سکونت پذیر ہے۔ اور "مسیح کی چیزوں کو لیکر انہیں ہم پر ظاہر کرتا ہے"+

دوسرا اعتراض۔ "اگر عہد عتیق کا کچھ حصّہ ناقص اور نشو ونما کی بالکل ابتدائی حالت میں سمجھا جائے۔ اور اس سبب سے آج کل کے مسیحیوں کی ہدایت کے قابل نہ مانا جائے۔ تو کیا رفتہ رفتہ لوگ عہد جدید کی نسبت بھی ایسا ہی کہنے نہ لگ جائیں گے۔ اور اُس کی تعلیم کی نسبت بھی ایسا ہی خیال کرنے نہ لگیں گے کہ وہ بھی روحانی تعلیم کی ادنےٰ منزلوں کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی"؟

خیر۔ ناظرین۔ عہد عتیق کی بعض تعلیمات کے متعلق تو کسی اگر مگر کی حاجت نہیں ہے۔ ہمارا خداوند خود ہمیں بتا چکا ہے کہ وہ بمقابلہ اُس اعلےٰ مقیاس کے جو وہ زمین پر لایا۔ ہرگز کامل نہیں ہے۔ لیکن اس اعتراض کی بابت کہ لوگ رفتہ رفتہ عہد جدید کی نسبت بھی اسی قسم کی باتیں کہنے لگ جائیں گے۔ میں صرف یہ

کے ہے مثلاً عہد عتیق کی شریعت جو قتل اور زنا کے بیرونی افعال کے لئے تھی۔ وہ عہد عتیق میں ایک اعلیٰ حالت کو پہنچادی گئی ہے کہ آدمی کو نہیں چاہئے کہ اپنے بھائی سے دشمنی رکھے۔ اور کہ اُسے اپنے دل میں بھی بُری باتوں کا خیال نہیں آنے دینا چاہئے۔ عہد جدید کی تاریخ ایک نئی تاریخ نہیں ہے۔ بلکہ عہد عتیق کی تاریخ کا تتمہ ہے۔ وہ اس امر کی کہانی ہے۔ کہ وہ معاملہ جس کے لئے عہد عتیق تیاری کر رہا تھا اور جس کا وہ منتظر تھا اب تکمیل کو پہنچ گیا +

اِس لئے عہد جدید کامل طور پر سمجھا نہیں جاسکتا جب تک کہ اُسے عہد عتیق کے ساتھ رکھکر نہ دیکھا جائے۔ اِس میں جو پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کا تذکرہ ہے اُس کے مطالعہ کے لئے اُن پیشین گوئیوں کا علم ایک لابدی امر ہے۔ اُس کی روحانی تعلیم کے اعلیٰ درجہ کو سمجھنے کے لئے اس امر کا خیال ضروری ہے کہ کس طرح بتدریج طویل عرصہ تک اس تعلیم کے لئے تیاری ہوتی رہی۔ اور جب ہم اس خیال پر لحاظ کرتے ہیں کہ کس طرح انسان نے طویل زمانوں میں درجہ بدرجہ روحانی اُمور کی تعلیم حاصل کی۔ تو ہم کو اِن سارے زمانوں میں ایک الہٰی مقصد و مُدعا کا عمل نظر آتا ہے۔ اور اِس سے ہم خدا کی حکمت اور صبر کو معلوم کرنا سیکھتے ہیں +

عہد عتیق اور جدید ایک دوسرے سے جدا جدا نہیں کئے جاسکتے۔ دونوں ہمیشہ کے لئے مسیح میں متحد ہیں۔ وہ گویا اُن دونوں کے درمیان میں کھڑا ہے۔ اور اُن دونوں کے سر پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ عہد عتیق ناکامل اور بطور تیاری کے ہے۔ مگر وہ ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اُس کی کم قدری کریں اور اُسے الگ ڈالدیں"۔ "یہ مت سمجھو کہ میں توریت اور نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں"۔ وہ اِس قدیمی اور ابتدائی تعلیم کو لیکر اور اُسے ایک زیادہ

اِسوقت بھی حالانکہ اُسسے انیس صدیاں گذر چکی ہیں۔ اور لوگ برابر اُس کے حصول کے لیئے جد و جہد کرتے رہے ہیں۔ تو بھی اِس قدر بلند معلوم ہوتی ہے جیسے کہ سورج آسمان میں ہم سے بلند نظر آتا ہے۔ گیٹی کا قول ہے کہ ذہنی تہذیب وتربیت خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرجائے۔ علوم طبیعہ گہرائی اور چوڑائی میں کتنی ہی فراخی حاصل کیوں نہ کرلیں۔ ذہن انسانی خواہ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہوجائے۔ تو بھی وہ کبھی مسیحی تعلیم کی عظمت اور اُس اخلاقی تہذیب کے پرے نہیں جاسکتا جیسے کہ مسیح کی انجیل میں درخشاں نظر آتی ہے +

تیسرا اعتراض۔ اگر عہدعتیق کی تعلیم ایسی ناقص اور ابتدائی ہے۔ تو ہمیں اُس کے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اُسے بالکل ترک کردیں اور فقط عہدجدید کے مطالعہ کو کافی سمجھیں؟

جو شخص اس قسم کے اعتراض کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے عہدعتیق کی بابت اور نیز اُس تعلق کی بابت جو وہ عہدجدید سے رکھتا ہے صحیح خیال نہیں باندھا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اُس کا خیال اُس خیال کی نسبت بہت مختلف ہے۔ جو ہمارا خداوند اور اُس کے رسول عہدعتیق کی نسبت رکھتے تھے اور جس کا ثبوت اُس طریق سے ملتا ہے۔ جس کے مطابق وہ عہدعتیق کے صحیفوں کو استعمال کرتے تھے۔ یہ تو سچ ہے کہ عہدعتیق کو عہدجدید کے لیئے راستہ تیار کرنے والا سمجھنا چاہیئے۔ مگر یہ تیاری ایسی نہیں جیسے کہ عمارت کے لیئے پاڑ باندھی جاتی ہے۔ کہ جب عمارت ختم ہوجائے تو ہٹادی جائے۔ بلکہ وہ بطور بنیادوں کے ہے جو ہمیشہ قائم رہتی ہیں +

عہدجدید کی تعلیم عہدعتیق کی تعلیم کو ہٹا دینے والی یا منسوخ کردینے والی نہیں ہے بلکہ وہ عہدعتیق کی ابتدائی تعلیم کے لیئے بطور نشوونما اور ترقی

نیز اس امر کا کہ عہد عتیق عہد جدید کی نسبت سے ادنےٰ ہے۔ بیان کیا جائے۔
اور تاہم جب میں اُن عالیشان اور روح کے ہلا دینے والے الفاظ کا جو عہد عتیق
کے ابتدائی حصّہ میں بھی نظر آتے ہیں۔ خیال کرتا ہوں تو مجھے خواہ مخواہ اُن کے
حق میں اس قسم کے معذرت نامہ لکھنے سے شرم آتی ہے۔ کل کوئی دس بارہ
مثالوں لگے ادنیٰ اخلاقی حالت کی بابت۔ جو عہد عتیق میں پائی جاتی ہیں لکھتے
ہوئے مجھے ایسے طور پر لکھنا پڑا ہے کہ گویا عہد عتیق میں کوئی بھی ایسی شان
اور خوبصورتی اور جلال نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ اُس زمانہ کے لحاظ
سے جب میں وہ لکھا گیا تاریخ کا ایک عالیشان معجزہ معلوم ہوتا ہے +
جب میں اس کہانی کو پڑھنا شروع کرتا ہوں کہ کس طرح خدا نے بنی انسان
کو رفتہ رفتہ روحانی اُمور میں تعلیم و تربیت کیا تو یہ کیسی عجیب کہانی معلوم
ہوتی ہے! یہ کتنی بڑی دلیل اُس کے الہامی کتاب ہونے کے حق میں ہے؟
اور جب میں اس کے ساتھ ہی یہ دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اس تعلیم کے
حاصل کرنے کے لئے کسقدر رضامند تھے تو مجھے اور بھی زیادہ تعجب ہوتا ہے۔
جب میں اُس زمانہ کی جب کہ زبور لکھے گئے دنیاوی تاریخ پر نظر ڈالتا ہوں
خواہ اُن کی تاریخ کو کتنا ہی زمانہ مابعد میں کیوں نہ ٹھیراؤ۔ اور جب میں اُس
زمانہ کی گندگی اور ناپاکی کو ملاحظہ کرتا ہوں آور یہ بھی دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ
خدا اور فرض کے متعلق کیسے ادنےٰ خیال رکھتے تھے۔ اور لکڑی اور پتھر کے
بتوں کی پرستش پر کس قدر شیدا تھے۔ اور جب میں اس تاریخ کو اپنی بغل
کھولکر زبور کی کتاب کے مقابلہ میں رکھتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
سخت سے سخت ملحد بھی اس اختلاف کو دیکھکر ایک نمایاں فرق کا قائل ہو جائیگا
اُس کے الفاظ پر غور کرو تو سہی کس طرح گناہوں سے پشیمانی ظاہر کرکے توبہ

عمیق اور روحانی اور اعلیٰ صورت میں تبدیل کر کے ہمیں واپس دیتا ہے۔ وہ قدیم نبوتوں کو لیتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ "یہ وہ ہیں جو میرے حق میں گواہی دیتی ہیں"۔ وہ یہ دکھاتا ہے کہ تمام عہد عتیق اُس کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور پھر اُسے مکمل بنا کر ہمارے ہاتھوں میں دیدیتا ہے۔ پُرانا تعلیمی قاعدہ پھینک نہیں دیا جاتا اور نہ بطور ایک قدیمی چیزوں کی یادگار کے رکھا جاتا ہے۔ بلکہ ہمیں مسیح کی زندگی اور تعلیم اور کام کے پورے مکاشفے کی روشنی میں اُسے از سر نو مطالعہ کرنا چاہیئے ✦

ہاں بیبل ایک ہی ہے اور اُس کے تمام اجزا کل کی تکمیل اور کاملیت کے واسطے ضروری ہیں۔ بعض لوگ اُسے ایک بڑی عمارت یا گرجا گھر سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ جس کی تعمیر میں پندرہ سو سال کا عرصہ خرچ ہوا ہو۔ عہد عتیق کو اس گرجا یا مندر کا بیرونی حصّہ سمجھنا چاہیئے۔ زبور اور انبیا بطور اُس کے دونوں پہلوؤں کے ہیں۔ اور اناجیل امام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور چوتھی انجیل کو گویا بطور قدس الاقداس کے یا اندرونی مقام کے سمجھنا چاہیئے۔ اور اُس کے گرداگرد اور پیچھے رسولوں کے خطوط اور مکاشفات کی کتاب ہے۔ جن میں سے ہر ایک گویا بجائے خود ایک خوبصورت موتی ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک اس عالیشان عمارت کی حسن و خوبصورتی کو ترقی دینے میں مدد دیتی ہے[۱] ✦

۱۱

خاتمہ

اس باب میں یہ ثابت ضروری تھا کہ خدا کی تعلیم بتدریج ترقی پانے اور

---

[۱] از کیپٹن لڈن صاحب منقول از "عہد عتیق کا الٰہی کتب خانہ" مصنفہ کرک پیٹرک صاحب ✦

چھٹی فصل

الہام اور "تنقید اعلیٰ"

۱

تنقید اعلیٰ

تنقید اعلیٰ یعنی ہائر کریٹی سزم (Higher Criticism)
اس تنقید و تحقیقات کا نام ہے جو بیبل کے صحیفوں کے مصنف تاریخ تصنیف ذرائع و منابع اور ترتیب و ترکیب اور اُن خاص حالات کے متعلق جن کی وجہ سے وہ تصنیف و تالیف ہوئے۔ کی جاتی ہے۔ مطالعہ بیبل کے متعلق یہ ایک نسبتاً نئی شاخ علم ہے اس کا نام اعلیٰ یا نئی تنقید اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ اُسے ادنیٰ یا پُرانی تنقید سے جس کا تعلق فقط متن کی صحت اور اُن وسائل سے تھا جن کے ذریعہ سے اس قسم کی سہو و اغلاط دریافت کی جاتی اور درست ہو سکتی تھیں +

شائد بعض ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ عرصہ سے انگلستان میں اس امر پر بحث مباحثہ ہو رہا ہے کہ آیا جو نظمیں اور ناٹک انگلستان کے مشہور و معروف شاعر شیکسپیر کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت اُسی شخص کے لکھے ہوئے ہیں یا کسی اور کے۔ بعض لوگ اس امر پر زور دیتے ہیں۔ کہ وہ

اور معافی کی التجا کی جاتی ہے۔ کس طرح خدا کی مقبولیت۔ زندگی کی پاکیزگی اور عفت کے لیئے آرزومندی ظاہر کیجاتی ہے۔ کس طرح یہوواہ کی نیکی اور بھلائی کے خیال سے خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ وہ اُن کے اعتقاد میں "اسرائیل کا قدوس" اور وہ باپ ہے جو اپنے بچوں پر ترس کھاتا ہے۔ وہ خدا۔ خدائے رحیم و کریم اور برداشت کرنے والا ہے۔ جو شفقت اور وفا میں بڑھکر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم کس چیز سے بنے ہیں۔ وہ یاد رکھتا ہے کہ ہم مٹی ہی تو ہیں"!

بھلا انسان ان الفاظ کے تحریک دینے والے اثر سے کس طرح بچ سکتا ہے؟ اور پھر یہ خیال کرکے کہ وہ کس زمانے میں لکھے گئے اُسے معجزے سے کم کیا سمجھیگا؟ بھلا انسان خود خدا کے جلال کے حضور میں کس طرح ایسی سردمہری سے نکتہ چینی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ کولرج صاحب ایک شخص کی تصویر کھینچتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "جب میں اپنی روح کی خوشی اور محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ اور بیٹبل کی کتابیں یکے بعد دیگرے میرے حافظہ کی آنکھوں کے سامنے گذر رہی تھیں۔ اور میں شریعت اور سچائی اور نیک نمونوں۔ نبوتوں اور دلچسپ گیتوں اور ہزار ہا ہزار آوازوں کے نغموں اور مقدسوں اور انبیاء کی مقبول شدہ دعاؤں کا ذکر کر رہا تھا۔ جو گویا آسمان سے ہمارے پاس واپس آتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا فاختہ روحانی خوشیوں اور غموں اور ضروریات کے بوجھوں سے لدے ہوئے چلے آتے ہیں۔ تو وہ جوں ہی میں اپنے بیان کو ختم کرچکتا ہوں تو بڑی سردمہری کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوکر کہتا ہے کہ کیا تمہیں دبورہ کے برکت کے کلمات اور زبوروں کی وہ آیات جن میں دشمنوں پر لعنت کی گئی ہے یاد نہیں؟

زیادہ قدیم مگر فی الحال گم شدہ نسخوں اور نوشتوں کی بنا پر تالیف کی گئی ہیں یا بعض ایسے ہیں جن میں ظاہراً کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی مگر توبھی اُن کی رائے ہے اُن میں ایسے نشانات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن پر کسی مرتّب یا اُڈیٹر کا قلم چلا ہے جس نے اُنہیں خاص خاص مجموعوں میں ترتیب دیا یا اُن کے نامکمل بیانات کی تکمیل کی۔ یا کسی نہ کسی طرح اصلی کتاب میں صحت و ترمیم کی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر بعض کتابوں کا توجّہ سے مطالعہ کیا جائے تو اس امر میں شبہ کرنے کے لئے وجوہات ملتی ہیں کہ وہ درحقیقت اُس مُصنّف کی جس کے نام سے منسوب ہیں لکھی ہوئی نہیں ہیں۔

وہ تمہیں بتائیں گے کہ اُن کی غرض اِس طور سے پاک نوشتوں کو مطالعہ کرنے سے یہ ہے کہ اُن کے دل میں کتاب اللہ کی عزّت و توقیر جاگزین ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ جس قدر روشنی اُس پر پڑنی ممکن ہو اُس کے مطالعہ کے لئے مہیا کر دیں۔ اُن کا یہ خیال ہے کہ اگر اُن کتابوں کو اُن کی صحیح تاریخی سند پر رکھا جائے۔ اور اُن کے زمانہ تحریر اور حالات اور غرضِ تحریر کا بخوبی علم حاصل کیا جائے تو اُس سے اِن کتابوں کے مطالب کو سمجھنے اور اُنکی قدر کو قیمت میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔

مگر شائد کوئی شخص یہ سوال کرے کہ بھلا ان کتابوں کی نسبت جنہیں صدہا سال گذر گئے خاصکر عہد عتیق کے متعلق جس پر زیادہ تر ان علما کی توجّہ لگی ہوئی ہے اتنی صدیوں کے بعد علما کیا معلوم کر سکتے ہیں خاصکر اُس صورت میں جبکہ قدیم تواریخ کی کتابیں اس مضمون پر خاموش نظر آتی ہیں؟ مگر اس کا وہ یہ جواب دینگے کہ ہم اُسی طرح اِس کی تحقیقات کر سکتے ہیں۔ جیسے لوگ شیکسپیر یا دیگر قدیم کتابوں کی کرتے ہیں۔ مختلف زمانوں کی زبان اور علمِ ادب کا بڑے

لارڈ بکین کے لکھے ہوئے ہیں محض اس بنا پر کہ اُس کی عبارت اور بعض خیالات
اُس سے ملتے یا مشابہت رکھتے ہیں۔ اِس مثال سے کچھ کچھ یہ امر سمجھ میں آ سکتا ہے
کہ تنقید اگر علمی اور تاریخی پہلو کو چھوڑ بیٹھے تو بھٹکتی بھٹکتی کہاں تک پہنچ جاتی ہے
مگر تو بھی اس تنقید نے شکسپیر کے مطالعہ اور دیگر امور کی تحقیقات کے متعلق بہت
کچھ دلچسپ اور مفید باتیں دریافت کی ہیں۔ مثلاً اندرونی اور تاریخی شہادت کی
بنا پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بعض ناٹک جو اس وقت شیکسپیر کی جلد میں شامل ہیں
درحقیقت شیکسپیر کے نہیں ہیں۔ بلکہ کسی اَور گمنام مُصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔ انکی طرز کلام
اور خیالات کو بڑی امعان نظر سے پرکھا گیا ہے۔ اور اس کے مُصدقہ ناٹکوں سے
اُن کا بیّن اختلاف دکھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں اس امر کے
متعلق نہائت دلچسپ تحقیقاتیں کی گئی ہیں۔ کہ شیکسپیر کے ناٹکوں کا منبع کیا تھا
اُس نے کون کون سی تاریخی کتابوں یا قصہ کہانیوں سے اُن کا ڈھانچہ تیار کیا
تھا۔ اور پھر اُس کے ہمعصر مُصنفوں کی تحریروں سے مدد لیکر بہت سے دقیق اور
مشتبہ مضامین کی تشریح کے متعلق ضروری اطلاع حاصل کی گئی ہے۔ اِس میں
کچھ شبہ نہیں کہ بعض اوقات لوگ محض بیہودہ مفروضات کی بنا پر ایسے ایسے نتائج
نکال بیٹھے ہیں جنہیں پڑھکر ہنسی آتی ہے۔ مگر فی الجملہ اس قسم کی تحقیقات علم حاصل
کرنے کا ایک نہائت عمدہ ذریعہ ہے۔ اور اُس کے ذریعہ سے شیکسپیر کے
مطالعے اور اُس کا لطف اُٹھانے میں بہت امداد ملتی ہے ؛

اب مذہبی دنیا میں اِس اعلےٰ تنقید نے بئبل کے ساتھ بھی کچھ کچھ ایسا ہی
کیا ہے جو لوگ اس فن تنقید کے ماہر اور طالب علم ہیں اگر اُن سے دریافت
کیا جائے کہ اُن کے اس کام کا مقصد و منشا کیا ہے تو وہ یہی کہیں گے۔ کہ
بئبل میں کئی ایک صحیفے ایسے ہیں جن کی صورت سے ہی صاف ظاہر ہے کہ وہ

ہے۔ اور وہ کبھی یہ جرأت نہیں کرتے تھے کہ اُس کی نسبت کسی قسم کی نکتہ چینی کو دخل دیں۔ کبھی کسی شخص کے دل میں یہ خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ اُس کی نسبت اس قسم کے سوال اُٹھائے کہ اُس کا مُصنف کون ہے اور وہ کب اور کس طور سے تالیف و تصنیف ہوئی۔ عموماً یہ اعتقاد تھا کہ حضرت موسیٰ نے اُس کو اس صورت میں جس میں وہ اب موجود ہے لکھا تھا۔ مگر تو بھی بعض اشخاص کو یہ عجیب معلوم ہؤا کرتا تھا کہ اِسی کتاب میں موسیٰ کی وفات کا حال بھی درج ہے۔ اور اُس کے حق میں اِس قسم کے کلمات لکھے ہیں کہ وہ یعنی موسیٰ "سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ حلیم تھا" اور "اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اُٹھا" اور "آج کے دن تک کوئی اُس کی قبر کو نہیں جانتا" نیز یہ کہ اثنائے تحریر میں لکھنے والا ہمیشہ اُس گذشتہ زمانے کی طرف اشارہ کرتا رہتا ہے "جب کہ بنی اسرائیل بیابان میں تھے" اور "کنعانی ملک میں تھے" اور شرقی ممالک کا ذکر کرتے ہوئے اُنہیں ہمیشہ "یردن کے اُس پار" بتاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ مُصنف فلسطین کے ملک میں یردن کے مغربی علاقہ میں رہتا تھا۔ اور جغرافیہ کے متعلق کسی سؤال کو حل کرتے ہوئے وہ گویا بطور سند کے ایک قدیمی کتاب یعنی "یہوواہ کے جنگ نامہ" سے نقل کرتا ہے جو کسی طرح سے موسیٰ کے زمانہ سے پہلے کی نہیں ہو سکتی۔ اور اسی قسم کی دوسری مشکلات بھی نظر آتی ہیں۔ چنانچہ تنقید کے ابتدائی زمانہ میں یہ سؤال کیا گیا تھا کہ "اِس اعتقاد کے لئے کیا سند ہے کہ حضرت موسیٰ اِن کتابوں کی موجودہ صورت میں اُنکا مُصنف مانا گیا ہے؟" اور یہ معلوم ہؤا کہ اس کے جواب میں سوائے اِس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہودی کلیسیا ہمیشہ سے یہی مانتی چلی آئی ہے۔ اس وجہ سے نکتہ چینوں نے اپنے کو موسیٰ کی توارات کے مُصنف ہونے پر اعتراض کرنے کے لئے آزاد سمجھا۔

غور و توجہ سے مطالعہ کرنے کے بعد وہ مختلف زمانوں کے مصنفوں میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے مختلف زمانوں کی۔ اردو یا انگریزی تصنیفات کو امتیاز کرنا ممکن ہے۔ اِس کے علاوہ کسی مصنف کی طرز تحریر یا ور خاص خاص فقرات اور الفاظ کا جو اُس سے مخصوص ہیں بڑی درستی کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد وہ فوراً اس امر کو پہچان لیتے ہیں کہ کہاں کہاں کسی غیر شخص کی تحریر کی ملاوٹ کا نشان پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی مصنف کے کلام میں اُس کے مقامی حالات کا رنگ دیکھ لیتے ہیں یا ایسی ایسی اشیا یا رسوم و دستورات کا ذکر پاتے ہیں جو کسی خاص زمانہ یا ملک سے مخصوص تھے۔ یا کہیں کہیں اُس زمانہ کی تاریخ ہی کی طرف کوئی سرسری اشارہ مل جاتا ہے۔ اِن سب باتوں سے مدد حاصل کر کے وہ بیبل کے زبور یا تاریخ یا دیگر امور کے متعلق فیصلے قائم کرتے ہیں +

۲

تنقید اعلیٰ کی چند مثالیں

شائد بہتر ہو گا کہ میں چند سادہ نمونے پیش کر کے اس امر کی توضیح کروں شائد ناظرین نے اِس تنقید کا ذکر توارت کے متعلق سُنا ہو گا کہ آیا وہ حضرت موسیٰ کی تصنیف ہے یا نہیں۔ کیونکہ عموماً یہ مسئلہ بہت مشہور عام ہو رہا ہے۔ اِس لئے ہم اسی کو بطور نمونہ کے پیش کرتے ہیں۔ مَیں اِس وقت کسی خاص پہلو کو اختیار نہیں کرتا۔ نہ کسی خاص فریق کے ساتھ اتفاق رائے ظاہر کرنا چاہتا ہوں میں اس مقدمہ کا صرف اِس لئے ذکر کرتا ہوں کہ اعلیٰ تنقید کی غرض و مقصد اچھی طرح سے لوگوں کے ذہن نشین کر دوں +

توراۃ یعنی موسیٰ کی پانچ کتابوں کی نسبت یہودی ہمیشہ سے یہ اعتقاد رکھتے آئے ہیں کہ وہ عہدِ عتیق کے دیگر جملہ صحیفوں سے زیادہ مقدس اور قابل تعظیم

غور و توجہ شروع ہوئی۔ ایک فرانسیسی طبیب آسترک نامی نے اِس امر کی طرف توجہ دلائی کہ پیدائش ۱ باب تا ۲: ۳ میں پیدائشِ خلقت کا ایک مسلسل بیان درج ہے۔ مگر اس سے اگلی آئت میں ایک بالکل دوسرا بیان شروع ہوتا ہے جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اپنی تحریر میں دو مختلف روائتوں کو لیکر شامل کر دیا ہے۔ یہ دونوں کہانیاں اُس کے نزدیک بلحاظ طرز عبارت اور واقعات کی ترتیب اور خاصکر ایک اور امر کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں جس کی وجہ سے پہلے پہل اُس کی توجہ اُدھر منعطف ہوئی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک بیان میں تو خدا کے لئے لفظ الوہیم استعمال ہُوا ہے اور دوسرے میں یہوواہ الوہیم چنانچہ اُردو ترجمہ میں بھی لفظ خدا۔ اور خداوند خدا استعمال ہوئے ہیں۔ جس سے یہ فرق نمایاں ہو سکتا ہے۔ جب اور زیادہ تحقیقات کی گئی تو بہت سے لوگوں کے نزدیک اِس امر کی تصدیق ہوگئی اور اُنھوں نے یہ دریافت کیا کہ ساری تورات میں یہوواہ نام والے اور الوہیم نام والے نسخے خلط ملط ہو رہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کئی مختلف شجرہ نسب ہیں۔ جو مُصنّف یا مرتّب نے جُوں کے تُوں اُٹھا کر اپنی کتاب میں درج کر لئے ہیں۔ اِس خیال کو اگرچہ بعض جرمنی کے علما نے بڑھاتے بڑھاتے بیہودگی کے درجہ کو پہنچا دیا ہے۔ مگر اس کو اب قریباً تمام بائبل کے علماء تسلیم کر گئے ہیں۔ خیر خواہ کچھ ہی ہو ہمیں اس جگہ اس خیال کی خوبی یا نقص سے کچھ بحث نہیں ہے۔ ہم یہاں صرف اُسے بطور مثال کے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو اس "اعلیٰ تنقید" کی حقیقت معلوم ہو جائے +

۳

ایک نامعقول تشویش

اگرچہ ہم اِس تنقید کے حامیوں کے بعض خیالات سے کتنے ہی مخالف کیوں

یا کم سے کم یہ مانا کہ موسیٰ کی تحریریں فقط بطور مصالح یا مصالح کے ایک حصہ تھیں۔ جن کی مدد سے اُن کے اصلی مُصنّف یا اڈیٹر نے موجودہ "پانچ صحیفے" جو حضرت موسیٰ کے نام سے مشہور ہیں تیار کر لئے +

یہ بات تو بالکل صاف تھی کہ موسیٰ نے ایک شریعت کی کتاب لکھی تھی خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ اور اُسے حکم ملا تھا کہ عمالیقیوں کی لڑائی کا حال کتاب میں لکھے" اور اُس نے بنی اسرائیل کے سفروں کا حال تحریر کیا۔ اور جب وہ یہ شریعت لکھ چکا تو اُس نے اُسے کاہنوں کے حوالے کر دیا۔ اور اُن کو یہ ہدایت کی کہ ہر ساتویں سال خیموں کے عید کے موقعہ پر اُسے لوگوں کو پڑھکر سُنایا کریں۔ اور وہ خیمہ کے صندوق میں رکھی جائے۔ تاکہ لوگوں کے سامنے بطور ایک گواہ کے رہے۔ مگر صاف ظاہر ہے کہ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ یہ ساری کی ساری پانچوں کتابیں جیسی کہ وہ اِس وقت موجود ہیں حضرت موسیٰ نے تحریر کی تھیں +

اب اِس تنقیدِ اعلےٰ کے مسئلوں میں سے جس پر وہ اپنی ساری طاقت خرچ کرتی رہی ہے۔ یہ مسئلہ بھی ہے۔ کیا موسیٰ ساری توراۃ کا۔ پیدائش سے لیکر استثنا کی کتاب تک اُس کی ایک ایک سطر کا لکھنے والا ہے؟ مگر ایک اَور سوال ہے جس سے ہم اس نئے علم کے طریق عمل کی نسبت زیادہ وضاحت سے سیکھ سکتے ہیں۔ یہ سوال مُصنّف کی نسبت نہیں بلکہ کتاب کی تالیف و ترتیب کے متعلق ہے اگر فرض کر لیا جائے کہ موسیٰ ہی توراۃ کے صحیفوں کا مُصنّف ہے تو کیا اُن میں سے کسی یا سب میں ایسے ایسے مسودے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جو موسیٰ کے زمانہ سے پہلے کے تھے؟

اٹھارھویں صدی کے وسط میں پہلے پہل اس مسئلہ پر باقاعدہ طور سے

سلہ دیکھو حضرت یوشع کی کتاب ۸: ۳۲

رکھے تھے۔ گھبرا اُٹھے اور اُنہوں نے اِس نئے علم کو بُرے بُرے ناموں سے خطاب کرنا شروع کیا۔ کہ وُہ "خوفناک" "نوشتوں کو پامال کرنے والا" ہے اِس میں کچھ شک نہیں کہ بعض نکتہ چین اپنی مبالغہ آمیز رائیوں کے لحاظ سے کسی قدر اس قسم کے خطابوں کے مستحق ٹھیر سکتے ہیں۔ مگر یہ ایک بالکل دوسری بات ہے۔ ہمیں اِس وقت بیہودہ یا مبالغہ آمیز خیالوں سے بحث نہیں۔ بلکہ اُن ثابت شدہ اور قرین قیاس مطالب سے۔ جو اِس قسم کی تحقیقات سے منتج ہو سکتے ہیں +

جب کبھی کسی پُرانے مُسلّمہ اعتقاد پر حملہ ہُوا کرتا ہے۔ خواہ اُس کی بنیاد کیسی ہی ضعیف کیوں نہ ہو تو اکثر ہلچل مچ جایا کرتی ہے۔ ہم پہلے ہی لفظی الہام سہو و خطا سے بریّت اور ترقی پذیر الہام کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے اس امر کا ذکر کر چکے ہیں۔ اِن کی نسبت بھی لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مروجہ عقائد کو کاٹنا خود الہام کی جڑ کاٹنا ہے۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے دیکھ لیا کہ خدا نے کہیں اس قسم کے مروجہ عقائد کی تصدیق نہیں کی۔ اور اُن کا نفسِ الہام پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سبق کی مکرّر سہ کرّر ہر ایک نئے موقعہ پر از سرِ نو سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لوگ اس وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ عہد عتیق کے صحیفوں کے مُسلّمہ مُصنّفوں یا تاریخ تصنیف کے مُتعلّق کسی قسم کے اعتراض کرنا گویا اعتقاد کی جڑ اُکھاڑنا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ یہ باتیں اعتقاد کی جڑ اُکھاڑتی ہیں۔ مگر کس اعتقاد کی؟ صرف اُسی مروجہ عقیدہ کی کہ کتابوں کے نام بھی خدا کے الہام کئے ہوئے ہیں۔ اور کہ اُن کتابوں کو بعض مُصنّفوں کے نام کی سند پر قبول کرنا چاہئے۔ ہمیں کس شخص نے بتایا ہے کہ موسیٰ نے کتاب پیدائش تحریر کی تھی۔ یا یوشع اور سموئیل نے وہ کتابیں لکھی تھیں جو اُن کے نام سے منسوب ہیں؟ کیا بائبل یہ کہتی ہے کہ یہ کتابیں درحقیقت اُنہیں اشخاص نے لکھی ہیں؟ کیا یہ کوئی بڑی ضروری بات ہے کہ اُن کے لکھنے والا کون ہے؟

نہ ہوں تو بھی اِس امر کو تسلیم کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اِس "تنقید اعلیٰ" کے خلاف لوگوں نے بہت سی غلط اور بیہودہ باتیں اُڑا رکھی ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کے ایمان کی حالت بیبل اور خدا کے متعلق کچھ بہت قابل تعریف نہیں معلوم ہوتی مگر یہ بالکل صحیح ہے کہ جب موسیٰ کے کتاب پیدائش کے مصنف ہونے کا سؤال اُٹھایا گیا تو لوگوں میں اِس قدر تشویش پھیل گئی تھی۔ گویا کہ الہٰی بادشاہت کی بنیادیں اسی پر منحصر تھیں۔ تنقید اعلیٰ کا کام فقط یہ ہے کہ بیبل کے صحیفوں کے متعلق جو کچھ راست و صحیح ہو اُسے دریافت کرے۔ اور لوگوں سے صرف اُس بات کے ماننے کی اُمید کی جاتی ہے۔ جس کی صحت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ وہ ہرگز اِس امر پر مجبور نہیں ہیں کہ جو بیہودہ باتیں بھی حامیان تنقید اُن کے سامنے پیش کریں۔ خواہ مخواہ اُن پر یقین کریں۔ اُن کا کام فقط یہ ہے۔ کہ سب باتوں کو آزمائیں اور جو صحیح اور راست ہو اُسے قبول کریں +

اِس لئے اِس "تنقید کے حق میں یہ کہنا کہ "وہ بیبل پر حملہ کرتی ہے"۔ یا "وہ ہمارے ایمان کی دشمن" ہے۔ نامناسب اور خلاف انسانیت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُن عقائد میں جو عام طور پر بیبل کی نسبت مروج ہیں۔ بعض بعض مشکلات ہیں۔ مثلاً یہی تورات کا معاملہ جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں جو شخص ان مشکلات کے حل کرنے اور اُن کی تشریح و توضیح کرنے کی کوشش کرے۔ اُسے بیبل پر حملہ کرنے والا سمجھنا ضرور نہیں۔ اور نہ یہ امر ایک صاحبِ عقل و ہوش انسان کے سزاوار ہے۔ کہ اِس قسم کے سؤالوں پر غور و فکر کرنے سے انکار کرے +

قدیمی مُسلمہ عقائد کے زور و طاقت کی یہ ایک نہایت عجیب مثال ہے کہ اس موقعہ پر بعض مُقدس آدمی جو بلحاظ ذہنی قابلیتوں کے اعلیٰ اقتدار

ہمیں کہا جاتا ہے کہ اگر ہم اس امر پر اعتقاد نہ رکھیں کہ ساری توریت جیسے کہ وہ آجکل موجود ہے لفظ بلفظ موسیٰ کی لکھی ہوئی ہے۔ تو اس سے ہمارے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس بات سے انکار کرنے میں کیا برائی ہے۔ اگر ہمارے پاس اس قسم کے یقین کے لئے وجوہات ہوں کہ جس کسی نے اس کو لکھا اُس کے پاس اس کے لکھنے کے لئے ضروری دلائل موجود تھے؟ کیا اس امر کا یقین کرنا خوفناک ہے کہ زبور داؤد میں سے بہت سے مزامیر حضرت داؤد کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ اور ہم یہ بھی یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ کون کون سے زبور اُس کے لکھے ہوئے ہیں؟ کیا ہمارے ایمان کے لئے اس امر کو جاننا خوفناک ہے کہ امثال سلیمان میں اگور ابن یاکہ کے امثال اور نیز وہ امثال بھی جو شاہ لیموئیل کی ماں نے اُس کو سکھائے ہیں شامل ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ لوگ کون تھے؟ ہم کیوں اس سبق کے سیکھنے سے پہلوتہی کرتے ہیں جس پر بائیبل بھی زور دیتی ہے کہ کتابوں کی سند و اعتبار اس امر پر منحصر نہیں ہے کہ اُن کے لکھنے والے کون کون تھے۔ بلکہ اس امر پر کہ وہ خدا کی طرف سے الہام ہوئی ہوئی ہیں۔ اور کلیسیا نے مشیت ایزدی کی ہدایت سے اُن میں سے ایسی ایسی کتابوں کو محفوظ رکھا جو تعلیم اور تادیب اور اصلاح۔ اور راستی میں تربیت کرنے کے لئے ضروری تھیں۔

۴

اعلیٰ تنقید کے خطرات

ناظرین کے لئے "تنقید اعلیٰ" کی بے اعتباری ثابت کرنے کے لئے فقط اُن تخیلات کا ذکر کر دینا کافی ہے۔ جو اُس کے حد سے بڑھے ہوئے شیدائیوں نے گذشتہ چند سالوں میں ظاہر کئے ہیں۔ اور میں بھی اس امر میں اُنہیں قابل الزام

اِس امر سے البتہ اُن کی تاریخ تصنیف کے قائم کرنے میں مدد ملے تو ملے +
اگر بالفرض اُنھوں نے اِن کتابوں کو لکھا بھی۔ تو بھی یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ اُنھوں نے اس امر کو اپنے ہی دل میں چھپائے رکھا۔ کیونکہ اُنھوں نے ہمیں نہیں بتایا۔ نہ اُنھوں نے اِس بنا پر ہم کو اُن کتابوں پر اعتقاد رکھنے کی ترغیب دی کہ یہ اُن کی لکھی ہوئی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ البتہ یہ تو سچ ہے کہ اِن مردی بیانات کی تائید میں اب بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جو نکتہ چینیوں کے بہتاسی دلائل کی نسبت جو اُس کے خلاف پیش کی جاتی ہیں ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ مگر سؤال زیرِ بحث یہ نہیں ہے کہ اِن میں سے کون راست ہے۔ سؤال یہ ہے کہ "آیا اِس قسم کے عقائد کے متزلزل ہونے کی وجہ سے ہمیں ایک تشویش و پریشانی کی حالت میں پڑ جانا مناسب ہے؟ کیا بیبل کے صحیفوں۔ خاصکر عہدِ عتیق کے صحیفوں کے مصنفوں کے متعلق ہمارے علم میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہونا کوئی بڑی قابلِ اندیشہ بات ہے؟ یہ ممکن ہے کہ جب اس شور و شر کی دھول بیٹھ جائے تو آخر کار ہمارے عقائد جوں کے توں پائے جائیں۔ مگر ہم کیوں خواہ مخواہ ان عقائد کو ایسی عظمت دے رہے ہیں؟ مثلاً انبیائے اصغر کے صحیفوں پر نظر کرو۔ یہودی نسخہ بیبل میں یہ سب صحیفے ایک ہی کتاب میں مجتمع ہیں۔ ہمیں اِن اشخاص کے حالات کی کچھ خبر نہیں۔ وہ مجلس یا فقیہ جنھوں نے اِن کو جمع کیا اُن کے آبا کے نام یا اُس عہد کے علاوہ جس میں وہ مبعوث ہوئے اُن کی نسبت اور کچھ نہیں جانتے۔ یقیناً اُن کے ناموں سے اُن کی تصانیف کو کوئی سند و اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ فرض کرو کہ اس کتاب کے شروع میں فقط یہ الفاظ لکھے ہوتے کہ "مجموعۂ صحف انبیاء"۔ تو بتائیے ہمارے لئے اِس بات سے کیا فرق پیدا ہو جاتا؟ کیا اُسوقت ہمیں یہ کہا جاتا کہ اُن انبیاء کے اسماء کو نہ جاننا ہمارے ایمان کے لئے خطرناک ہے؟

طرزِ تحریر یا طرزِ خیال کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتے۔ اور اس لئے دوسرے اشخاص کی رائے کا انتظار کئے بغیر جو اس امر میں ایسی ہی لیاقت و قابلیت رکھتے ہیں وہ بڑے اطمینان سے اُن کو خط وحدانی میں رکھکر اُن پر الفاظ "غالب ہے کہ بعد میں ایزاد کئے گئے" یا "کسی اَور شخص نے داخل کر دئے" لکھ دیتا ہے +

اس قسم کی باتیں ہیں جن سے "تنقید اعلیٰ" کا نام بدنام ہو گیا ہے۔ اور لوگوں کو اُس کے سُنتے ہی چڑ آتی ہے۔ انہیں باتوں سے ایسے بے سر و پا مسائل ایجاد ہوئے جو نہ صرف مسئلہ الہام سے ہی لگاؤ نہیں رکھتے۔ بلکہ عہد عتیق کی معمولی صحت و درستی اور قابلِ اعتبار ہونے سے بھی۔ مگر اس کو علمی لحاظ سے باقاعدہ تنقید نہیں کہنا چاہئے۔ اور نہ حقیقی عالمانہ تنقید اس قسم کی بے اعتدالیوں کے لئے جوابدہ ہو سکتی ہے۔ شائد بعض لوگ اُن کے حوصلے اور جرأت کے لئے اُن کے مدّاح ہوں۔ مگر حوصلہ اور جرأت گو مناسب محل پر کتنی ہی قابل تعریف ہو تو بھی ایسے اہم معاملوں میں۔ خاصکر بائبل کے متعلقہ مطالب پر غور و فکر کرنے میں۔ اگر اُس کے ساتھ احتیاط اور حیا اور کلام اللہ کا ادب و عزت بھی شامل نہ ہو۔ اُسے ضرور خوفناک اور بے محل سمجھنا پڑیگا۔ کڑبے دانوں کے اُکھاڑنے میں خالص گندم کو بھی اُکھاڑ دینا آسان ہے۔ اور ہر ایک انسان کو چاہئے کہ ایسے اہم اور نازک معاملوں میں جن کا تعلق اُس ادب و عزت سے ہو جو صدیوں سے بائبل کے حق میں لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہے۔ مزید احتیاط اور دور اندیشی پر کاربند ہو +

۵

تنقید کی مناسب حیثیت

مگر مخالفوں کی اس دلیری اور جرأت کے مقابلہ میں ہمیں سزاوار نہیں کہ

نہیں ٹھہراتا۔ ایک شخص جلے دل سے لکھتا ہے کہ "اِن نقادوں کی تحریروں سے ہم اس امر کی آگاہی حاصل کرتے ہیں کہ بیبل پرستی ممکن ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی معلوم کرتے ہیں کہ یاوہ گوئی اور ژاژ خائی بھی ایسے ہی ممکنات میں سے ہے!" اور اس شخص کا یہ قول برمحل بھی ہے۔ جو لوگ بیبل کے لفظی الہام اور سہوونسیان سے بریت کے ماننے والوں کو بیوقوف اور احمق سمجھتے ہیں۔ اُن میں سے بہت ایسے بھی ہیں جو بیبل کے مطالعہ کو اپنے اِسی قسم کے بے بنیاد مفروضات کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔ اِن میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بیبل کا مطالعہ اس مسئلہ کے ساتھ شروع کرتے ہیں کہ چونکہ اقوام کی ابتدائی حالت میں جب وہ تربیت و تعلیم سے بے بہرہ ہوتی ہیں۔ عام کاروبار میں بالائی قدرت واقعات کو دخل دینا ایک طبعی امر ہے اس لئے بیبل کی قدیمی تواریخوں میں جہاں کہیں بالائی قدرت باتوں کا ذکر ہے اُنہیں محض قصہ کہانی اور دیوتاؤں کی حکائتیں سمجھنا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو اُن کی تشریح و توضیح کرکے اُنہیں طبعی واقعات کے صیغہ میں داخل کر دینا چاہیئے۔ اِن لوگوں کے درمیان جل باز اور شوریدہ سر لوگ بھی ہیں۔ جو زبردستی کی منطق کے ساتھ بڑے بڑے نتائج پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور بجائے اِس کے کہ وقت کو اجازت دیں کہ وہ اِن دعووں کی صحت کو محک امتحان پر کسکر اُن کی صحت و غلطی کو قائم کرے۔ وہ بڑے بڑے دعوے کے ساتھ خم ٹھونک کر کہنے لگتے ہیں کہ "یہ اُمور تنقید کے ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں"۔ اِن میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کو اپنی عقل و تمیز پر اس قدر ناز ہے کہ وہ تاریخ و تصنیف و ترتیب و ترکیب کے بڑے بڑے اہم اُمور پر محض اپنے ذہنی مفروضات اور مصنف کی عبارت اور خصلت اور خیالات کے بنا پر حکم لگانے بیٹھ جاتے ہیں۔ نقاد کو ایسا خیال گذرتا ہے کہ بعض فقرات کسی مصنف کی

نہ صرف اُس خاص شہادت کو جو تنقید اعلیٰ کے عالموں سے ملتی ہے۔ پرکھنا چاہیئے۔ اِس کے لئے ایک سلجھے ہوئے دماغ اور فراخ دل اور انصاف پسند روح کی ضرورت ہے۔ اِس کے علاوہ ایک باادب مذہبی میلان (جس سے ہماری مراد زود اعتقادی نہیں ہے) اور صحیفے کے مقصد و نفس مضمون کی تہ تک پہنچ جانے کی قابلیّت کی بھی حاجت ہے۔ جس کے سوا کسی کتاب کی صحیح تنقید و موازنہ کرنا ناممکن ہے۔ اِسلئے یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص عبرانی اور علم اللسان اور تاریخ سے کامل واقفیّت رکھتا ہو۔ اور تنقید و موازنہ میں بھی ماہر و تجربہ کار ہو۔ مگر پھر بھی عہد عتیق کے صحیفوں کی اصل و ترکیب و تاریخِ تحریر کی نسبت صحیح رائے نہ دے سکے۔

اِسلئے اگرچہ ہمیں ماہرانِ علم تنقید کی علمیّت اور قابلیّت کا اعتراف ہے تو بھی ہم اُنہیں یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ اُنکی اصلی حیثیت ایک گواہ کی ہے۔ نہ کہ جج کی۔ ہماری قانونی عدالتوں میں اکثر اِس امر کی ضرورت پڑتی ہے کہ ہر دو فریق کی جانب سے خاص خاص علم و فن کے ماہرین۔ خواہ ڈاکٹر ہوں یا انجنیر یا کوئی اَور فن والے۔ طلب کئے جاتے ہیں۔ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ اُن کی شہادت باہم کیسی مختلف و متضاد ہوتی ہے۔ لیکن گو اُن کی شہادت کسی امر کے تصفیہ کے لئے نہائت ہی ضروری کیوں نہ ہو۔ تو بھی مقدمہ کا فیصلہ اُن کے سپرد نہیں کیا جاتا۔ اور سب لوگ اِس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اگرچہ ماہرینِ علوم و فنون کسی امرِ متعلّقہ میں شہادت دینے کے لئے کیسے ہی لائق و فائق کیوں نہ ہو تو بھی اُن کا ایک جج کی کُرسی پر بیٹھکر کسی معاملہ کے متعلق صحیح صحیح فیصلہ دینا ایک دوسری بات ہے۔ جج یا جوری بننے کے لئے اس کے علاوہ اَور بہت سی قابلیّتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم بھی سمت مقابل میں حد سے باہر نکل جائیں۔ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ان خوفناک اور بے بنیاد مسائل کی نسبت اپنی ناراضگی ظاہر کرتے کرتے اس حد کو پہنچ جائیں کہ خود "اعلیٰ تنقید" پر ہی لعنت بھیجنا شروع کریں۔ یا جو لوگ اُس میں مشغول ہیں اُن کے حق میں طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگ جائیں۔ تیزی اور جلد بازی اور زٹل ہر ایک نو ایجاد علم کے ابتدائی زمانوں میں خوف و ضرر کا باعث ہیں۔ اور جوانی کے تمام عیبوں کی طرح جوں جوں وہ عمر میں ترقی کرتا جائیگا ووں ووں یہ بھی کم ہوتے جائیں گے۔ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ "اعلیٰ تنقید" کے سب ہی علماء ایسے زود خراج اور جلد باز نہیں ہیں۔ ہم کو یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اُس کا اصلی مقصد یہ ہے کہ بیئبل کے متعلق سچائی اور محض سچائی کو دریافت کرے۔ یقیناً جس قدر وہ اس امر میں کامیابی حاصل کریں اُسی قدر وہ قدردانی کے سزاوار ہیں۔ خواہ اُن کی تحقیقات سے ہمیں اپنے پہلے دلپسند خیالات بدلنے ہی کیوں نہ پڑیں۔ سچائی ہمیشہ ایسی ہی چیزوں کو برباد کیا کرتی ہے۔ جو اسی لائق ہوتی ہیں۔ اور خواہ کچھ ہی ہو خدا بھی ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم سچائی کی پیروی کریں۔ خواہ وہ ہمیں کہیں کیوں نہ لیجائے۔ یا اُس کا کچھ ہی نتیجہ کیوں نہ نکلے ✦

مگر اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ ہم ان بیئبل کے نکتہ چینیوں کے تمام فیصلوں کو صرف اس وجہ سے کہ یہ اُن کے فیصلے ہیں سچا سمجھکر مان لیں۔ ہم کو اُن کے علم اور لیاقت کے لئے اُن کی عزت کرنی چاہئے۔ اور اُن کی صاف دلی اور حق جوئی کے لئے اُن کو آفرین کہنی چاہئے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے مشکل سوالات کے حل کرنے کے لئے عبرانی علم ادب اور تاریخ سے بھی کچھ بڑھکر جاننے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہمیں ہر قسم کی دوسری شہادت کو بھی

اُس کے اعتبار و الہام میں فرق نہیں آئیگا۔ مگر یہ خیال ٹھیک نہیں ہے۔ اِس قسم کی مقررہ حدود ہیں جن سے باہر ہم نہیں جا سکتے۔ بعض اِس قسم کی باتیں ہیں جن میں اگر شہادت کی بنا پر ہم ماننے پر مجبور ہو جائیں تو اُس سے بیبل کا عام اعتبار اُٹھ جائیگا اور اُس کے ساتھ ہی اُس کا الہامی ہونے کا دعوےٰ بھی باطل ٹھہریگا۔ کیا ہمیں کسی اِس قسم کے خطرہ کا اندیشہ کرنا چاہئے +

سب سے پہلے اِس امر کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ اغلب معلوم ہوتا ہے کہ عہد عتیق کے متعلق جو تحقیقات و جستجو ہو رہی ہے۔ اُس کا آخری نتیجہ شائد ایسا اہم نہیں ہوگا جیسا کہ ہم اِسوقت اُمید کرنے پر مائل ہیں۔ ہم عہد جدید کی کتابوں کی اسی قسم کی تحقیقات پر پیچھے نظر دوڑاتے ہیں جس سے چند سال ہوئے سخت بے چینی پھیل گئی تھی۔ اِسوقت ہمارے سامنے بہت سی کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ جو ہمیں اُس بے چینی کی عظمت کو یاد دلاتی رہتی ہیں۔ لیکن اب جبکہ اِس قسم کے مباحثہ و مجادلہ کا بازار سرد ہو گیا ہے۔ ہم ٹھنڈے دل سے اِس امر کو دیکھ سکتے ہیں کہ اُن تمام حملوں اور حملوں کے جوابوں میں سے جو کچھ اب ہمارے پاس باقی رہ گیا ہے اُس سے صرف چند ہی قابل تسلیم باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ اور اُس سے بہت ہی تھوڑی گو قابل تعریف تبدیلی اُن خیالات میں ہوئی ہے جو لوگ خدا یا بیبل کے حق میں رکھتے تھے۔ بلا شبہ عہد عتیق کے متعلق جو حال میں جستجو رہی ہے اُس سے اِس کی نسبت بڑھکر اہم نتائج پیدا ہونگے۔ مگر گذشتہ تجربہ کی بنا پر ہم یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ بہت سے دعوے جو بڑے وثوق کے ساتھ آج پیش کئے جاتے ہیں۔ شائد آئندہ پشت کے وجود میں آنے سے پہلے ہی متروک و فراموش ہو جائیں گے +

مگر شائد کوئی کہے کہ میں اِس بات کو مانکر بھی یہ کہتا ہوں کہ کیا ممکن نہیں

اب ہمیں چاہیئے کہ اس امر کو ہمیشہ مدّنظر رکھیں اور پھر جو کچھ یقینی سچائی ہم کو اِن علماء کے ذریعے سے حاصل ہو اُسے ہمیشہ قبول کرنے کو تیار رہیں "جب تنقید ادب و عزّت سے کیجائے۔ جب وہ سرے سے یہ دعوے نہ کر بیٹھے۔ کہ کوئی بالائی قدرت ظہور تاریخی لحاظ سے صحیح مانے جانے کے قابل نہیں۔ جب وہ اِس امرکے امکان سے منکر نہ ہو کہ خدا اپنا مکاشفہ انسان کو دیتا ہے۔ اور جب وہ تاریخی تحقیقات کے صحیح اصولوں پر کاربند ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ مسیحی لوگ خواہ مخواہ اُس کی مخالفت کریں"۔ جو لوگ اِس حالت میں بھی بئبل کی اعلیٰ تنقید کا مُنہ بند کرنے کی کوشش کریں۔ اور خواہ مخواہ شور و غوغا مچائیں۔ اُن کی حالت قابل رحم سمجھی جانی چاہیئے۔ جہاں کہیں گذشتہ زمانوں میں مسیحیوں نے مذہب کے نام سے کسی نئے علم و دریافت کی مخالفت کی ہے۔ اور پھر منہ کی کھاکر ہار ماننے کو مجبور ہوئے ہیں۔ اُس سے سوائے شرم و افسوس کے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ آجکل ہمیں اسی تجربہ کو دُہرانے کی ضرورت نہیں جس شخص کا خدا پر سچا ایمان و اعتقاد ہے۔ وہ کبھی سچائی سے خائف نہیں ہوگا۔ یہ یاد رکھو کہ خدا اپنی سچائی کی آپ محافظت کر سکتا ہے۔ اور ہم میں سے کون ہے جو دعوے سے کہہ سکے کہ یہ تنقید بھی اُس کی سچائی کو ظاہر کرنے کا ایک ذریعہ نہیں ہے "کیونکہ یہ کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ برباد ہو جائیگا۔ اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم اِن لوگوں کو مغلوب نہ کر سکو گے"۔

۶
کیا اس کے نتائج سے ڈرنا چاہیئے؟

بعض آزاد خیال لوگ اکثر اس طور پر گفتگو کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اُن کے نزدیک بئبل کی نسبت خواہ کچھ ہی تسلیم کیوں نہ کرلیں تو بھی

آج تک صحیح سلامت موجود ہے۔ کیونکہ جب تک بہت سے علماء و فضلا مختلف مسائل کی نسبت اتفاق رائے ظاہر نہ کریں۔ تب تک ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون کون سی باتیں قرار پا گئی ہیں۔ مگر اس پر اتفاق رائے کا ابھی تک ہمیں کسی مسئلہ کی بابت کوئی نشان بھی نظر نہیں آتا۔ اِس کے علاوہ ہمیں اُن بہت سی مضبوط دلائل کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ جن کی بنا پر ہم بیئبل کے الہامی ہونے کے قائل ہیں۔ اور اِس لئے اُن دعووں کا جو اُس کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتے سچا ہونا کیسا غیر اغلب ہے +

اور خاصکر ہمیں بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے دِل کو اُس فیصلہ پر لگانا چاہیئے جو ہمارے خداوند نے عہدعتیق کے حق میں دیا تھا۔ وہ اُن تمام عام اعتقادوں کو جو اُس کے زمانہ میں لوگوں کے دِلوں میں بیئبل کی نسبت جاگزین تھے۔ نہیں مانتا تھا۔ اور نہ وہ اُن روائتوں کا قائل تھا جنہیں تقدس کے لحاظ سے بیئبل کے برابر رُتبہ دیا جاتا تھا۔ نہ وہ اُن عام اعتقادوں کو جو آجکل ہمارے زمانہ میں مُروّج ہیں مانتا تھا۔ مگر ان عام اعتقادوں سے قطع نظر کر کے وہ ایک بات کا ضرور قائل تھا۔ اور اِس کا اُس نے اپنی سند و اختیار سے اعلان کر دیا۔ پہلی صدی مسیحی میں مشکل سے کوئی یہودی ہوگا۔ جو یشوع ناصری سے بڑھکر اس امر کا معتقد ہو کہ یہودی کلیسیا کے عہدعتیق کی کتابوں کے مجموعہ کو خدا کی الہام کی ہوئی تعلیم سمجھکر قبول کرنا چاہیئے۔ جب کبھی عہدعتیق کے اعتبار و اختیار پر حملہ ہوا اور شک و شبہ اور بےچینی کا دَور دَورہ ہو تو ہم کو اپنے اطمینان قلب کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارے آقا نے اِنہیں خدا کی کتابیں تسلیم کیا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اُن سے سند لیا کرتا تھا۔ "وہ آسمان و زمین ٹل جائیں گے۔ مگر اُس کی باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی"۔

کہ یہ باقیماندہ قابل تسلیم اُمور جو آخر کار "تنقید اعلےٰ" کے ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں ایسے ہوں کہ بیئبل کی نسبت ہمارے اعتقاد کو بالکل کمزور کر دیں؟

میں ہرگز ایسا خیال نہیں کرتا۔ اس قسم کے خوف و اندیشہ کی وجہ خاص کر یہ ہے کہ آجکل لوگ اُنہیں اُمور پر زیادہ تر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ جو زیادہ حیرت بخش ہوتے ہیں۔ اور اس سبب سے اُن باتوں کو ایک قسم کی حد سے بڑھی ہوئی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بہت سے دعوے جو بعض نقادوں نے۔ خاصکر اہل جرمن نے۔ بیئبل کے حق میں پیش کئے ہیں۔ اگر وہ ثابت ہو جائیں تو اُس سے سخت تشویش پیدا ہوگی اور وہ کسی قسم کے عقیدہ الہام کے ساتھ جوڑ نہیں کھا سکتے۔ مگر اس سے ہمیں بے چین نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ بحث مباحثہ کی گرم بازاری میں لوگ طرح طرح کے دعوے کر بیٹھا کرتے ہیں۔ اور ظاہرًا دل خوش کن دلائل سے اُن کی تائید بھی کر دیا کرتے ہیں۔ اگر ہم گذشتہ مباحثوں اور مجادلوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جو اس وقت ہو رہی ہے۔ ایسے ہی حیرت انگیز دعوے پہلے بھی پیش ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ ابھی چند ہی سال کی تو بات ہے جب کہ عہد جدید کے متعلق مباحثہ کا بازار گرم تھا تو ایسی ہی باتیں سُننے میں آیا کرتی تھیں۔ اگر ایسی ایسی باتیں دیکھ کر ہمارا سر پھر جائے تو ہمیں اس قسم کی بے چینی سے کبھی بھی چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ ہمارے دامن سے لگی رہے گی ۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کتاب مُقدس نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ ایسے ہی خطرات کے درمیان میں کاٹا ہے۔ مگر پھر بھی

کسی اور "نامعلوم بزرگ" کی تصنیف ہیں۔ جو یسعیاہ نبی کی کتاب کے ساتھ شامل کردئے گئے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سلیمان کی امثال کی کتاب کے آخر میں اگور اور لیموئیل کی مثالیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ تو بتائیے پھر کیا؟ بھلا اس سے بائبل کی حقیقی قدر و قیمت کو کیا نقصان پہنچیگا؟

نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر مضطرب کرنے والے دعوے کو لو۔ فرض کرو کہ یہ امر قابل اطمینان طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ موسیٰ اس شریعت کا جو توراۃ کی پانچوں کتابوں میں درج ہے فقط ایک جزو اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ اور بعدازاں دوسرے قوانین کے مجموعوں کی طرح با اختیار آدمیوں کے ذریعہ سے اس میں توسیع و ایزادی ہوتی رہی۔ یا کنعان میں پہنچنے کے بعد لوگوں کے مختلف حالات اور ضروریات کی وجہ سے اُن میں مناسب ترمیم ہوتی رہی۔ بلکہ اس امر کو بھی فرض کرلو کہ آخری تصحیح و ترمیم جلاوطنی یعنی قید بابل کے بعد واقع ہوئی۔ یاد رہے کہ ایسا کہنے سے میری ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ میرے نزدیک یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے۔ مگر فرض کرو کہ یہ ثابت ہو بھی جائے تو پھر کیا؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا کسی قوم کو بتدریج اور بہت سے اشخاص کے ذریعہ سے تعلیم دے۔ اور یہ طور و طریق بھی ایسا ہی مؤثر اور کارآمد ہو جیسا کہ اس صورت میں ہوتا کہ وہ سب کچھ ایک ہی دفعہ اور ایک ہی آدمی کے ذریعہ سے سکھا دیتا؟ اور اس نے ہمیں کہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ اس نے ان دونوں طریقوں میں سے خاص طور پر کسی ایک کو اختیار کیا ہے +

اگر تنقید کے ذریعہ معقول ولائل کی بنا پر ثابت ہو جائے کہ بعض مروجہ بیانات کتابوں کے مصنفوں کے متعلق صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ اگر ہم اس امر میں شبہ کی حالت میں چھوڑ دئے جائیں کہ ان کتابوں کے مصنف درحقیقت

لیکن جہاں ہمیں یہ پورا اعتماد ہے کہ غالباً کوئی ایسی بات جو درحقیقت اُن کے الہام کی منافی ہے۔ ثابت نہ ہو گی۔ تو بھی ہمیں اس امر میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے کہ کن کن باتوں کو درحقیقت منافی الہام سمجھنا چاہیئے۔ بہت کچھ بے چینی جو اس وقت تنقید اعلےٰ کے خلاف پھیل رہی ہے۔ اُس کی بنیاد زیادہ تر اس امر پر ہے کہ بعض نیک آدمیوں نے اس کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے۔ جن کے نزدیک " قدیم طریقوں" کی پابندی یہ معنی رکھتی ہے کہ قدیم غلطیوں کی بھی پابندی کی جائے۔ دن بدن علماء کے اس امر پر اتفاق ہونے کے آثار نظر آتے ہیں کہ بعض باتیں جنہیں یہ لوگ بیبل کے حق میں خوفناک سمجھے بیٹھے ہیں۔ آخر کار ثابت شدہ اُمور کی فہرست میں شامل ہو جائیں گے۔

اِن باتوں کا ذکر کرتے ہوئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے اصل منشاء کا بھی اظہار کر دوں۔ مَیں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ ہم کو یہ تمام باتیں مان لینی چاہئیں۔ نہ یہ کہ اُن میں سے بہت سی باتیں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں۔ جو کچھ میری غرض ہے سو یہ ہے کہ ناظرین کو چاہیئے کہ اِن سؤالات کا بے خوف و خطر مقابلہ کر کے بلا رو رعائت اُن کا اپنے لئے فیصلہ کریں۔ فرض کرو کہ تنقید کے ذریعہ سے یہ تمام باتیں پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں تو کیا ہمیں بیبل کی سند و اعتبار کے جاتے رہنے کا خوف ہے؟

فرض کرو کہ تنقید اس امر کو ثابت کر دے کہ توریت کی پانچوں کتابیں محض قدیم موسوی تحریرات کی ترتیب دینے سے بنی ہیں۔ یا وہ ایک مُصنّف کی نہیں بلکہ مختلف مُصنّفوں کی تصانیف کا مجموعہ ہیں۔ یا اگر یہ دعوے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ یسعیاہ کی کتاب کے ابواب ۴۰ تا ۶۶

جس سے ہمیں مضطرب و پریشان خاطر ہونا چاہئیے؟ اگر ہمیں پہلے یہ علم نہ تھا کہ یہ کتابیں کس طرح تصنیف و تالیف ہوئیں۔ تو کیا ہمیں اُس شخص کا شکرگذار نہیں ہونا چاہئیے۔ جو ہمیں اس بات کو بتا دے؟ اگر ہمارے پہلے تصورات الہام کی نسبت غلط تھے تو کیا اُن کی صحت و درستی کے لئے ہمیں خوش نہیں ہونا چاہئیے؟

یا اگر ہم کو جتایا جائے کہ ایوب کی کتاب کس طرح ایک ڈراما کے طور پر ہے۔ اور ایک وہمی تصویر کے طور پر شیطان کے خدا کے بیٹوں کی جماعت کے ساتھ آنے اور یہوواہ کے ساتھ گفتگو کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور کہ وہ ایک نظم ہے جس میں ایوب اور اُس کے دوست زندگی کے رازوں پر بحث مباحثہ کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ یا اگر ہمیں یہ کہا جائے کہ مشرقی ممالک کے شعر و شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں خواہ مخواہ یہ یقین کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس سارے واقعہ کو لفظی طور پر صحیح واقعہ نہیں ماننا چاہئیے۔ بلکہ یہ محض ایک منظوم ناٹک ہے۔ جس میں قدیم بزرگوں کی زندگی اور اطوار کی بنا پر "دکھ کے راز" پر بحث کی گئی ہے۔ تو کیا اِس سے کتاب میں ایک قسم کی خوبصورتی اور معقولیت نمایاں نہیں ہو جاتی؟ کیا روح القدس لوگوں کو نظم یا فسانہ اور ڈراما کے ذریعہ تعلیم نہیں دے سکتا تھا۔ جیسے کہ ہمارے خداوند نے بعد ازاں "مُسرِف بیٹی" کی تمثیل اور دولتمند اور لعازر کی حکایت کے ذریعہ اعلےٰ روحانی سچائیوں کی تعلیم دی؟

کون تھے تو کیا ہمارے واسطے اس بات کو معلوم کر لینا فائدہ سے خالی ہو گا۔ ہمیں کوئی اختیار نہیں کہ ہم خواہ مخواہ کتابوں کے سرناموں کو بھی الہامی سمجھ بیٹھیں جیسا کہ ہم اُن تواریخ و سنین کو بھی جو کسی کسی بیبل کے حاشیہ پر لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں الہامی نہیں سمجھتے ہیں؟ اور اسی طرح اِن صحیفوں کے مُصنّفوں کا جاننا بھی بہت صورتوں میں ایسا اگر انقدر معاملہ نہیں ہے +

یا اگر ہمیں یہ دکھایا جائے کہ عہد عتیق کا کوئی صحیفہ اُس زمانہ سے جو ہم نے ٹھیرایا ہُوا ہے کوئی سو دو سو سال بعد کا لکھا ہُوا ہے۔ تو اِس میں حیرانی و گھبراہٹ کی کونسی وجہ ہے۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ مصنّف کو ضروری اطلاع ملنے کے وسائل حاصل تھے؟ اگر خدا اُن الفاظ کے ذریعہ سے جو اُس نے قدیم زمانہ میں الہام کئے ہمارے دلوں میں تاثیر کرتا ہے۔ اور ہماری ضمیروں کو اُکساتا ہے۔ تو اِس میں کیا مضائقہ ہے کہ وہ ایک دو صدی پہلے لکھے گئے تھے یا پیچھے؟

اگر ہمیں یہ دکھایا جائے کہ قدیم الہامی مؤرخوں نے بجائے اِس کے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ کو غیر متزلزل درستی و صحت کے ساتھ لفظ بلفظ خدا کی زبان سے سُنکر تحریر کریں۔ زمانہ حال کے مؤرخوں کی طرح بڑی محنت کے ساتھ پُرانی تاریخوں روزنامچوں دفتروں اور نسب ناموں کا مطالعہ اور چھان بین کر کے لکھی ہے۔ جس میں اس خطرہ کو بھی گنجائش تھی کہ اُن نوشتوں کی غلطیاں اُن کی تحریرات میں بھی دخل پا جائیں

اگر ہم کو یہ بتایا جائے کہ اس قسم کی تحریرات بھی ایسی ہی الہامی ہیں۔ جیسے کہ ایک محو و مجذوب نبی کی رؤیا یا وہ خیالات جو اُس کی روح میں بلا واسطہ خدا کی طرف سے القا ہوئے۔ تو اس میں کونسی بات ہے

اور ہم کو ہمیشہ اِس امر کے ماننے کے لئے رضامند و تیار رہنا چاہئے
کہ اَور لوگ بھی دیانتدار اور راستی پسند ہیں۔ اور اُن کے دِل میں بھی
خدا اور بیئبل کی نسبت ایسی ہی عزّت و لحاظ جاگزین ہے۔ ہمیں ہرگز
لوگوں کی دینداری یا دیانتداری کے مُتعلّق بیجا شبہات کو جگہ نہیں
دینی چاہیئے۔ اور نہ اُن کی نسبت طرح طرح کی بدظنیاں پیدا کرنی چاہئیں
صرف اِس وجہ سے کہ وہ اس قسم کے مسائل کی تائید کرتے ہیں کہ موسیٰ
نے توارت کی پانچوں کتابیں تمام و کمال تصنیف نہیں کیں اور کہ
پاک نوشتوں میں ہمارے خیال کی نسبت زیادہ تر انسانی عنصر کو
دخل ہے +

اور آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دِل میں خدا اور
سچّائی کی نسبت اور نیز روح قدس کے آزادانہ عمل و اختیار کی بابت
زیادہ زیادہ اعتقاد ہونا چاہیئے۔ اور ہم کو زیادہ زیادہ دُعا کے
ساتھ بیئبل کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جس قدر زیادہ ہم بیئبل کے
"اندرونی راز" سے واقف ہوتے جائیں گے اُسی قدر ہم کو
اُس کے الہٰی نور و قدرت کا زیادہ زیادہ یقین ہوتا جائیگا۔ اور ہم
اِس بات کے قائل ہوتے جائیں گے۔ کہ جو مسئلہ اُس کے الہام کے
اعتقاد کے ساتھ میل نہیں کھائیگا وہ یقیناً غلط ہوگا۔ جب ہم
دیکھتے ہیں کہ اچھے بھلے آدمی۔ جب کبھی کوئی نئی بات ایسی ظاہر ہوتی
ہے۔ جو اُن کے مُسلّمہ عقائد کو مضطرب کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔
تو وہ خواہ مخواہ خدا کی بادشاہت کے لئے فکرمند اور ہراساں ہونے
لگتے ہیں۔ تو ہمیں اُن کی اِس حالت کو دیکھکر ترس آتا ہے۔ الغرض

۷

ایک معقول ذہنی حالت

اب ہمیں تنقید اعلےٰ پر اِس پہلو سے نظر کرنی چاہیئے۔ ہر ایک بات جو وہ معقول طور پر ثابت کر سکے۔ (نہ وہ جس کا وہ فقط دعوےٰ یا اظہار کرے) اُسے فقط صدق دِل سے ہی نہیں۔ بلکہ شکر گذاری کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تمام صداقت وسچائی منجانب اللہ ہے اور اُس سے آخر کار سوائے بہتری کے اَور کوئی نتیجہ نہ نکلیگا۔ ہمیں خواہ مخواہ "ہٹ دھرمی سے عہد عتیق کے الہام یا الٰہی سند کو کسی پہلے ہی سی ٹھانی ہوئی بات پر بازی کے طور پر لگا نہیں دینا چاہیئے۔ کہ ہمارے نزدیک یہ کتابیں اِس طور سے یا اُس صورت میں الہام ہونی چاہیئے تھیں"۔ ہمیں صاف دل کے ساتھ اِس تمام شہادت کو سُننے اور غور کرنے کے لئے جو ہمارے سامنے پیش کی جائے تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں کسی امر کی بابت قطعی فیصلہ کرنے کے لئے جلد بازی کو بھی کام میں نہیں لانا چاہیئے۔ ہمیں نئے نئے دعووں اور بیانوں کو قبول کرنے کے لئے بڑی احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور جو کچھ قدیمی خیال کی تائید میں کہا جا سکتا ہے۔ پہلے اُس پر اچھی طرح غور وفکر کر لینی چاہیئے۔ ہماری صاف دلی اور دلیری میں ادب ولحاظ کو بھی دخل ہونا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی بڑی احتیاط اور سنجیدگی کے ساتھ شہادت کی جانچ پڑتال کرنی چاہیئے۔ اور ہماری دلی خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم بلا وجہ دوسروں کے مسلّمہ اور مرغوب عقائد کو ہرگز تہ وبالا نہیں کریں گے +

کی آگ سے ہمارے کسی دلپسند روائتی عقیدہ میں فرق آبھی جائے تو ہمیں اُس کی جگہ سچّائی کا زیادہ گہرا علم حاصل ہوگا۔ ہم اس کے ذریعہ سے الہام کی حقیقت اور حدود سے واقف ہوجاویں گے۔ اور خدا کے اُن طریقوں کو جن کے مطابق وہ اِنسان کے ساتھ کلام کرتا ہے زیادہ اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ ہم اس کے ذریعہ بہت سی غلطیوں اور غلط فہمیوں سے خبردار ہوجائیں گے جو اِس وقت بہت سے لوگوں کو بیبل سے دُور ہٹا رہی ہیں۔ ہم اُن حالات کا زیادہ علم حاصل کریں گے جن کے درمیان بیبل لکھی گئی تھی۔ اور نیز اُس کے لکھنے والوں کی اخلاقی اور ذہنی حالت اور ایسے خاص خاص حالات سے بھی واقف ہوجائیں گے جن کے سبب اُنھیں اُن کی تصنیف و تالیف کی تحریک ہوئی۔ ہم اُن کے خیالات اور طرزِ بیان سے زیادہ آشنا ہونگے اور اُن کے زمانہ کی اخلاقی اور تمدّنی حالت کو بھی بہتر طور سے پرکھ سکیں گے۔ ہم اپنے کو اِن قدیم مُصنّفوں اور اُن کے ہمعصروں کی جگہ رکھنے یا یوں کہو کہ اُن کے پہلو سے اشیا پر نظر کرنے کی قابلیت حاصل کرینگے۔ اور اِن دونوں کے خیالات و حسّیات کی ماہیّت کو بخوبی سمجھ سکیں گے۔ اور اِس طور سے اُن زمانوں کی تصویر اپنے سارے رنگ و روغن کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آئیگی۔ تاریخ تروتازہ اور واقعی اور انسانی دلچسپی سے معمور دکھائی دینے لگے گی۔ اور سچّائیاں اب ہمارے لئے ایسے گہرے معنوں سے بھری ہوئی دکھائی دینگی۔ جیسی پہلے کبھی نہ ہوئی ہونگی +

ہمارے خیالات میں خدا کے کسی فعل کے طریق عمل کی نسبت کچھ فرق آجائے تو اُس سے وہ فعل زائل نہیں ہوجاتا۔ اِسی طرح اگر الہام کی نسبت ہمارے عقائد میں کوئی تبدیلی واقع ہوجائے تو یقیناً اِس سے الہام کی حقیقت زائل نہیں ہوجاتی۔ جیسے کہ علم نباتات کے سلسلہ کی صحت و درستی کرنے سے پھولوں کی خوشبو میں کسی قسم کا فرق نہیں آجاتا +

اِس طرح بڑے ٹھنڈے دِل سے اور پورے اعتماد کے ساتھ نہ تو تیزی کو اور نہ تعصب کو دِل میں جگہ دیکر ہمیں تنقید اعلےٰ کے علم کو استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ بھی خدا کی اچھی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ تاکہ ہم اُس کے ذریعہ سے سچائی کے متعلق زیادہ وسیع خیالات رکھنا سیکھیں۔ اور اگر ہم اُسے اس طرح استعمال کرینگے تو ہم دیکھیں گے کہ اس کے ذریعہ ہمیں بجائے اپنے نقصان پر ہراساں و خوف زدہ ہونے کے زیادہ تر خوش و خرم ہونا چاہیئے +

کسی قدیمی ملک کا ایک قصہ ہے کہ ایک دفعہ آگ نے پہاڑیوں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے تمام پھولوں اور پتوں کو جلا کر خاک سیاہ کردیا جس سے ملک کی صورت بالکل بدل گئی۔ لیکن جب لوگ اپنے نقصان کے لئے افسوس کر رہے تھے تو دفعتاً اُنہوں نے دریافت کیا کہ آگ جس نے پھول پتوں کو تباہ کردیا تھا اُس کی گرمی سے بعض چٹانوں کی درازیں کھل گئیں۔ اور اُن میں سے چاندی کی ایک قیمتی کان نظر آنے لگی +

"یہ باتیں بطور تمثیل کے ہیں"۔ کیونکہ اگر اس تنقید اور نکتہ چینی

کی ترمیم کرنی پڑی ہے۔ مگر ساتھ ہی میں نے یہ جتا دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اور اس لئے ہمیں اِس سے گھبرانا اور بے چین نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہی عام خیال جنہیں ہم بھی قابلِ تسلیم نہیں پاتے۔ اُنہیں تمام تعلیم یافتہ علماء علم الٰہی بھی ردّ کرتے ہیں۔ اور اُن کے لئے خود بئبل یا کلیسیا کی تعلیم میں بھی کوئی سند نہیں پائی جاتی +

مجھے یقین ہے کہ اس امر پر زور دینے سے نہ صرف پریشان خاطر مسیحی ہی تسلی حاصل کریں گے۔ جن کے لئے میں نے یہ رسالہ تالیف کیا ہے۔ بلکہ بعض راستی پسند منکرین بھی۔ جن کی نظر سے یہ کتاب گذرے۔ اور شائد وہ یہ بھی معلوم کرلیں گے کہ وہ غلطی سے منکرین کے زُمرہ میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور جس بات کی وہ اب تک مخالفت و تردید کرتے رہے ہیں۔ وہ بئبل نہ تھی بلکہ محض ڈھکوسلے تھے جو لوگوں نے اُس کی نسبت بنا رکھے تھے +

۲

ممکن ہے کہ بعض ناظرین ان خیالات کے پڑھنے سے جو اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔ پہلے پہل کچھ پریشان خاطر ہو جائیں۔ ایسے ضروری اور اہم معاملات کے متعلق اپنے اعتقادیات کو از سرِ نو ترتیب دینے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ پریشانی ہونی ہی چاہئے۔ ہم ایک لمحہ بھر میں ایک نئے پہلو کو اختیار نہیں کرسکتے۔ لیکن اگر ذرا غور و فکر کریں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس قسم کی بے چینی کی کچھ ضرورت نہیں۔ بئبل کی بنیادیں اِس وقت پہلے کی نسبت کچھ کم مضبوط

ساتواں باب

خاتمہ

۱

اور اب پیارے پڑھنے والے میں اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ مجھے ہرگز یہ دعوےٰ نہیں ہے کہ میرے خیالات بڑے عالی اور کامل ہیں۔ اور نہ میں جیسا کہ چاہیئے اس مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے اُس کا حق ادا کرسکا ہوں۔ لیکن خیر۔ جو ہُوا سو ہُوا۔ آو۔ اب ہم چند لمحوں کے لئے اُن نتائج پر غور کریں جو اِس کتاب کے مطالعہ سے ہم نے حاصل کئے ہیں ✦

ہم نے اِس کتاب میں اپنے مضطرب و پریشان خاطر دوستوں کی بعض مشکلات پر غور کیا ہے۔ اور معلوم کیا ہے کہ اُن کی بنا زیادہ تر تعصب اور غلط فہمی پر ہے کیونکہ اُنھوں نے بلا تحقیقات بعض مشہور عوام مفروضات کو قبول کر لیا تھا۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ الہام کی سچی حد و تعریف قائم کرنے کا صحیح طریق یہ نہیں ہے کہ ہم پہلے ہی اس امر کا فیصلہ کرلیں کہ خدا کو کیا کرنا ضرور تھا۔ بلکہ یہ کہ بیئبل کو مطالعہ کر کے دیکھیں کہ اُس نے کیا کچھ کیا ہے۔ اس طریق تحقیقات پر عمل کرنے سے ہمیں مجبوراً بیئبل کے متعلق اپنے بعض مسلّمہ خیالات

میں عہد جدید کی تعلیم سے ادنےٰ ہے۔ اور ہمیں اپنے عقیدہ کی بنا بعض فقرات یا آیات پر نہیں رکھنی ہو گی۔ بلکہ زیادہ تر بیبل کی عام روح و مزاج پر۔ اور اِن سب باتوں کے لئے زیادہ غور وفکر۔ زیادہ احتیاط اور دور اندیشی۔ زیادہ ادب و لحاظ۔ زیادہ دُعا اور زیادہ مطالعہ کی ضرورت ہو گی +

مگر جو کچھ محنت ہم اس طور سے اُس پر خرچ کریں گے۔ اُس کا سینکڑوں گنا پھل ملیگا۔ بیبل جب انسانی روائتوں کی ملاوٹ سے پاک ہو جائیگی تو وہ زیادہ حقیقی اور طبعی اور الہیٰ معلوم دینے لگے گی۔ تب ہمارے عقیدے بھی زیادہ مضبوط بنیاد پر مبنی ہونگے اخلاقی اور ذہنی مشکلات کا خوف و ہراس جاتا رہیگا۔ اور اگرچہ اُس میں اب بھی ایسی باتیں نظر آئیں گی جن کے حل کرنے میں حیرانی اور پریشانی دامنگیر ہو۔ تاہم ہم یہ سیکھ لیں گے کہ ہماری مسیحی زندگی کا مدار اس پر نہیں ہے کہ ہم سب رازوں اور سب عِلموں کو معلوم کر لیں۔ بلکہ اس پر کہ ہم فروتنی اور فرزندانہ اطاعت کے ساتھ اپنے کو رضائے الہیٰ کے تابع کر دیں۔ جو ہر طرح کی عملی ضروریات کے لئے اُس میں صاف طور پر منکشف و مبرہن ہے +

ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ صدق دل سے مفصلہ ذیل دعا مانگا کریں اور ہمیشہ خدا سے ہدایت اور راستی کے طلبگار رہیں:۔

نہیں ہیں۔ نہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اُس وقت کی نسبت زیادہ مضبوط ہیں۔ جبکہ اعلیٰ تنقید کا ہر ایک نیا خیال اور ہر ایک نیا واقعہ جو بنی اسرائیل کی محض مبتدیانہ علمی واقفیت سے اختلاف کرتا ہُوا دریافت ہوتا تھا۔ اور جس سے لوگوں کے دلوں میں الہٰی سلطنت کی بُنیادوں کے اُکھڑ جانے کی نسبت طرح طرح کے وسوسے اور خوف پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ بیبل کی سند و اختیار میں بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور وہ ہمارے ادب و لحاظ کے ایسی ہی شایاں و سزاوار ہے۔ جیسی کہ پہلے۔ اور نہ اِس وقت ہم اُسے کچھ کم الہٰی الاصل سمجھتے ہیں۔ ہم فقط اُس کی حقیقت اور اُس پر الہٰی عمل کے طریق کو زیادہ صفائی سے سمجھنے کے طلبگار ہیں ۔

۳

یہ تو سچ ہے کہ جو رائے یہاں ظاہر کی گئی ہے۔ اُس پر عمل کرنے سے بیبل کے مطالعہ میں زیادہ محنت اور توجہ کی حاجت پڑیگی ۔ ہم اب ہر ایک آئت کو اِس طور پر نہیں لے سکتے کہ گویا وہ اپنی ذات میں کامل ہے۔ اور اُس مسئلہ کے لئے جس کا اُس میں بیان ہے مکمل ثبوت کے طور رہے۔ ہمیں اُس کے ساتھ سیاق و سباق کلام اور نیز لکھنے والے کی زبان اور مکان اور دیگر حالات پر بھی لحاظ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ ہمیں نوشتوں کے ایک حصّہ کا دوسرے حصّہ کے ساتھ موازنہ کرنا ہوگا۔ ہمیں اس اصول کو مدنظر رکھنا ہوگا کہ عہدِ عتیق کی تعلیم بعض حصوں

زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ :- اس دلچسپ کتاب میں اول مسیحوں
[کے] ایمان کی اصل بنیاد پر بحث کی ہے۔ اور پھر یہ دکھایا ہے کہ چاروں
[ا]جیل کے حق میں اُن کے پاس کیا کیا ثبوت موجود ہیں۔ قیمت ۱۲ار

حیات المسیح :- یسوع مسیح کی زندگی اور اُس کے کاموں اور
[تعل]یمات پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ار +

[مسیح] عیسیٰ کی سیرت ۔ اِس کتاب میں ہمارے خداوند یسوع مسیح
[کی] عادات وخصائل۔ اُس کی روحانی تعلیم۔ اُس کی کرامات و معجزے اور
[بی]انوں کا ذکر ہے۔ قیمت ار

مسائل دین کی تفسیر ۔ انگلستانی کلیسا کے ۳۹ مسائل دین کی تفسیر
پادری شرف صاحب۔ یہ پہلی کتاب ہے۔ جو اس مضمون میں اُردو
[ز]بان میں شائع ہوئی ہے۔ قیمت ۴ر

مسیحی مسافر کا احوال ۔ مصنّفہ مشہور جان بنین صاحب۔ اِس میں
[تمثیل] کے پیرایہ میں انسان کی رُوحانی زندگی کا احوال۔ گناہ سے تائب
[ہو]نے کے وقت سے لیکر آسمانی راحت میں داخل ہونے کے وقت تک مع
[اُن] تمام مشکلات کے جو اس رُوحانی سفر میں ایمانداروں پر وارد ہوتی ہیں
[نہایت] دلچسپ طور پر بیان ہؤا ہے۔ جس کے مطالعہ سے ہر مذہب کا آدمی
[روح]انی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ حصّہ اوّل ۶ر۔ حصّہ اوّل و دوئم مکمّل ۱۲ار کپڑے
[کی ج]لد مع تصاویر رنگین حصّہ اوّل ۸ر حصّہ اوّل و دوم یعنی مکمل ۱۲ار +

مسیح کا نمونہ ۔ مصنّفہ ڈاکٹر اسٹاکر صاحب۔ جس میں مسیح کی زندگی کے
[ہر] ایک پہلو کو لیکر یہ دکھلایا گیا ہے کہ کس طور سے مومن زندگی کے تمام
[تعل]قات میں اپنی زندگی کو خداوند یسوع مسیح کے نمونہ پر ڈھال سکتا ہے۔

اے مبارک خداوند تو نے سب مُقدّس
کتابیں ہماری تعلیم کے لئے لکھوائیں
یہ بخش کہ ہم اُنہیں اِس طرح سُنیں۔
پڑھیں سوچیں سیکھیں۔ اَور دِل
میں ہضم کریں کہ تیرے پاک کلام سے
صبر و تسلّی حاصل کرکے حیاتِ ابدی
کی اُس مبارک اُمیّد کو اختیار
کریں اور ہمیشہ تھامے
رہیں جو تو نے ہمارے
منجی یسوع مسیح میں
ہمیں دی ہے
آمین۔

کا مزہ پڑ چکا ہے۔ اُس کی حیات بخش تعلیم سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں
قیمت مجلد ۱۲ ار ۔ سٹف کور ۸ ر

رُوح القدس سے معمور زندگی ۔ مُصنّفہ پادری مکنیل صاحب
جس میں بڑے پُرزور دلائل اور کتاب مقدس کے حوالوں سے
کیا گیا ہے کہ ہر ایک مسیحی کا حق اور فرض ہے کہ رُوح القدس سے
ہو کر رُوحانی صفات سے ملبّس ہو۔ رُوحانی زندگی کے متعلق اُس
مطالعہ سے گہرے سبق حاصل ہوتے ہیں۔ قیمت ۴ر

مکتب مسیح میں دُعا کی تعلیم ۔ مُصنّفہ پادری انڈریو مرے صاحب
جس میں دُعا کے متعلق ہر ایک پہلو سے بحث کرنے کی عملی ہدایات درج
کی ہیں ۔ مہینہ کے ہر روز کے لئے ایک سبق ہے قیمت ۶ر سٹف کور ۸ر مجلد

طریق تسلیم ۔ مُصنّفہ پادری انڈریو مرے صاحب ۔ جس میں اپنے آپ
کو رضائے الٰہی سے تابع کرنے اور اپنا سب کچھ اُسی کے حوالے کرنیکی نسبت
عملی طور پر بحث کی گئی ہے ۔ قیمت ۶ر ۔ سٹف کور ۸ر مجلد ۱۲ ار

مسیحی مسافر کا احوال ۔ مُصنّفہ مشہور جان بنین صاحب ۔ اس میں
ایک خواب کے پیرایہ میں انسان کی رُوحانی زندگی کا احوال ۔ گنا
سے تائب ہونے کے وقت سے لیکر آسمانی راحت میں داخل ہونیکے
وقت تک مع اُن تمام مشکلات کے جو اس روحانی سفر میں ایماندار در
پیش ہوتی ہیں ۔ نہایت دلچسپ طور پر بیان ہوا ہے ۔ جسکے مطالعہ سے
ہر مذہب کا آدمی رُوحانی فائدہ اُٹھا سکتا ہے ۔ حصہ اول ۶ر حصہ اول و دوم
مکمل ۱۲ ار ۔ کپڑے کی جلد مع تصاویر رنگین حصہ اول ۸ر ۔ حصہ اول و دوم یعنی مکمل عہ